محراب و مضراب

جوش ملیح آبادی

اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ
ہر عمر اور ہر ذوق کے قارئین کے لئے
خوبصورت اور معیاری مطبوعات

ناشر میر شکیل الرحمٰن

اشاعت اول	:	فروری 1993ء
تعداد	:	1500 (ایک ہزار)
قیمت	:	450 روپے
زیر اہتمام و ادارت	:	مظفر محمد علی
پبلشر	:	جنگ پبلشرز (جنگ انٹرپرائزز لمیٹڈ کا ذیلی ادارہ)

جنگ پبلشرز پریس
13- سر آغا خاں روڈ لاہور

پیش لفظ

حضرت جوش کو اس دنیا سے رخصت ہوئے گیارہ برس گزر گئے ہیں۔ آج وہ اس دنیا میں نہیں
لیکن اپنے علم و ادب کی بے پناہ خدمات اور زبان اردو سے محبت کے حوالے سے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔
انہوں نے اردو زبان کو کیا دیا؟ اس کا فیصلہ تاریخ خود کرے گی اس بارے میں کچھ نہیں لکھ سکتی بس اتنا
جانتی ہوں کہ اردو زبان سے انہیں بہت زیادہ محبت تھی اور یہ محبت ہی انہیں پاکستان کھینچ کر لے آئی ان
کی شاعری کے بے شمار پہلو ہیں ان میں سے اگر ایک کے بارے میں بھی کچھ لکھنے کا سوچوں تو ہاتھ کانپنے لگتا
ہے۔ مگر بحیثیتِ صدر جوش میموریل کمیٹی مضمون لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آ رہی ہے کہ زیرِ نظر
مجموعۂ کلام "محراب و مضراب" حضرتِ جوش کے انتقال کے گیارہ سال بعد آ رہا ہے۔ ظاہر ہے اہلِ
ادب حضرات کے لئے یہ بات پریشان کن تھی کہ کتابوں کی اشاعت کا کام رکا ہوا ہے۔ بعض کے ذہن
میں یہ خدشات بھی تھے کہ قدیم شعراء کے وارثین کی طرح ہم لوگ بھی حضرت جوش کے کلام کو ضائع کر
دیں گے۔ دل سے مانتی ہوں کہ ان کے یہ خدشات نیک نیتی پر مبنی تھے مگر ان سب سے گزارش ہے کہ
حضرت جوش کی ہستی ہم سب کے لئے گھنے سایہ دار درخت کی طرح تھی ان کے انتقال کے بعد جو کچھ ہم پر
بیتی وہ ناقابلِ بیان ہے اور یوں بھی اب وہ سب کچھ بتانا غیر ضروری لگتا ہے۔ حضرت جوش ہر دور میں متنازعہ
شخصیت بنے رہے یا بنائے جاتے رہے جب ان کا انتقال ہوا وہ مارشل لاء کا زمانہ تھا اس دور میں لوگ ان کا
نام زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے تھے کہ مبادہ انہیں بھی نوکری سے برطرف ہونا پڑ جائے۔ لیکن بھلا ہو "میر

علی احمد خان تالپور صاحب" (وزیرِ دفاع) کا کہ جنہوں نے حضرتِ جوش کے ساتھ اپنی محبت اور دوستی
کو نہ صرف ان کی زندگی تک قائم رکھا بلکہ ان کے انتقال کے بعد حکومت میں رہتے ہوئے بھی "بزمِ روحِ
ادب جوش" کی سرپرستی قبول کی اور ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا مگر افسوس کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی
اس کے بعد 1987ء میں جوش میموریل کمیٹی قائم کی گئی۔ مولانا کوثر نیازی صاحب تین سال تک اس
کے چیئرمین رہے اس کے بعد وہ اپنی سیاسی و دیگر مصروفیات کی بنا پر اس سے علیحدہ ہو گئے۔ جوش میموریل
کمیٹی کے منشور میں یہ بات بھی شامل تھی کہ حضرتِ جوش کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں بھی اسی کمیٹی کے
تحت شائع کی جائیں گی کو کہ جوش میموریل کمیٹی کے ارکان نے اس سلسلے میں بھی خلوص و محبت کا اظہار کیا
لیکن اس کام میں سب سے بڑی رکاوٹ فنڈز کی عدم دستیابی تھی اور ہر سال برسی کے موقع پر یہ بات مسئلہ
بن جاتی کہ برسی کے لئے فنڈز کہاں سے اٹھائے جائیں؟ سو یہ مسئلہ تاحال حل نہیں ہو سکا ہے اور یہی وجہ
ہے کہ حضرتِ جوش کی کتاب ہم جوش میموریل کمیٹی کے تحت شائع نہ کر سکے۔ اور اس موقع سے فائدہ
اٹھا کر بہت سے لوگوں نے جوش صاحب کی کتابیں بغیر اجازت چھاپنا شروع کر دیں اس کام میں ان کے
سب سے قریب رہنے والے احباب پیش پیش تھے۔ میں یہ بات معذرت کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ یہ وہی
لوگ ہیں جنہوں نے حضرت جوش کی آخری دنوں میں عیادت تو درکنار جنازے میں شرکت بھی گوارہ نہ
کی۔ یہ بات میں دل برداشتہ ہو کر لکھ رہی ہوں۔ میں نے اپنے بابا کو خاموش زبان سے شکوہ کرتے اور
اشک آنکھوں سے روتے دیکھا ہے پروفیسر مجتبیٰ حسین صاحب مرحوم ایک مرتبہ ملنے آئے تو بابا کی خاموشی
دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دیئے۔ میرا دل بھی یہ سب کچھ دیکھ کر بھر آیا۔ میں ان کی اداس شاموں کی
چشم دید گواہ ہوں کہاں وہ وقت کہ حضرتِ جوش کی شامیں دوست احباب کی محفلوں سے پُر رونق رہا کرتی
تھیں اور کہاں ان کی ویرانی اور اداسی۔ ہاں البتہ اس مضمون میں جناب سیّد حفیظ الرحمٰن صاحب کا ذکر
ضروری سمجھتی ہوں۔ یہ بہت ہی پیارے اور مشفق آدمی تھے۔ نگینے کے رہنے والے تھے۔ حفیظ
صاحب تقریباً روزانہ ہی جوش صاحب کے پاس آتے تھے اور آخری دنوں میں جب جوش صاحب بے ہوشی
کی حالت میں تھے صرف انہیں کی آواز پر آنکھیں کھول کر مسکرائے تھے۔

کتنی دکھ کی بات ہے کہ جوش صاحب کو مارشل لاء دور میں بلیک لسٹ کیا گیا اور اسی مارشل لاء
دور میں جب پہلی اہلِ قلم کانفرنس منعقد کی گئی تو شاعروں اور ادیبوں کا ایک جمِ غفیر اسلام آباد ہوٹل میں جمع
ہوگیا مگر افسوس کہ آپ ادیب حضرات اپنے اس عظیم ساتھی کا ساتھ نہ دے سکے جو آمروں اور
ظالموں کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرتا رہا حالانکہ اگر ادیب برادری اس بات پر احتجاج کرتی اور کانفرنس
کا بائیکاٹ کرتی تو آنے والے وقت میں کسی کو بھی ادیبوں کی طرف میلی نظر سے دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی لیکن

یہاں کسے کوئی کیا سمجھائے کہ ذاتی مفادات لوگوں کو زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ان باتوں سے اور جوش صاحب کے احباب کے ناروا سلوک سے دل برداشتہ ہو کر ہم نے عہد کیا تھا کہ کسی کو بھی کتاب نہیں دیں گے اب چونکہ جنگ پبلی کیشنز نے اسے چھاپنے کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ کتاب اُنھیں کے توسط سے شائع ہو رہی ہے۔ حضرتِ جوش کا یہ مجموعۂ کلام "محراب و مضراب" 1955ء سے 1971ء تک کے کلام پر مبنی ہے اس کے سات ابواب ہیں اور یہ کتاب تقریباً 700 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد ارادہ ہے کہ ان کی دوسری غیر مطبوعہ کتاب "محمل و جرس" کے علاوہ غیر مطبوعہ رباعیات اور مرثیے بھی چھاپ جائیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ان کا کلیات چھاپا جائے مگر افسوس کہ ان کی مطبوعہ کتب دستیاب نہیں ہیں اہلِ قلم حضرات سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں میری مدد کریں۔

اب کچھ کتاب کے بارے میں کہنا ہے کہ میں نے کتاب کے مسوّدے پر نام اور ضروری باتیں انھیں سے ان کی زندگی میں پوچھ لی تھیں کوشش کی ہے کہ جیسا وہ چاہتے تھے ویسا ہی چھاپا جائے جو لوگ جوش صاحب پر تحقیق کر رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جوش صاحب کی بہت سی غیر مطبوعہ چیزیں چوری ہو گئی ہیں۔ اگر اس کتاب کی اشاعت میں کوئی کوتاہی یا کمی بیشی ہو گئی ہو تو اسے نظر انداز کیجئے گا اور آئندہ کتب کی اشاعت کے سلسلے میں میری رہنمائی کیجئے گا۔ ——— فی الحال جوش میموریل کمیٹی اسلام آباد اور کراچی میں قائم ہے۔ کراچی کی شاخ کو جوش صاحب کی پوتی ساجدہ آفریدی عقیدت مندانِ جوش کے ساتھ مل کر بخیر و خوبی چلا رہی ہیں۔ خیال ہے کہ دوسرے شہروں میں بھی جوش میموریل کمیٹی کی شاخیں قائم کریں۔ اس سلسلے میں ادب سے لگاؤ رکھنے والے حضرات سے ہم نیک توقعات وابستہ کرتے ہیں۔

اس مضمون کے آخر میں ایک بار پھر تمام حضرات سے اُمّید کرتی ہوں کہ میرے اس کام میں میرا ساتھ دیں گے اور میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ شکریہ

تبسُّم اخلاق ملیح آبادی

صدر جوش میموریل کمیٹی

اسلام آباد (93-1-29)

مجھ سے کہا گیا ہے کہ قبلہ جوش صاحب کی کتاب پر کچھ لکھوں شش و پنج میں ہوں کہ کیا لکھوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اوّل تو میں ادیب نہیں، دوئم یہ کہ حضرت جوش کی شاعری پر کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے، تو چلئے یوں کرتے ہیں کہ ان باتوں سے ہٹ کر کوئی بات کریں یعنی ایک باپ بیٹے کی بات۔ وہ

میرے والد تھے اور مجھے بے حد عزیز تھے وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے انھوں نے سب بچوں کے پیار سے چھوٹے چھوٹے نام رکھے ہوئے تھے۔ جب لکھنے پڑھنے اور احباب سے فرصت پاتے تو بچوں کو اپنے پاس بلا کر بٹھا لیتے اور پھر مزے مزے کی باتیں کرتے ان کی پیاری باتوں میں ہی ہم لوگ نصیحت حاصل کرتے تھے۔ شعر و شاعری کی باریکیوں کو بھی ہلکی پھلکی باتوں میں سمجھا دیتے تھے۔ میں ان کی شخصیت کے بارے میں کیا لکھوں کہ سب کچھ تو وہ اپنی سوانح حیات "یادوں کی بارات" میں ہی لکھ گئے تھے مزید یہ کہ وہ کھلی کتاب تھے کہ جو بھی چاہتا جس صفحے سے چاہتا آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔ ان کی شاعری کے بے شمار پہلو ہیں وہ شاعرِ شباب، شاعرِ انقلاب، شاعرِ رومان اور مصورِ فطرت کہلائے۔ وہ انسان دوست تھے۔ ان کے نزدیک ساری دنیا ایک اکائی کی شکل رکھتی ہے۔ مذہب، ذات پات، فرقے، ممالک کی تقسیم کی حدوں کی باڑھ ہماری بنائی ہوئی ہیں ورنہ انسان کا خمیر تو ایک ہی ہے۔

جہاں تک الفاظ کے استعمال کا معاملہ ہے وہ مختلف خیالات و واقعات کے لئے انھیں کے مطابق الفاظ کا چناؤ کرتے تھے اگر ان کے اشعار کا بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ انھوں نے کوئی بھی لفظ بے مقصد استعمال نہیں کیا۔ جو یہ بات بھی سمجھ نہ سکیں ان کے لئے حضرت جوش ہی کی رباعی پیش ہے۔

لیلائے سخن کو آنکھ بھر کر دیکھو
قاموس و لغات سے گزر کر دیکھو

الفاظ کے سر پر نہیں اڑتے معنی
الفاظ کے سینے میں اُتر کر دیکھو

زیرِ نظر کتاب محراب و مضراب ان کا غیر مطبوعہ کلام ہے ادب سے لگاؤ رکھنے والے حضرات اس کتاب کے شدت سے منتظر تھے انتظار کی گھڑیاں اب ختم ہوئی ہیں اور کتاب حاضر ہے۔

میں اپنی عمر کے اس حصے میں ہوں جب آدمی کی ہمتیں دل و دماغ اور اعصاب جواب دے جاتے ہیں لہٰذا میں نے قبلہ جوش صاحب کی کتب کی اشاعت وغیرہ کا کام اپنی ہونہار بیٹی اور قبلہ جوش صاحب کی پوتی تبسم [illegible] کے سپرد کر دیا ہے۔ اُمید کرتا ہوں کہ قبلہ کی دوسری کتب کی اشاعت بھی جلد ہو جائے گی۔

میں ادارہ [illegible] مظفر محمد علی صاحب کو اس خوبصورت کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام

سجاد حیدر خروش

(فرزند جوش ملیح آبادی)

حیران و پریشان و تپاں ہوں، اے جوشؔ
اِک عمر سے، ہر سو، نگراں ہوں، اے جوشؔ

یہ "مردہ، بدستِ زندہ" کی بات نہیں
میں زندہ، بدستِ مردگاں ہوں، اے جوشؔ

پروڈکشن : طاہر اصغر
سرورق : اقبال مہدی، انیس یعقوب
ٹائٹل پیسٹر : سعید ساجد
پروف ریڈر : محیط اسمٰعیل
کمپوزنگ : محمد واجد

ترتیب

غرفہ سوئم، ۱۸۹

غرفہ چہارم، ۳۰۹

غرفہ پنجم، ۳۴۳
(باہنگ غزل)

غرفہ ششم' ۴۷۵

غرفہ ہفتم' ۴۹۵

غرفہ ہشتم (رباعیات گوناگوں)، ۶۱۹

غُرفۂ اوّل

بنامِ قوّتِ حیات

زندہ در گور

ممکن ہے، اہلِ فکر میں کل برگزیدہ ہوں
اب تک تو ایک زمزمۂ ناشنیدہ ہوں

بخشی ہے، آسماں نے مجھے قسمتِ قلم
پاکوبِ راہِ تیرگیٔ و سر بریدہ ہوں

اب تک، کہیں فضا پہ نہیں عشوۂ ہما
اِک مدّتِ دراز سے گو دام چیدہ ہوں

ذرّاتِ ناسزا کی ضیافت کے واسطے
شبنم کی طرح، برگِ سمن سے چکیدہ ہوں

اہلِ بہشت کیوں نہ غضب‌ناک ہوں کہ مَیں
میدانِ آگہی کا غزالِ رمیدہ ہوں

دھوئیں ہیں، میرے کُفر کی شہرِ مجاز میں
صرف اس گناہ پر کہ حقائق رسیدہ ہوں

پوجو تو ذُوالجلال — جو توڑو تو صرف بُت
مَیں، اُس خدائے، اہلِ جنوں، سے کشیدہ ہوں

جس کا لہُو حلال ہے، وہ رندِ کُشتنی
جس کا صِلہ حرام ہے، مَیں وہ قصیدہ ہوں

جو، بخشتی ہے ذہن کو شمشادِ قامتی
مَیں، آج اُس نگاہ کے ہاتھوں خمیدہ ہوں

اس جُرم میں کہ عشق کو کہتا ہوں ضُعفِ عقل
مَیں، خانقہ دریدہ و مسجد گزیدہ ہوں

کہتے ہیں مجھ کو لفظ نشیں، رمز ناشناس
ہر چند، سوئے شہرِ معانی، دویدہ ہوں

اِس دَور کی نظر میں، بایں نور و پختگی
قندیلِ بے فروغ و مئے ناکشیدہ ہوں

مُجھ سے خفا ہے ذُرّیتِ صرصر و سموم
صرف اس قصور پر کہ قبا پروریدہ ہوں

مرنے کے بعد، قبر میں گڑتا ہے آدمی
مَیں ـــ دورِ زندگی ہی میں، خاک آرمیدہ ہوں

سَو سال بعد آئے گی، جس کی، زمیں پہ، فصل
مَیں بدنصیب، وہ ثمرِ نو رسیدہ ہوں

اے زود زادگی و توقُّف بُریدگی
تیری نوازشوں سے، گریباں دریدہ ہوں

گزریں گے، میری فکر کے جادے سے، کل، جلوس
گو، آج، کارواں سے تعلُّق بُریدہ ہوں

کل، نُطقِ عرش و فرش پہ ہو گا مرا سُخن
کیا ہے، جو آج مُصحفِ نا رحل دیدہ ہوں

مَیں ـــ کثرتِ ظُہُور سے، نادِیدَنی ہُوں، جوؔش
مَیں ـــ شدّتِ وُجُود سے، نا آفریدہ ہُوں

ظُلم [1]

اِس دَورِ قیل و قال میں، لایا گیا ہُوں مَیں
وہموں کی ناگنوں سے ڈسایا گیا ہُوں مَیں

ممنُوع ہے دَر آمدِ فِکر و نظر جہاں
اُس مُلکِ ناکساں میں بسایا گیا ہُوں مَیں

صِرف اِس قصُور پر کہ مری طَبع ہے بُلند
پُر ہَول پستیوں میں گِرایا گیا ہُوں مَیں

اِس جُرم میں کہ داعئ تطہیرِ عقل ہُوں
تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہُوں مَیں

[1] عربی معنی میں یعنی کسی چیز کو غلط مقام پر رکھنا۔ غلط نہادگی

یہ طُرفہ ماجرا ہے کہ دیوارِ کج کی طرح،
پاداشِ حرفِ راست میں، ڈھایا گیا ہوں مَیں

کیا جانے، کس صلے میں سُلائے گئے ہیں لوگ
کیا جانے، کس خطا پہ، جگایا گیا ہوں مَیں

جب، نامِ حق، زبان پہ لایا ہوں، ایک بار
اُلّو، ہزار بار بنایا گیا ہوں مَیں

ایسا نہ ہو، بہشت کی سُننا پڑے نوید
پہلوئے ابلہاں میں بٹھایا گیا ہوں مَیں

ایوان آگہی میں جلاتا ہوں کیوں چراغ
صرف اس بناء پہ جوشؔ، بجھایا گیا ہوں مَیں

وحشی ماحول

قلعۂ واہمہ ڈھاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے
شہرِ اندیشہ بساتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

شورِ قرنائے روایت کی عمل داری میں
لَے درایت کی بڑھاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

جن "چراغوں" سے اندھیروں کے نکلتے ہیں جلوس
اُن چراغوں کو بجھاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

"ذکر" کی رات کے پُر ہول سیہ خانوں میں
فکر کی شمع جلاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

کیا خبر، تیر، اندھیرے میں، کدھر سے آ جائے
ذہن کی جوت جگاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

جہل کے دشت میں، عریاں ہیں، اُنہی تلواریں
رایتِ علم اُٹھاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

جن کے چہروں پہ ہیں غلطیدہ جنوں کے آثار
اُن کو آئینہ دکھاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

منطقی ربط نہ جس میں ہو، وہ شے ہے مہمل
لب پر اس بات کو لاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

بدتر از کفر، سمجھتے ہیں جو بیداری کو
اُن دوانوں کو جگاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

"دو" کی تکرار سے واقف تو ہوں، اے محرمِ راز
پر اُسے "چار" بتاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

فتنۂ عشق ہے، صدیوں سے، کچھ ایسا برپا
کہ، سوئے عقل بلاتے ہوئے، جی ڈرتا ہے

کہنہ اَقوال کے فالج میں گرفتار ہیں آپ
یہ، مریضوں کو بتاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

دار پر کوئی چڑھا دے نہ، بجُرمِ الحاد
سَر کو، زانو پہ جُھکاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

اس تصوُّر سے کہ بچّے نہ بلک کر رہ جائیں
دُودھ، ذہنوں کا چُھڑاتے ہُوئے، جی ڈرتا ہے

پیچ و تاب

بساطِ خاک پر، کس کو مجالِ خواب ہے ساقی
کہ سناٹا بھی، آوازوں کا اِک گرداب ہے ساقی

ہر اک آن اِک تلاطم ہر نفس اِک پرفشانی ہے
جہانِ آب و گل، اِک قلزمِ سیماب ہے ساقی

کسی شے پر، نظر جمتی نہیں، اربابِ کشتی کی
محیطِ وقت میں اس درجہ پیچ و تاب ہے ساقی

دیارِ جہل ـــ شورِ ادّعائے علم و آگاہی
حریم علم ـــ خاموشی و استعجاب ہے ساقی

جیسے، بھٹکا ہُوا انسان، بیداری سمجھتا ہے
قیامت ہے کہ وُہ بھی اِک طلسمِ خواب ہے ساقی

سمجھتے ہیں ــــ معاذاللہ ــــ وُہ، انسان کو مجرم
جو کہتے ہیں، خُدا بخشندہ و توّاب ہے ساقی

ارے، یہ کیا تماشا ہے کہ خُود، بحرِ معانی بھی
وُفورِ تشنگی سے، ماہیِ بے آب ہے، ساقی

مرے نزدیک تو، عقل و عقائد کی ہم آغوشی
نکاحِ بےقبُول و عقدِ بےایجاب ہے، ساقی

وہاں، کس کو، کلیدِ کعبۂ دارُالعمل بخشوں؟
دُعاؤں سے، جہاں، اُمّیدِ فتحِ باب ہے، ساقی

سرِ گردُوں، "فتوحِ" انبیاء کے، نصب ہیں خیمے
سرِ گیتی، شکستِ منبر و محراب ہے، ساقی

بس، اِک تیرے تبسُّم کے تسلسُل کی ضرُورت ہے
خزف بھی، لعل بننے کےلیے بےتاب ہے ساقی

چھڑک کر بادۂ رنگیں، اُگا دے لالہ و نسریں
کہ ارضِ شعلۂ جوّالہ بھی شاداب ہے ساقی

مُناسب ہو، تو گوشِ عرش تک، یہ بات پہنچا دے
کہ اب تک آدمی، اس فرش پر، نایاب ہے، ساقی

یہ سمجھا دے اُنہیں جو رنگ کو "مکھڑا" سمجھتے ہیں
کہ یہ مکھڑا نہیں، گُل بارِ جلباب ہے، ساقی

بجا ارشاد ہے تیرا کہ جس کو صُبح کہتے ہیں
وہ ـــ شب کے خندۂ دنداں نُما کی آب ہے، ساقی

اُٹھاتا ہوں نظر، تو دشت و دریا جھنجھناتے ہیں
یہ، میری لرزشِ مژگاں نہیں، مضراب ہے، ساقی

مَوجِ گونا گوں

(۱)

نہیں ہے نیم نفَس بھی، یہاں، مجالِ درنگ
کہ قدِّ ذوق طلب پر قبائے عمر ہے تنگ

نفَس ہے گرم، تو، کونین زحمتِ یک گام
نفَس ہے سرد، تو یک گام بھی، دو صد فرسنگ

نچا رہا ہے تمدّن کو، قتل گاہوں میں
کرشمۂ دفِ امریکۂ و ربابِ فرنگ

"تیرا "خلیفہ" کہاں تک لہو بہائے گا"؟
خدا سے پوچھ رہی ہے یہ "ویٹ نام" کی جنگ

خُدا کرے کہ غلط ہو یہ دِل شکن افواہ
کہ عہدِ زار کی، پھر گھُٹ رہی ہے رُوس میں بھنگ

پیمبروں کو، ہدایت کے ہل چُکے ہیں صلے
اور اُمتّوں میں، ابھی تک ہے خُوئے گرگ و نہنگ

کسے بتاؤں کہ اک پُرفشاں حباب پہ ہے
بنائے قُبّۂ دستار و گُنبدِ اورنگ

(۲)

اُدھر، تلاطُم یورُپ سے، دِل ہے زیر و زبر
اِدھر، غنُودگیٔ ایشیا پہ، عقل ہے دَنگ

جو، آندھیوں کو ہنکاتی ہے، مشعلوں کی طرف
اُڑا رہا ہے مرا مُلک، اُس ہوا میں پتنگ

یہاں، ذہانتِ اہلِ گُماں ہے، بے تحقیق
یہاں، غباوتِ اہلِ یقیں ہے، بے فرہنگ

اِدھر ہے، کار گہِ جُستجُو میں، آہ و فغاں
اُدھر ہے، بار گہِ ہاؤ ہُو میں، رامش و رنگ

اِدھر خموش ہیں، خوفِ سُبک سَراں سے حکیم
اُدھر، خروش میں، جوشِ قلندری سے، مَلنگ

وہاں چھڑے بھی تو کیوں کر نژادِ نَو کا رَباب
بجا رہے ہوں، بُزرگانِ دِیں، جہاں مِردَنگ

(۳)

مرے حضور نہ آ، غازیِ عُقاب مزاج
کہ مَیں ہوں داوَرِ اَمن، اور تو، پیمبرِ جنگ

نگارِ وحدتِ اقوام کی جراحت پر
مری نگاہ ہے مرہم، تری نظر ہے خَدَنگ

مجھے ہے خواہشِ طاقت، برائے لالۂ و گُل
تجھے ہے خواہشِ طاقت، برائے تیر و تُفنگ

ترے دماغ میں آشفتگیِ طبل و رَجز
مرے دماغ میں آسودگیِ بَربط و چَنگ

ترے خیال میں بے رِشتہ قطرۂ و قُلزُم
مرے خیال میں، یک نسل آبگینۂ و سَنگ

تری نگاہ میں ہے، انفعالِ دَیر و حَرَم
مری نگاہ میں ہے، اتّصالِ کوثر و گنگ

مرے خیال کا مَیدان، لالہ زار و فراخ
ترے خیال کی انگنائی، نم رسیدہ و تنگ

ترے قلم میں ہے نیزے کی نوک تیغ کی دھار
مرے قلم میں ہے شاخوں کا لوچ، قوس کا رنگ

تری سرشت میں، تفریقِ این و آں کی ہوس
مرے خمیر میں تنظیم این و آں کی ترنگ

(۴)

جو، ریگ زار پہ، دم بھر، نظر جماتا ہوں
تو، دوڑتے ہیں، مری سمت، سیکڑوں ارژنگ

مری مژہ کی پَر افشانیوں میں، فصلِ بہار
مرا خیال شبستاں، مرا سکوت، آہنگ

مری نظر سے، چھلکتی ہے، روحِ ظلمت و نور
مرے نفس سے، کھنکتی ہے نبضِ شیشۂ و سنگ

جَہاں سے، کوہِ مُعَلّٰی ہَے، صِرف اِیک قَدَم
مُجھے مِلی ہَے، رَگِ بَرگِ کاہ مِیں، وُہ سُرَنگ

اَپنی اَپنی پسند

دہر سے مانگتے ہیں دُوں ہمت
قند و قندیل و قلعۂ و قوّت

مسند و مُہر و منبر و محراب
طبل و طنبور و طالع و طاقت

مجلس و ماہ و مطرب و مینا
شمع و شہ ناز و شکر و شربت

ساغر و ساعد و سراج و سرور
زُلف و زربفت و زخمۂ و زینت

طوؔر و نوؔر و ظہوؔر و حوؔر و قصوؔر
جام و جشن و جلاجل و جنّت

شاہد و شیشۂ و شراب و شباب
رامش و رنگ و رفعت و رائت

زیرِپا — فرشِ لالۂ و نسریں
زیبِ سر — تاجِ حشمت و دولت

قحطِ درد و تموّجِ درماں
قلّتِ کار و کثرتِ راحت

گل رخانِ شگفتۂ و نوخیز
شیشہ تن، شعلہ روٗ، شرر طلعت

خیمۂ مہ وشانِ سوسن طبع
نغمۂ مطربانِ گل طینت

اس، گرجتے کرّے کی شورش میں
رقص کا لمحہ، راگ کی فرصت
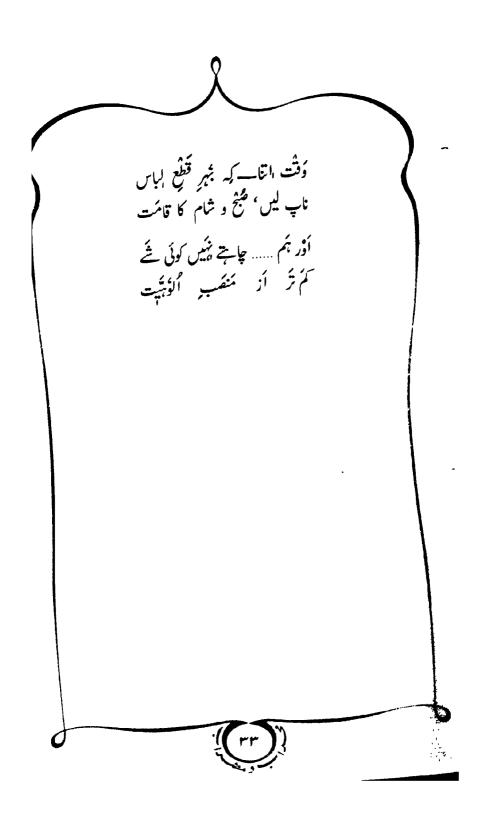
وَقت اتنا — کہ بہرِ قطعِ لباس
ناپ لیں، صُبح و شام کا قامت

اَور ہم ...... چاہتے نہیں کوئی شے
کَم تَر از مَنصبِ اُلوہیّت

کیا ہو گا؟

یقین ڈوب گیا، تو گماں سے کیا ہو گا
زمیں سے جو نہ ہوا، آسماں سے کیا ہو گا

مزا تو جب ہے کہ نظمِ چمن پہ چھا جاؤ
شکایتِ روشِ باغباں سے کیا ہو گا

بہارِ خونِ جگر سے اُگے تو بات بنے
نوائے شکوۂ جورِ خزاں سے کیا ہو گا

[illegible] اخبار نے اسے چھاپنے کی

جو رند ہو— تو— اُٹھا لو پیالہ خُود بڑھ کر
اس انتظارِ عطائے مُغاں سے کیا ہو گا

غُرورِ قلعہ شکن، وقت کا تقاضیٰ ہے
سجُودِ بار گہِ خسرُواں سے کیا ہو گا

سرِ یزید، اُتارے بغیر، اے یارو
فقط حُسینؑ پر آہ و فُغاں سے کیا ہو گا

جو مرد ہو، تو، چُنیں و چُناں کو زیر کرو
اس احتجاجِ چُنیں و چُناں سے کیا ہو گا

مُجاہداتِ زمان و مکاں میں در آؤ
مُذاکراتِ زمان و مکاں سے کیا ہو گا

ہوا کے دوش کو، بارُود کی ضرُورت ہے
شمیمِ گیسوئے عنبر فشاں سے کیا ہو گا

جو سورما ہو، تو، چنگیز خاں سے ٹکّر لو
فقط مذمّتِ چنگیز خاں سے کیا ہو گا

سُنو، سُنو کہ یہ، گرَدُوں سے آ رہی ہے صَدا
کہ ذُوالفِقار سے بولو ... زَباں سے کیا ہو گا

کیا کروں؟

راست بیں ہوں ... آرزوئے کج کلاہی کیا کروں
مَیں، گدائے کوئے استغنیٰ ہوں، شاہی کیا کروں

پُشتِ باطل پر ہے، اَعیانِ سیاست کی سپاہ
کیا کروں، اے آرزوئے حق پناہی کیا کروں

جنگ و طوفان و وَبا وَ صرصر و قحط و قتال
آدمی کی، ہر طرف سے ہے تباہی، کیا کروں

یہ بلکتا چرخ، یہ اُبنکارتی دُکھیا زمین
ایک، ہلچل، ماہ سے ہے، تابماہی، کیا کروں

باغ کا ایک ایک بوٹا، مائلِ پرواز ہے
مَیں، تِرا مقدم، نسیمِ صُبح گاہی، کیا کروں

مُطربوں میں ــــ روپ بھر کر، خوش نوا لمحات کا
فوجِ ماتم کے، در آنے میں سپاہی، کیا کروں

پھر کرن پھوٹی، اُٹھائے نیزۂ صد احتیاج
زندگی، بیدار ہو کر، پھر کراہی، کیا کروں

حُکمِ فطرت پر، کہ فرمانِ رسالت پر چلوں؟
مُنہ سے بولو، اَے اوامر، اَے نواہی، کیا کروں؟

جو خطا مَیں نے، ارادی طور سے، کی ہی نہیں
کردِ گارا ــ اُس "خطا" کی عُذر خواہی کیا کروں؟

بستے بستے، قبر بن جاتا ہے شہرِ آگہی
آتے آتے، ٹوٹ جاتی ہے جماہی، کیا کروں

صوت نے، دل میں کھٹکتی ہے، کسے آواز دوں؟
بوئے گُل، سینے میں چبھتی ہے، الٰہی، کیا کروں
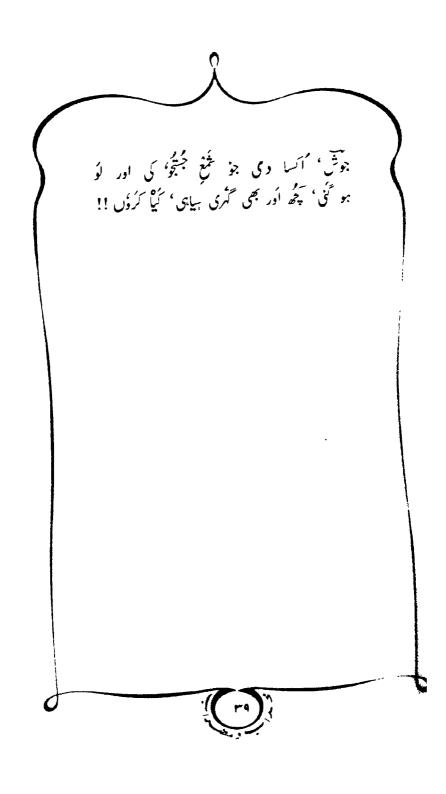
جوشؔ، اُکسا دی جو شمعِ جستجو کی اور لَو
ہو گئی، کچھ اور بھی گہری سیاہی، کیا کروں !!

اَور

""کیا سَر پہ رَہے فکر کا خورشیدِ مُبیں اَور"؟
ڈھل جائے' کہ کچھ دُھوپ چڑھے اَور؟"" "نہیں اور"

مستی میں' کچھ آمیزشِ پستی ہے' ابھی تک
اک عشوۂ ترکانہ' مِرے زُہرہ جبیں اَور

ہاں' کعبۂ اسرار کے' جھلکے وُہ منارے
دَم بھر ابھی' اَے عقلِ رسا' بَرسرِ زیں اَور

وُہ دیکھ' دلِ عرشِ بَریں کانپ رَہا ہے
اک کروٹ' اِسی ناز سے' اَے فرشِ مُبیں اَور

جُنبش میں ہیں، مے خانۂ اسرار کے پردے
اِک نعرۂ مستانہ خراباتِ نشیں اور

ناقابلِ برداشت ہے، یہ خواب کی دُنیا
لے چل مجھے، اے دیدۂ بیدار، کہیں اور

اس رشتۂ فرسودہ میں، باقی نہیں اب جان
اے فکرِ بشر، ڈھونڈ کوئی حَبلِ متیں اور

اربابِ تجسّس کی بغاوت ہے عبادت
جاتے ہیں بہت دور کہ آ جائیں قریں اور

لے، میں تو چلا، جانبِ اقلیمِ تفکّر
اے سنگِ درِ وسوسہ، اب ڈھونڈ، جبیں اور

لب، معرضِ جُنبش میں ہیں، لیلائے گماں کے
تقریر نہ فرمائیں اب اربابِ یقیں اور

شکریّہ سلیمان، خدا حافظ و ناصر
درکار ہے اب خاتمِ خاطر کو نگیں اور

اَدیانِ کُہن سال کو، یہ مُژدہ سُنا دو
تَدوین کی مَنزل میں ہے، اِک مُصحفِ دِیں اَور

وُہ، ساجدِ ذرّات، یہ، مَسجُودِ کواکب
مُلّا کی جبیں اَور، مُفکّر کی جَبیں اَور

زندگی

کیا، صرف نور ہی میں درخشاں ہے زندگی؟
ظلمت کے طاق میں بھی فروزاں ہے زندگی

پھولوں کے رنگ ہی میں نہیں، قلزمِ نمود
کانٹوں کے روپ میں بھی نمایاں ہے زندگی

تیرے خطوط ہی میں نہیں، اے خمِ بلور
رگ ہائے سنگ میں بھی پر افشاں ہے زندگی

ناپختگی ہے، اے حرکت، اس قدر غرور
فرشِ جمود پر بھی، گل افشاں ہے زندگی

اس درجہ ناز کر نہ غزالِ صبا خرام
کہ سارِ پا بگِل میں بھی، جولاں ہے زندگی

پیغمبر و فرشتۂ و یزداں و اہرمن
ان سب کی داستان کا عنواں ہے زندگی

قدرت کا، ایک زمزمۂ جاں نواز ہے
اے مفتیو، نہ کفر، نہ ایماں ہے زندگی

ہر مومن و مجوسی و ملحد کے فرق پر
بادِ شمال و ابرِ دُر افشاں ہے زندگی

جن مشکلوں پہ، حصر ہے، تکمیلِ ذات کا
اُن مشکلوں کے فیض سے، آساں ہے زندگی

دیکھیں — تو — کائنات کے دامن کی صرف بیل
[illegible] — تو — کائنات بداماں ہے زندگی

[illegible] شاں و ثریا پہ رواں دواں
[illegible] چشمۂ حیواں ہے زندگی

بہرِ حصولِ طنطنۂ حیّ لا یموت
دیوِ اجل سے، دشت و گریباں ہے زندگی

ہر بار، جو الجھ کے، سنورتی ہے اور بھی
نامِ خدا وہ گیسوئے پیچاں ہے زندگی

گاہے، نوائے مُغبچۂ نیم آستیں
گاہے، ادائے یوسفِ کنعاں ہے زندگی

سلمے کی اوڑھنی میں، ستاروں کی چھاؤں میں
مدھ ماتیوں کی لرزشِ مژگاں ہے زندگی

جیسے، دف و رباب سے، بجتی ہوئی برات
یوں، جادۂ نفس پہ خراماں ہے زندگی

لاکھوں جگر خراش حوادث کے باوجود
بانگِ طیور و سازِ بہاراں ہے زندگی

باوصفِ نالہ ہائے سحر گاہ و آہِ شب
چنگ و ربابِ خاطرِ شاداں ہے زندگی

جھنکار رہا ہے کون، یہ پازیب، زور سے
اشکوں کے تار پر بھی، غزل خواں ہے زندگی

تسخیرِ مہر و مہ سے بھی ہو گی نہ مطمئن
وہ آرزوئے منصبِ یزداں ہے زندگی

اُترا ہے، الغرض، جو رسولِ وجود پر
اے رحلِ کائنات، وہ قرآں ہے زندگی

یک سرو ہزار کوہ سار

(۱)

اس دورِ علم و عہدِ خرد میں بھی الاماں
یہ باہمی عناد ـــــ یہ، ذہنی تعصبات[1]

یہ خسروانِ شر و امامانِ فقہ کے
فطرت شکن اصول، نظر سوز کلیات

قلبی امور میں بھی، یہ تکبیرِ موبداں
جنسی محاذ پر بھی، یہ آویزشِ قضات

[1] تمام قافیے صوتی بنیاد پر ہیں

طینت کے باغ میں، یہ خس و خارِ امتناع
اطلاق کی جبیں پہ، یہ داغِ تعیّنات

یہ، آب و گل کا توسنِ آوارگی پسند
یہ، محبسِ نواہی و زنجیرِ دینیات

میلانِ داخلی پہ، یہ احکامِ خارجی
یہ دعوتِ صلاح، بایں ذوقِ سیئات

دارُ القضا میں، فطرتِ انساں کی "پیشیاں"
اجلاسِ محتسب میں، سُبو کے "مقدمات"

(۲)

نوعِ بشر کے گنبدِ سر میں، بایں شعور
یہ شورشِ جنوں، یہ خروشِ توہّمات

اقطابِ خود نگر کے، یہ الجھے مکاشفے
اجدادِ بے خبر کے، یہ بہکے تخیّلات

جولاں گرِ صمد میں بھی، یہ جلوۂ صنم
معمورۂ احد میں بھی، یہ لات، یہ منات

اس نظمِ کائنات کے مربوط ساز پر
یہ نغمۂ خوارق و گُل بانگِ معجزات

یہ، مرکبِ جہالتِ بازاریاں "علوم"
یہ، حاملِ جسامتِ گُرز گراں "نکات"

کج فہمیوں میں فرد، یہ "اعیانِ مستقیم"
تاریکیوں میں غرق، یہ "آیاتِ بینات"

(۳)

دشتِ مداہنت میں، یہ طنبورۂ "خلوص"
دستارِ زہرِ تلخ میں، یہ طُرّۂ نبات

یہ، دھوپ میں تپے ہوئے چاندوں کی روشنی
یہ، زہر میں بجھی ہوئی نظروں کے التفات

صرصر کو، پُشت پر، یہ بٹھائے ہوائے سرد
ظلمت کو، دوش پر، یہ اُٹھائے تجلیات

یہ، آگ میں ڈھلی ہوئی شب نم چکانیاں
یہ، تیغ کی پلی ہوئی موجِ تبسّمات

یہ 'دشتِ جبرِ وضع کے' پاتھے ہُوئے سلام
یہ' شیشۂ فریب کے ترشے تکلّفات

ٹھنڈی رگاوٹوں کی یہ اُٹھری ضیافتیں
ٹوٹے معاہدوں کے یہ جھوٹے تعلّقات

(۴)

یہ 'جنگِ اقتدار' کہ حاصل نہیں ہنوز
انسان کی گرفت سے' انسان کو نجات

یہ' بجلیوں کی لہر کا خم سوئے گُل ستاں
یہ' غزنوی کا طبل و علم' سوئے سومنات

یہ' معنوی ملال' یہ لفظی کدورتیں
قومی' یہ گیر و دار' یہ نسلی مناقشات

یہ' دیدہ ہائے صبح میں چبھتے مباحثے
یہ' دانۂ ہائے شام کو چُگتے مکالمات

یہ' پارہ ہائے وقت نگلتے مناظرے
یہ' دامنِ حیات کترتے مکابرات

یہ، رات کے گلے کو دباتی اُداسیاں
یہ، دِن کی ہڈیوں کو چباتے تردّدات

یہ بُغض و رَشک و نفرت و شب خون و دُشمنی
یہ حَرب و ضَرب و غزوہ و جنگ و مُباہلات

رَنگوں پہ یہ فساد، عقیدوں پہ یہ جہاد
یہ، دُنیوی قتال، یہ، دِینی مجاہدات

یہ کاوشِ معاش، یہ اندیشۂ مَعاد
یہ جستجوئے نان و تلاشِ صفات و ذات

یہ، قوسِ آشتی پہ کڑکتی کمانِ جنگ
یہ، آلِ مُصطفےٰ سے بدکتی ہوئی فرات

(۵)

پھولوں کی جستجو میں، یہ کانٹوں سے واسطے
رَنگوں کی آرزو میں، یہ خوں ریز واقعات

یہ، سینۂ بہار سے اُٹھتا ہوا دُھواں
یہ، خیمۂ نشاط کی جلتی ہوئی قنات

یہ، سر نگوں امید کے، جلائے ولولے
یہ، نم رسیدہ شوق کے، بیجے توقعات

اللہ، یہ مدبر ہستی کی بخششیں
خاروں کے لاکھ دن، تو چناروں کی ایک رات

ان زلزلوں کی پشت پہ، اور قصرِ تمکنت
ان ترشیوں کے سیل میں، اور کیفِ مسکرات

جو، ابتدا سے روند رہا ہے زمین کو
اُس تند آسمان سے اُمیدِ التفات!

یہ، موت کے بھنور، یہ حوادث کے بونڈرے
یہ، سیلِ اشک و آہ، یہ طوفانِ سانحات

آنکھوں کی پتلیوں میں، یہ گرداب ماہ و سال
سانسوں کے قافلے میں، یہ شورِ تغیرات

اک رشتۂ نظر میں، یہ صدیوں کا، عرض و طول
اک آنِ مختصر میں، یہ، قرنوں کے، مضمرات

اِک قلبِ ناتواں پہ، یہ آفاتِ روزگار
اِک فرقِ بے کلہ پہ، یہ ضرباتِ کائنات

اِک، بے نوا گدا پہ یہ "احسانِ" خسروی
اِک جانِ مبتلا پہ، یہ بارِ "تلطفات"

آہوں کے حلق سے، یہ گزرتے ہوئے جلوس
رُخ سے، یہ آنسوؤں کی نکلتی ہوئی برات

کاندھوں پہ روز و شب یہ جنازوں کے کارواں
کافور کی ہوا میں، یہ لپٹے تأسفات

نیندوں کی کروٹوں میں، یہ چبھتی کٹاریاں
بالینِ زندگی پہ، یہ افسانۂ ممات

راگوں کی مرلیوں میں یہ ناگوں کی کروٹیں
بانسوں کی اوٹ میں، یہ کراہوں کے حادثات

یہ واژگوں علوم، یہ اوندھی صداقتیں
یہ مفتری حواس، یہ اندھے مشاہدات

اور — پاس تمہ جبکہ وہ سارے
تم پہ لکھے گئے ہیں جس اسے نغمہ بن بیت !!

فریاد

اس اندھیری زندگی کی سمت بھی، ہاں، اک نگاہ
اے خدیوِ کشورِ نور و خدائے مہر و ماہ

کچھ گداہی پر نہیں موقوف، کارِ خستگی
شاہ بھی، کوئے تمنا میں ہے، بے کفش و کلاہ

زلزلوں کی رو میں ہے، تعمیرِ ایوانِ سکوں
آندھیوں کی راہ میں ہے، مشعلوں کی بارگاہ

دن — تمناؤں کی بھٹی، رات — امیدوں کی راکھ
وائے بر آشفتگیِ خاطرِ شام و پگاہ

ہر کمی ہے راکھ پر، تشنیع چھپی آگ پر
چھین سے اک سانس لینا بھی ہے، اقدامِ گناہ

زندگی کی ان مسلسل تلخیوں کے درمیاں
عقل حائر کہ نہیں ممکن، عقائد سے نباہ

ہر تجلی کے شرارے میں، ہزاروں ظلمتیں
ہر یقیں کے گوشوارے میں، کروروں اشتباہ

نغمۂ داؤد کے، ہر سو ہیں، بہرے مدح خواں
جلوۂ یوسف کے، ہر گوشے میں ہیں، اندھے گواہ

دین کے حجرے میں 'الا اللہ' کے نعروں کی گونج
زندگانی کے سمندر میں ہے خروشِ لا الٰہ

پروردگارا، قابلِ ماتم ہے دستورِ حیات
نوحہ خوانی ہر نفس، اور نغمہ کاری گاہ گاہ

اور پھر نغمے بھی کیسے؟ سوز میں ڈوبے ہوئے
جن کے زیر و بم میں، صد امواجِ دردِ بے پناہ

تھاپ کی گونج، اے چھلتی سینہ کوبی کی صدا
تال ـــ اک موزوں فغاں، سُر ـــ ایک خوش آہنگ آہ

گٹکری ـــ اِک کوندتی بجلی، تھرکتی بے بہ ـــ
لے ـــ کھنکتی ایک ہنسی، تان ـــ اِک بجتی کراہ

قُطب کے ایوان بھی گرداں ہیں، مانندِ حباب
کوہ کے اعصاب بھی لرزاں ہیں، مثلِ برگِ کاہ

ابرِ رحمت کی، گھنیری چھاؤں میں بھی، داورا
خاطرِ مجموع کا پودا، نہیں لیتا ہے ااہ

ہر نفس ہے، سربسر، اِک مستقل سوزندگی
صرف اندھی قبر ہے، انسان کی جائے پناہ

آدمی ہے، خاک کی خوراک، کیڑوں کی غذا
یہ مرا دعویٰ ہے، اور، لاکھوں جنازے ہیں گواہ

اے رؤف و رافع و رزّاق و رحمٰن و رحیم
قلزمِ غم ہائے انساں کی نہیں ملتی ہے تھاہ

ہاں — عناں کھینچے گزر اے شہسوارِ برق و باد
راستے میں، دور تک، نازوں کھڑے ہیں داد خواہ

مُعترِض فرِشتوں کی یاد دہانی

الٰہی خلقتِ آدم کے بیجانی ارادے میں
کروروں، ہو نکلتے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

تری تسبیح کو حاضر ہے لشکر، خانہ زادوں کا
یہ آدم ہے بڑا باغی، بڑا طاغی، کھرا کھوٹا

ڈبو دے گا لہو میں ذہر کو، یہ خاک کا پتلا
بشر، پیغمبرِ شر ہے، اسے پیدا نہ کر مولیٰ

. . . . . .

یہ آلِ تیغ ہے، اولادِ پیکاں، ہم نہ کہتے تھے؟

ابھی خلقتِ آدم سے پہلی ارادے میں
کروڑوں ہو گئے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۲)

جہاد و جذبہ و جاہ و جہاں و ذہن کی الجھن میں
عصا و چتّر و مُہر و افسر و اورنگ کی الجھن میں

زبان و ملک و نسل و قوم و دین و رنگ کی الجھن میں
دف و طنبورہ و طاؤس و عود و چنگ کی الجھن میں

بہانے کا لہو دھرتی پہ انساں، ہم نہ کہتے تھے؟

ابھی خلقتِ آدم سے پہلی ارادے میں
کروڑوں ہو گئے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۳)

سعادت کو گرایا جائے گا، قصرِ نحوست میں
کتب خانے جلائے جائیں گے، شہرِ جہالت میں

زبانِ صدق کاٹی جائے گی دارُالخلافت میں
ہر اخلاص تولا جائے گا "صحنِ عدالت" میں

بہ میزانِ غمِ شمشیرِ بُرّاں، ہم نہ کہتے تھے؟

الٰہی، خلقتِ آدم سے ہیجانی ارادے میں
ہزاروں، ہو نکلتے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۵)

مرے گا یہ، فقط اپنی ہی عشرت کے سفینے پر
یہ، ٹانکے گا گُہر، بس، اپنی ہی ٹوپی کے فیتے پر

ترس کھائے گا یہ ظالم، نہ مُردے پر، نہ جیتے پر
نگاہِ قہر، اب ہے کس لیے اپنے چہیتے پر؟

. . . .

بنا ہے خسروِ اقلیمِ عُدواں، ہم نہ کہتے تھے؟

. . . . .

الٰہی، خلقتِ آدم کے ہیجانی ارادے میں
کمزوروں، ہو نکلتے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۶)

بنے کا کوئے خوباں میں نہ خالی مرکزِ لذت
خراباتِ مغاں ہی میں نہ کونجے کی عنایت

یہ لے بڑھ جائے گی اتنی کہ بہر مستی و عشرت
حرم میں بھی، کہے گا الاماں رفعت و حشمت

جلائی جائے گی قندیلِ عصیاں، ہم نہ کہتے تھے؟

الٰہی، خلقتِ آدم کے ہیجانی ارادے میں
کمزوروں، ہو نکلتے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۷)

کبھی، طغیانِ وحشت سے کبھی، جوشِ تمنا سے
کبھی، دل کے اشارے سے کبھی اوروں کے ایماء سے

کبھی، آہنگِ امشب سے، کبھی گل بانگِ فردا سے
کبھی، ہیجانِ مستی سے، کبھی، دستِ زلیخا سے

. .

پھٹے گا، حضرتِ نائب کا داماں، ہم نہ کہتے تھے؟

الٰہی، خلقتِ آدم کے، ہیجانی ارادے میں
کروروں، ہو نکلتے فتنے ہیں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۸)

بنے گا شوقِ عصیاں، کوہِ آتش بار کا لاوا
نکالا جائے گا، اِس آدمی کا، خُلد سے، باوا

خلافت کھائے گی، اِک روز، دشتِ کفر میں کاوا
ہماری بات کو ٹھکرا کر اب، کیوں ہے یہ پچھتاوا

....

بغاوت پر اُتر آئے گا انساں، ہم نہ کہتے تھے

....

الٰہی، خلقتِ آدم کے، ہیجانی ارادے میں
کروروں، ہو گئے تھے فتنے میں غلطاں، ہم نہ کہتے تھے؟

(۱۱)

قوائے این و آں کو، فکر کی بھٹی میں پگھلا کر
محیطِ بے کرانِ ثابت و سیار پر چھا کر
زمین و آسماں کی طاقتوں کو فتح فرما کر
حیاتِ جاوداں کا تاج، پیشانی پہ جھمکا کر

یہ، کل ہو گا، اُلوہیت[1] کا خواہاں، ہم نہ کہتے تھے؟

[1] جہالت

آنسوؤں سے، موتیوں کی طرف

فقیہہِ شہر، سُبک سر ہے، مُحتسب جلّاد
اُٹھاؤ ساغرِ ارشاد، ہر چہ بادا باد

لوائے زمزمہ کھولو کہ بند ہو، درِ آہ
سرائے دہر کے، اے صاحبانِ بست و کشاد

بجھاؤ آتشِ افلاس و دوزخِ اوہام
مخلِ شرم ہے یہ کاہشِ معاش و معاد

جلاؤ طاقِ خطابت میں، راستی کے چراغ
ہنوز لب پہ ہے غلطیدہ حرفِ کج بنیاد

ٹپک رہا ہے، مساماتِ زندگی سے لہو
نفس کی موج میں غلطاں ہے نشترِ فصّاد

وہاں کہ خونِ جگر سے، چراغ جلتے ہیں
یہ غلغلے ہیں، کہ ہوتی ہے غیب سے امداد

یہ وہم تا بکجا، ساجدینِ گریہ کناں
کہ آسمان سُنے گا، زمین کی فریاد

نگارِ دعویٰ رحمت کا رنگ اُڑ جائے
اگر سناؤں، غمِ روزگار کی روداد

(۲)

مگر، اسی غمِ دوراں کی سرد آہوں کو
بنا رہی ہے دف و چنگ، فکرِ تازہ نژاد

بیُمنِ ذہن بنے گا الٰہِ امن و اماں
یہ آدمی کہ ہے پروردگارِ جنگ و فساد

چلا ہے، مسکنت و انکسار کی جانب
غرورِ تختِ کیانی و نازِ تاجِ قباد

رواقِ خسروِ پرویزِ عصرِ نو، ہشیار
کہ ضو فشاں ہے، سرِ کوہ، تیشۂ فرہاد

کوئی، فسردہ جبیں ناخدا سے، یہ کہہ دے
کہ مڑ چکی ہے، سفینے کی سمت، بادِ مراد

بڑھی ہے، نازکیٔ برگِ یاسمن کی طرف،
بفیضِ جودتِ حاضر ـــ صلابتِ فولاد

خس و خزف سے گزر کر، حیاتِ انسانی
مڑی ہے، سوئے گل و سرو و لالۂ و شمشاد

تڑپ رہا ہے، پئے اخذِ نفسِ پاکِ حسین
فسادِ طبعِ یزید و عنادِ ابنِ زیاد

دمک رہے ہیں نجومِ درایتِ اخلاف
دھواں دھواں ہے جبینِ روایتِ اجداد

خوشا، کہ منزلِ منطق کی سمت اب ہے رواں
میانِ عقل و عقائد کا، سال خوردہ جہاد

حرِیمِ ذہن سے، جاری ہُوا ہے یہ فرمان
کہ، موت، صید بنے، اور زندگی، صیّاد

جدید فکر کے جادے پہ رکھ چُکے ہیں قدم
تصوّراتِ الٰہ و تعیُّناتِ عباد

چھڑا ہے، فصل کے تارِ زبُوں پہ نغمۂ وصل
مُعانقے کے لیے بے قرار ہیں اضداد

اُدھر دریدہ ہے اب کاروانِ غیریّت
جدھر ہے کشورِ عینیّتِ بشر کا سواد

عرُوسِ وحدتِ آفاق، اُلٹ رہی ہے نقاب
رواں دواں ہیں، اکائی کی سمت، کُل اعداد

بانتقامِ ہبُوط و اہانتِ آدم
یہیں بنے گی بہشتِ بریں، مُبارک باد!

چند سوال

فغاں، کہ ہم پہ مسلّط کیا گیا ہے وہ شاہ
جسے خبر ہی نہیں، بندہ پروری کیا ہے

ہر ایک سانس پہ بیٹھے ہیں کیوں یہ سو پہرے
ہر ایک سمت یہ سدِّ سکندری کیا ہے؟

ادائے برق و شرر میں یہ سرکشی کیسی؟
قوائے ارض و سما میں یہ خود سری کیا ہے؟

کبھی وبائیں، کبھی زلزلے، کبھی طوفان
یہی نظامِ قضا ہے تو ابتری کیا ہے؟

ہر ایک شیشۂ جاں ہے، برائے سنگِ اجل
یہ مرحمت ہے اگر تو ستم گری کیا ہے؟

بجز اہانتِ عقل و عبادتِ اوہام
رہِ تقشّف و رسمِ قلندری کیا ہے؟

ہوائے عشوۂ ذرات و غمزۂ خورشید
گلوں کا ناز، گلستاں کی دل بری کیا ہے؟

اگر نہیں ہے، باندیشۂ سزا و جزاء
تو پھر یہ وضعِ غلامی و چاکری کیا ہے؟

امیدِ عشرتِ فردوس و بیمِ نارِ جہیم
اسی کا نام ہے ایماں، تو کافری کیا ہے؟

اگر نفوس کو بخشی گئی ہے خیرِ کثیر
تو، فرقِ شر یہ یہ دیہیمِ قیصری کیا ہے؟

اگر عطائے خداوندِ جن و انس نہیں
تو، اہرمن میں یہ احساسِ برتری کیا ہے؟

اگر، زمیں پہ، وفا ہو چکا ہے وعدۂ رزق
تو پھر یہ بھوک، یہ پستی، یہ لاغری کیا ہے؟

اگر سرشتِ بشر میں نہیں ہے گم راہی
تو پھر یہ سلسلۂ سعیِ رہ بری کیا ہے؟

بنامِ حکمتِ یزداں ــــ میانِ ظلمت و نور
کوئی بتائے کہ یہ جنگِ زرگری کیا ہے؟

جو، ایک حرف سے، ایمان بخش سکتا ہے
اُسے ضرورتِ نطقِ پیمبری کیا ہے؟

خدا ــــ بصورتِ سلطاں، نشستہ برسرِ عرش
یہی جو بت شکنی ہے تو آذری کیا ہے؟

دَعوتِ نظر

زحمت نہ ہو، تو، جانبِ اہلِ نظر بھی دیکھ
اے مشتریٔ عیب، متاعِ ہنر بھی دیکھ

تاچند، محض برق کدوں کے معائنے؟
سینوں کی بھٹیوں کے لرزتے شرر بھی دیکھ

اربابِ زر کی دیدہ وری کے قصیدہ خواں
دانش کدوں میں کورئ اربابِ زر بھی دیکھ

تاچند، سجدہ ریز جبینوں پہ مرحبا؟
فرشِ حرم پہ بھی جو نہ خم ہو، وہ سر بھی دیکھ

ناداں کا طمطراق تو دیکھا ہے تخت پر
دانا کا بوریے پہ کبھی کرّوفر بھی دیکھ

یہ عرشِ علم و فکر ہے، یہ کرسئ شعور
اَے پاسبانِ منبر و محراب، اِدھر بھی دیکھ

تاکے، مراقبوں میں یہ شامِ غروبِ عقل
چرخِ نظر پہ نازِ طلوعِ سحر بھی دیکھ

تاچند، آبِ سیف کی بُرّاں ثنا گری
جو، زینتِ قلم ہے، وہ دیہیمِ زر بھی دیکھ

اَے، جہل کی، سیاہ تب و تاب کے امین
طرفِ کلاہِ علم کے لعل و گہر بھی دیکھ

تاچند، حرفِ "کُن" کے حکایاتِ پاستاں؟
خلّاقئ ذکاوتِ ذہنِ بشر بھی دیکھ

زلفِ نظامِ ارض و سماوات کے اسیر
فرشِ سخن پہ رقصِ قضا و قدر بھی دیکھ

اَے شاکیِ درازیِ کوتاہیِ حَیات
کوتاہیٔ دَرازیٔ عُمرِ خِضَر بھی دِیکھ

ناقَدریوں کا سَیل ہے، اَے بَرقِ جاں نَواز
یہ آشیانِ جوشِ حَزیں ہے، اِدھر بھی دِیکھ

سلسلہ در سلسلہ
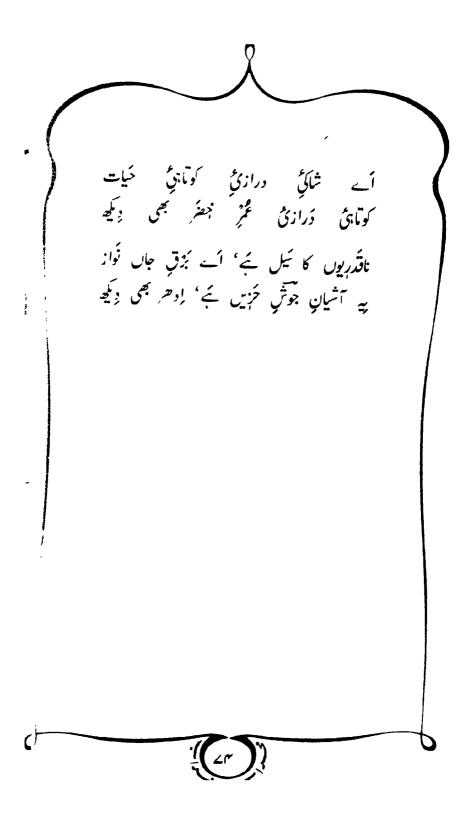
دمادم، زندگی کے دامنوں کی
پرانی بیل، اُدھڑتی جا رہی ہے

مگر ـــ وقتِ رواں کی سوزنوں سے
نئی اِک شال کڑھتی جا رہی ہے

پرانی ڈھولکوں پر، زندگانی
نئی اِک کھال مڑھتی جا رہی ہے

شب، آخر ہو چکی ہے، پھر بھی گیتی
نئے افسانے گڑھتی جا رہی ہے

اَنوکھے مَدرسوں کی سَمت، ہستی
بیاضِ تازہ پڑھتی جا رہی ہے

روپہلی چاندنی چِھٹکی ہے، پھر بھی
سُنہری دھوپ چڑھتی جا رہی ہے

مُسافر، صُبح سے جَولاں ہے، پھر بھی
مَسافت ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے

آخری تان

نوحۂ بیدار، نغمۂ بستۂ خواب
وائے بر ساکنانِ دہرِ خراب

ایک آئینہ سیکڑوں ضربات
ایک کشتی، ہزارہا گرداب

گوشۂ قبر میں، جواب و سوال
عرصۂ حشر میں، حساب و کتاب

ایک لغزش ...... بقدرِ نیم نفس
مستحقِ ہزار سالہ عذاب

یہ رکوع و سجود کے آئین
یہ قیام و قعود کے آداب

تیرگی میں، تصورِ شبِ ماہ
شیب میں، یادِ خرمانِ شباب

کائنات، ایک بحرِ بے پایاں
زندگی، صرف، ایک رقصِ حباب

روزِ عید و شبِ طرب کا کمال
روئے بے آب و دیدۂ شاداب

آدمی پر حرام ہے، صد حیف
رامش و رنگ و نقل و رقص و رباب

مطبعِ گریہ، طبع کرتا ہے
نوعِ انساں کے زمزموں کی کتاب

آئی وہ، موت کے جرس کی صدا
نازنیں مغبچو ــــ شتاب، شتاب

آخری، جلد، آخری اِک تان
ٹوٹنے پر ہے، زندگی کا رباب
مُطربو ـــ ایک رُخصتی جھنکار
ایک ـــ بس ایک لرزشِ مضراب
جھلملانے لگی، وُہ، شمعِ حیات
اَلصَّبُوح، اَلصَّبُوح، یا اَصحاب

شش و پنج

کھلا نہ قفلِ طلسمِ جہاں، تو کیا ہو گا
سمجھ میں آ نہ سکے این و آں تو کیا ہو گا

حریمِ لیلیٰ کون و مکاں کی منزل تک
پہنچ سکا نہ اگر کارواں، تو کیا ہو گا

چلا تو ہے، سوئے قوسین، بہرِ امن و اماں
کڑک اٹھی، جو وہاں بھی کماں، تو کیا ہو گا

رباب چھیڑ، مگر یہ بھی سوچ لے، مطرب
رباب میں بھی جو گونجی فغاں تو کیا ہو گا

اُلٹ رہا ہے تفکّر، نقابِ رنگینی
تڑپ سکا جو نہ روئے بُتاں، تو کیا ہو گا

جواب دے مجھے، اے آدمی کے ذوقِ سخن
کھلی نہ ارض و سما کی زباں، تو کیا ہو گا

اُٹھے ہیں محفلِ ظلماتیاں سے اہلِ "سلوک"
ملی نہ منزلِ نورانیاں، تو کیا ہو گا

وہ کشف، سود ہے جو، اہلِ دل کے حلقے میں
اگر، دماغ کا نکلا زیاں، تو کیا ہو گا

چلا ہوں، دوش پہ رکھے امانتِ آفاق
جو، اُٹھ سکا نہ یہ بارِ گراں، تو کیا ہو گا

بزمِ عشق، اگر عقل کے منارے سے
اٹھا نہ صبح کو شورِ اذاں تو کیا ہو گا

یہ بات کیا ہے؟ یہ کیوں کر ہوئی ہے؟ یہ کیوں ہے؟
اسی میں عمر ہوئی رایگاں، تو کیا ہو گا

جو، طاقِ ذہن میں، تاباں ہے، ایک مدّت سے
وہ شمعِ طور بھی نکلی دھواں، تو کیا ہو گا

تمام عمر گنوا کر بھی، اے خراباتی
ملی نہ دولتِ قربِ مغاں، تو کیا ہو گا

گدا نواز رفیقو، سرِ گدا میں بھی
ابل پڑا جو غرورِ شہاں تو کیا ہو گا

قدم اٹھائے تو ہیں، سوئے جلوہ گاہِ بہار
وہاں بھی، خیر سے نکلی خزاں تو کیا ہو گا

شبِ حیات کی غم ناک صبح سے پہلے
اگر نہ ختم ہوئی داستاں، تو کیا ہو گا

گھڑی ہیں جس کو اٹھائے ہزار ہا صدیاں
جو، وہ یقین بھی نکلا گماں، تو کیا ہو گا

زمیں کی عقدہ کشائی سے قبل ہی اے جوش
سروں پہ، ٹوٹ پڑا آسماں، تو کیا ہو گا

دیارِ اَوہام

ذہنِ مَشرق سے مُطمئن ہے اَگر
تو، سمجھ لے کہ تو' وَڈیرا ہے

ہاں، یہ وُہ بَن ہے، جس کی شاخوں پر
بُوم "اَقوال" کا بَسیرا ہے

ہر طَرَف وَسوسوں کے خیمے ہیں
ہر طَرَف واہموں کا ڈیرا ہے

جس میں نکّو ہے قامتِ بالا
یہ، وُہ، بالِشتیوں کا گھیرا ہے

فکر کی، اِک نگر نہیں جس میں
کُنجِ اوہام وُہ گھنیرا ہے

"نقل" کی چرخیوں پہ، یاروں نے
عقل کے سوت کو اٹیرا ہے

اس زمیں پر ___ دماغ کی رُو سے
کوئی موچی، کوئی مچھیرا ہے

سطحِ ذہنی کے اعتبار سے، حیف
کوئی دُھنیا، کوئی ٹھٹیرا ہے

ایک ہی مرتبے کے ہیں، دونوں
نٹ ہے چیلا، گرو سپیرا ہے

ایک ہی وضع کے ہیں پنڈت و پیر
وُہ، جو کانا ہے، تو، یہ، ڈھیرا ہے

وُہ ___ روایت کی سمت، گرمِ خرام
مُنھ ___ درایت سے، اس نے پھیرا ہے

جہل کے بھائی، عالم و عامی
وہ — پھپھی زاد — یہ — پچیرا ہے

اَلغَرض، ہَر طَرَف، خُدا رَکھےّ
کوئی مُجمّن ہے، کوئی رشیرا ہے

سانس تک، کھُل کے، لی نہیں جاتی
وادَریغا، وُہ گھُپ اَندھیرا ہے

اِس دیارِ جُنوں سے حضرتِ جوشؔ
بھاگ چلیے ابھی سویرا ہے

کب سے، وقفِ سوگ واری ہے، جوانی کا سہاگ
ہو چکا ہے ــــ آہ برلب روک ہیں تبدیلِ راگ

دشت یخ میں آ چکی ہے، شعلۂ ہستی کی باگ
آگ ــــ اے ساقی، مرے پیمانۂ جودت میں آگ

. . . . .

نار کو، پروردگارِ نور کہنا ہے مجھے
سنسناتی آگ کے دھارے میں بہنا ہے مجھے

. . . .

ہاں، اُلٹ، اے سوزِ پنہاں، روئے رنگیں سے نقاب
کھینچ لے، اے کلک، شمعِ زیست کی لو سے، شراب

راگ، دیپک راگ، اے برق آفریں، موجِ سحاب
ہاں، بجا سونے کی تھالی، اے صباحِ ذہر تاب

....

سازِ شب نم چھیڑ اے دل، آتشیں گرداب میں
اے تخیل، قوس رکھ دے، آگ کی محراب میں

....

آگ ـــ دانائی، تامّل، دوربینی، آگہی
آگ ـــ جولانی، حرارت، مسکراہٹ، روشنی

آگ ـــ ہستی، سرخوشی، مستی، جوانی، زندگی
آگ ـــ گویائی، خطابت، شاعری، پیغمبری

اوصیاء کی شمعِ تاباں، انبیاء کی روشنی
گبر کا ایمان، ترسا کے خدا کی روشنی

بامِ رویت کا علم... قصرِ تعارف کا نشاں
چشم و ابرو کی مفسّر، خال و خط کی ترجماں

ایک موجِ برق، بہرِ اتّصالِ چشم و جاں
گردشِ خونِ برہمن، جنبشِ نبضِ مغاں

شامِ غم میں ـــ صبح کے اُمّید واروں کی مراد
عارفوں کی آرزو، شب زندہ داروں کی مراد

. . . .

جوئے شہد و آب شارِ قند و سیلابِ نبات
رازقِ انسان و روحِ خاک و ربّ کائنات

. .

کُل قبا و کُل ردا و کُل ادا و کُل صفات
ہمہما، حدّت، حرارت، با وبو، ہاچل، حیات

.

گنگناتی، گھومتی، گمکارتی، گاتی ہوئی
جنگلوں میں دوڑتی ــــ شہروں میں بل کھاتی ہوئی

. . .. . .

فاصل و سوزندہ و طبّاخ و جوہر ساز آگ
بھٹیوں کی خانہ آبادی، انگیٹھی کا سُہاگ
کوکتی چمنی کا دھرپد، کانپتی لَو کا بہاگ
کُندنی مینا کی ہیکل، چمپئی شعلوں کا راگ

....

مُطربوں کی گرمیٔ محفل، شبستانوں کی دھوم
سازِ رقص و رنگ کی مضراب، مے خانوں کی دھوم

....

ایک سوزاں رقصِ مستی، ایک لرزاں موجِ ضو
اک خروشِ دم بدم، اِک اضطرابِ نو بنو
اشتعال انگیز و محرُوق المزاج و برق رو
جس میں زُہرا کی کمر کا لوچ، وہ رقصندہ لَو

....

ثقلِ گیتی کی عناں گیری کو ٹھکراتی ہوئی
فرش سے دامن چھڑا کر عرش پر جاتی ہوئی

....

عشوۂ عالم شکار و غمزۂ آفاق گیر
شام کو ــــ ماہ درخشاں، صبح کو ــــ مہرِ منیر
پرنیان و اطلس و کمخواب و منقّش و حریر
شوخ و شنگ و سرکش و پرکالۂ و تند و شریر

صُبح کے ہنگام ـــ تکبیرِ حرم کی گود میں
شام کو ـــ زمزمۂ بیتُ الصنم کی گود میں

. . .

محورِ نور و حرارت، مخزنِ دود و بخار
مسندِ حورِ تجلّی، مرکزِ طفلِ شرار
جسم کی خلّاقِ مطلق، جان کی پروردگار
پختہ عزم و پختہ مغز و پختہ کیش و پختہ کار

. . .

سنگ کو الماس، شاخوں کو ثمر دیتی ہوئی
کھیت کو پانی، سمندر کو گہر دیتی ہوئی

. . .

طاہر و تابندہ و رخشندہ و شفّاف و زرق
اہتزازِ شاخِ ہستی، اعتبارِ غرب و شرق
زر بکف، زرّیں کمر، لغزیدہ پا، ژولیدہ فرق
شمعِ ایوانِ مغاں، حورِ شبستاں، بنتِ برق

. . .

نَو عرُوسِ تازہ رُخ، دل دارِ گُل پوشِ بہار
قُرّۃُ العینِ چراغاں، جانِ آغوشِ بہار

آگ کی افسوں گری، گیتی کے عرض و طول میں
آگ کی جولانیاں، ہر جامد و محلول میں

راکھ میں، بھوبل میں، ذرّوں میں، دھوئیں میں دھول میں
ابر میں، شب نم میں، یخ میں، خار و خس میں، پھول میں

رنگ و بو، سیف و قلم، لعل و گہر میں آگ ہے
دشت کے سینے میں، دریا کے جگر میں آگ ہے

آگ ہے رفتار میں، گفتار میں، افکار میں
قوسِ ابرو میں، ہلالِ عید میں، تلوار میں

پُھلجھڑی کی دھاریوں میں، نشتروں کی دھار میں
گھومتی کشتی، لچکتی شاخ، لرزاں تار میں

مُنھ اندھیرے — نور کی لہروں کے ہلکوروں میں آگ
آخرِ شب — انکھڑیوں کے مدھ بھرے ڈوروں میں آگ

آگ، گوہر کی تجلّی، آگ، جوہر کی چمک
آگ، پربت کا دھندلکا، آگ، برکھا کی دھنک

آگ، راگوں کا تموّج، آگ، رنگوں کی ہمک
دل کی دھڑکن، سانس کی رفتار، نبضوں کی دھمک

اخگروں میں جاگتی، ذرّات میں سوتی ہوئی
رات کو — اندھے فلک پر، انکھڑیاں بوتی ہوئی

آگ ہے، اشکِ رواں میں، گوہرِ خوش آب میں
دُر فشاں قاموس میں، کف در دہاں گرداب میں

قطرۂ خونِ جگر میں، سبزۂ شاداب میں
آہ میں، آہنگ میں، انفاس میں، اعصاب میں

پیچ و خم دے دے کر، اپنے شعلۂ چالاک کو
آگ نے، سانچے میں ڈھالا ہے، مزاجِ خاک کو

. . . . .

آگ، شعلوں کی بھڑکتی آرزو، لَو کی ترنگ
پھونک دینے کی تمنّا، پھول بننے کی اُمنگ

خُوش ۔۔۔ تو چنگِ صُلح ۔۔۔ اور بگڑے تو چوبِ طبلِ جنگ
شبنمی کلیوں میں خُوش بُو ۔۔۔ چمپئی مکھڑوں میں رنگ

. . . .

اِک نگارِ شعلہ خو ۔۔۔ جوبن پہ اترائی ہوئی
اِک جوانی ۔۔۔ آنچ کی چولی میں گدرائی ہوئی

. . . .

صُبح بر سر، شام در بر، روز سوز و شب نواز
بادبانِ کشتئ جاں، کاروانِ سوز و ساز

دائروں میں نغمہ گر، سارنگیوں میں، گرمِ ناز
پاک باطن، پاک فطرت، پاک گوہر، پاکباز

. . . .

شرحِ سوزِ آرزوئے رنگ و بو کرتی ہوئی
سُرخ شعلوں کی زباں سے گفتگو کرتی ہوئی

....

اِک بھڑکتی بے قراری، اِک دہکتا اضطراب
اِک رواں آشفتگی، اِک شور افگن التہاب

اِک تپاں آوارگی، اِک سنسناتا پیچ و تاب
رات کے گہرے اندھیرے کی دعائے مستجاب

....

ناز سے، الوان کے شیشوں کو کھنکاتی ہوئی
بھٹیوں کی گونج میں، پازیب جھنکاتی ہوئی

....

آگ، شمعِ خلوت آرا، مشعلِ جلوت نواز
جوہرِ گردوں شکار و عنصرِ گردن فراز

رنگِ مُل کی کارفرما، بوئے گل کی کارساز
موجِ نور و موجِ رنگ و موجِ رقص و موجِ ناز

....

کونپلوں میں، ذوقِ جست و خیز بھڑکاتی ہوئی
مخملِ گلشن میں، ایک اِک پور چٹخاتی ہوئی

....

دھوپ میں زرّیں گلستاں، چاندنی میں پھول بن
اِک دُھڑکتی دِل رُبائی، اِک دُر افشاں بانکپن

شہرِ نَے میں شاہ زادی، حجلۂ مے میں دُلھن
ڈولتی سی ایک اَنوٹ، بولتی سی اِک پھبن

....

چرخ پر، سلمے ستارے کی رِدا بُنتی ہوئی
لیلیٰ شام و سحر کی آستیں چُنتی ہوئی

....

آگ میں غلطاں رُخِ رُوحانیان و خاکیاں
آگ میں آہنگِ تخلیقِ زمین و آسماں

آگ میں ترتیبِ اعضاء و قوامِ جسم و جاں
آگ ـــــ حرفِ اوّلینِ خطبۂ مہرِ جہاں

....

آگ پہلی جگمگاہٹ، مشعلِ اطلاق کی
اوّلیں گُل بانگِ جاں پرور، لبِ خلّاق کی

....

آگ ...... چاتُر، چُلبلی، چنچل، چھبیلی، نازنیں
صندلیں، زرّیں، شہابیں، گوہریں، جوہر نشیں
شمس در جیب و قمر بردوش و گُل در آستیں
آخر آخر اِک چھلاوا، اوّل اوّل شرمگیں

....

کوہِ سینا پر خراماں، بال بکھرائے ہُوئے
عشق کو، بےہوش کرنے کی قسم کھائے ہُوئے

....

آگ مُنھ پھیرے، تو گُل ہو جائے شمعِ خدّ و خال
دشت گاہِ دیدۂ بینا پر، آ جائے زوال
رؤیتِ رُخسارۂ اصنام ہو جائے محال
گھُٹ کے رہ جائے بُتوں میں جذبۂ عرضِ جمال

....

آگ ہے تنہا ــــ مناظر کی کتاب اُلٹے ہُوئے
اِیک چُٹکی سے، دو عالم کی نقاب اُلٹے ہُوئے

....

آگ ــــ غوغائے عزازیل و نوائے جبریل
قعرِ دوزخ میں بھیانک، قصرِ جنّت میں جمیل

گاہ، قہرِ بادِ صرصر گاہ، نہرِ سلسبیل
غیظ میں نمرُود، وقتِ ناز گُل زارِ خلیل

....

جنگ کے میدان میں ــــ گُرزِ گراں تولے ہُوئے
صُلح کے ایوان میں ــــ گھونگٹ کے پٹ کھولے ہُوئے

....

رُوٹھتی ہے جب ــــ تو، شہروں کو جلا دیتی ہے آگ
اور مَنتی ہے ــــ تو، دامن کی ہوا دیتی ہے آگ

بیڑیوں کو توڑیے ــــ تو، جُھلسا دیتی ہے آگ
ہتکڑی پہنایے ــــ تو، مُسکرا دیتی ہے آگ

....

ڈھونڈیے اُس کو ـــ تو' فرِّ قیصَری دیتی ہے آگ
قیصَری کیا چیز ہے' پیغمبَری دیتی ہے آگ

....

مابینِ بلور و سنگ

یوں مسلسل نہ دھڑک، اے دلِ سیماب آگیں
شیشۂ نازکِ ہستی، نہ دڑک جائے کہیں

تاکجا یہ سفرِ کور، بدشتِ ظلمات
صاف و تابندہ گماں ہے، نہ درخشندہ یقیں

فکرِ جویا نے، وہاں نصب کیے ہیں خیمے
کہ جہاں، قصرِ بلوریں ہے، نہ کاخِ سنگیں

سرمۂ دیدۂ تاریخ، غبارِ اقوال
غازۂ چہرۂ امروز، بخارِ دوشیں

صمدیّت کی جبیں پر، صنمیّت کے نقوش
ذاتِ بے رنگ پہ، بہتانِ صفاتِ رنگیں

حسنِ مطلق میں، یہ انسان مزاجی، توبہ
کبھی سفّاکئ خسرو، کبھی نازِ شیریں

کبھی شمشیرِ اجل ہے، تو کبھی قوسِ حیات
کبھی آمادۂ الطاف، کبھی برسرِ کیں

اُف ری نیرنگیِ قانونِ حیاتِ گزراں
کبھی سر پنجۂ آہن، کبھی پائے چوبیں

گاہ، گل برگ کے دامن میں، ہجومِ خس وخار
گاہ، ذرّات کی محراب میں، رقصِ پرویں

گاہ، دیہیم گہر بار، بفرقِ حبشی
گاہ، آفات کے کہسار، بدوشِ سیمیں

گلستانوں میں کبھی دبدبۂ بادِ سموم
ریگ زاروں میں کبھی تاب و تبِ دُرِّ ثمیں

گاہ، شبِ نم کے گہر زار میں رقصندہ شرار
گاہ، خاشاک کے انبار میں زلفِ مشکیں

نے کے سینے میں کبھی شورِ جلوسِ ماتم
شام کے سر پہ کبھی دامنِ صبحِ زرّیں

سینۂ یخ میں کبھی سوز پُر افشانئ برق
رگِ آہن میں کبھی نرمئ طبعِ نسریں

گاہ، ایوان گل و مل ہے مقامِ فریاد
گاہ، طوفان و تزلزل ہے محلِّ تمکیں

ایک ہی روپ ہے قدرت کا، بفرقِ اسماء
شام کو، دستۂ گل، صبح کو، دشتِ گل چیں

شام میں گاہ، دلِ ابنِ منافق شاداں
کربلا میں کبھی، اولادِ پیمبر غم گیں

غار میں گاہ، رسالت، ہدفِ بیمِ اجل
گام زن گاہ، حدیبیہ، سوئے "فتحِ مبیں"

گاہ، ایک آن بھی، ناقابلِ تسخیر حصار
گاہ، صد سلسلۂ کون و مکاں زیرِ نگیں

گاہ، تاریکیٔ خوں خوار ہے، اُمّ الانوار
گاہ، بیداریٔ طرّار ہے، خوابِ نوشیں

گاہ، ایمان کا سَر، حاملِ تاجِ الحاد
گاہ، ابلیس کا دَر، مہبطِ جبریلِ امیں

گاہ، پیمائشِ یک ذرّہ بھی، اِک امرِ محال
گاہ، پہنائی آفاق ہے، لزمِ بالیں

گاہ، گرتی ہے دُھویں سے، کُلہِ مہرِ منیر
گاہ، کٹتا ہے کتاں سے، جگرِ ماہِ مبیں

کس کو ہے جراتِ اقرار و مجالِ انکار
نہ تنومند کوئی "ہاں" نہ جگر دار "نہیں"

ہیچ ہے دِشنگی نیش و دل آویزیِ نوش
پوچ ہے نغمۂ تحسین و غریوِ نفریں

اس زمیں پر کوئی مومن ہے تو مُلحد کوئی
مَیں ...... نہ مومن ہُوں ' نہ مُلحد ' نہ چُناں ہُوں ' نہ چُنیں

دین پر ہے کوئی نازاں ' تو کوئی دُنیا پر
مُجھ سیہ بخت کی جھولی میں ' نہ دنیا ہے ' نہ دیں

ناقدِ جبرِ طبائع کی نگاہوں کے حُضور
اَولیاء ہی نہ مُقدّس ' نہ شَیاطین لعیں

اَلاَماں کَشمکشِ رشتۂ موجِ انفاس
کبھی زنجیرِ صنم خانہ ' کبھی حَبلِ متیں

کس دوراہے پہ ' تفکّر مجھے لے آیا ہے
کبھی آیات نَشیمن ' کبھی الحاد نشیں

گاہ ' نظروں کو لُبھاتا ہے جمالِ سُقراط
گاہ ' سینے میں دَمکتی ہے محمدؐ کی جبیں

رحم ' اَے مشعلۂ خِضر و چراغِ منزل
جوشؔ ' اندھیرے میں ' نہ سر پھوڑ کے ' مَر جائے کہیں

حیاتِ بے اماں

نظامِ قہرِ مسلسل، کہاں نہیں، ساقی
زمیں پہ ـــــ نوعِ بشر کو، اماں نہیں، ساقی

خُدا گواہ کہ ہر نوشِ سوُد کا مرہم
بجُز جراحتِ نیشِ زیاں نہیں، ساقی

وُہ کون، جشنِ دف و چنگ و عوُد ہے، ایسا
جو، پیشِ خیمۂ آہ و فُغاں نہیں، ساقی

وُہ کون غم ہے کہ محدُود کہہ سکیں، جس کو
وُہ کون درد ہے، جو بے کراں نہیں، ساقی

وُہ کَون ــــ صُبحِ بَہاراں کی ہے کِرَن ــــ اَیسی
جو، ضَربِ ناوَک و نوکِ سِناں نہیں، ساقی

وُہ کَون فَرْد ہے، جو، ہَر نَفَس ــــ بَفَضلِ خُدا،
دَہانِ گور کی جانب رَواں نہیں، ساقی

بزیرِ خَیمۂ دَرمانِ حَضرتِ حَق بھی
عِلاجِ دَرْدِ صُعوبَت کَشاں نہیں، ساقی

زَمین پَر ہے، وُہ شَرِّ کَثیر و لامَحدُود
کِہ جِنسِ خَیر کا، نام و نِشاں نہیں، ساقی

بَاُستُوارِیٔ[1] فَرمُودَۂ خُدائے بُزُرگ
بَشَر کو، جَورِ عَدو سے، اَماں نہیں، ساقی

ہَزار حَیف کِہ ہَم ناریوں کے عالَم میں
کَہیں تَصَرُّفِ نُورانیاں نہیں، ساقی

[1] ہبوط آدم کے وقت یہ ارشاد فرمایا گیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

فرشتے ـــ دیوتا ـــ اوتار ـــ اہرمن ـــ یزداں
اِس آدمی پہ، کوئی مہرباں نہیں، ساقی

جو پوچھیے بھی، تو کس سے، رموزِ پست و بلند؟
دہانِ ارض و سما میں، زباں نہیں، ساقی

جہاں ـــ جبینِ امامانِ فکر جھک جائے
کہیں ـــ زمین پہ، وہ آستاں نہیں، ساقی

اب، اُس دیارِ سرورِ دوام میں، لے چل
جہاں ـــ ضرورتِ فیضِ مغاں نہیں، ساقی

اب، اُس جہاں کی طلب ہے ...... بحکمِ عزتِ نفس
جہاں، ملازمتِ آب و ناں نہیں، ساقی

اب، اُس خموشیٔ اہلِ خبر کا طالب ہوں
جو، رہ گزارِ چنین و چناں نہیں، ساقی

اب، اشتیاق ہے، اُس کوئے بے نیازی کا
جہاں، تصوّرِ سود و زیاں نہیں، ساقی

اَب، اُس مَقامِ تجرُّد کی آرزو ہے مجھے
جہاں، مُقاربتِ جسم و جاں نہیں، ساقی

اَب، اُس مدینۂ اطلاق کی تمنّا ہے
جہاں، وُجودِ زمان و مکاں نہیں، ساقی

تمام دہر کو تج کر، ملے خُود آگاہی
جو پٹ سکے، تو یہ سوداگراں نہیں، ساقی

تَرانۂ حمد

صُبحِ اَزَل سے، یہ رَوِشِ روزگار ہے
بَرسوں، اگر خزاں ہے، تو، پَل بھر بہار ہے

ہَر لحظہ ـــ ہچکیوں سے گلا ـــ رَشکِ نیستاں
ہَر آن ـــ آنسوؤں سے مژہ ـــ لالہ زار ہے

ہَر وَلوَلے کے پاؤں میں، زنجیرِ فسخِ عزم
ہَر سَر خوشی کے سَر پہ، عذابِ خُمار ہے

پیری کے سَر میں دَرد، جوانی کے دِل میں ٹیس
سُلطان مُضطرب ہے، گدا بے قرار ہے

ہوتے ہیں، روز، کوچۂ و برزن میں، پائے مال
وہ پھول — جن پہ قطرۂ شب نم بھی بار ہے

جو، عالمِ سفر میں ہے، وہ بھی ہے سینہ چاک
جو، گھر میں ہے، سو وہ بھی غریبُ الدّیار ہے

وہ جلوہ، کل جو، دولتِ بالائے بام تھا
دیکھا کہ آج، حسرتِ زیرِ مزار ہے

خنجر، دل و جگر میں ہیں، کانٹے زبان میں
یہ منتہائے لذّتِ بوس و کنار ہے

انسان کو — حیاتِ خضر کی ہے آرزو
اور عمر — دوشِ وقتِ رواں پر سوار ہے

فرماں روائے دہر ہے جو، بے پناہ جبر
اُس جبر کے حضور، کسے اختیار ہے؟
ہوتا ہے یہ، کہ روز گرجتا ہے ابرِ قہر
سنتے ہیں یہ، کہ فضلِ خدا غم گسار ہے

کچھ نوکِ خار ہی پہ، چُبھن کا نہیں مدار
موجِ شمیمِ گُل میں بھی، خنجر کی دھار ہے

ماتم ہی صرف، آلۂ اظہارِ غم نہیں
سرگم بھی، اِک گریۂ بے اختیار ہے

ہر گٹکری ہے، ایک فغانِ طرب مزاج
ہر بول، ایک آہِ ترنّم شعار ہے

اے آسمان دیکھ کے انسانِ تشنہ کام
دوزخ سے، شہرِ خُلد کا اُمّیدوار ہے

ہم سے، لبِ حیات کی قسمت نہ پوچھیے
اِک بار نغمہ ہے، تو، فُغاں لاکھ بار ہے

صد شُکر، اس حیات کی ہر تابشِ جمیل
ظاہر میں کہکشاں ہے، بباطن غُبار ہے

عبرت سے، وقتِ شام، چنبیلی کو دیکھیے
گویا، کوئی حسین دُلھن سوگ وار ہے

اَللہ، اِس اِحاطۂ دائرۂ مُحن میں، جوشؔ
کتنا ہجُومِ رحمتِ پروردگار ہے!!

فکر پارے

کبھی، فکرِ سُخَن، مائل بگُل کاری نہیں ہوتی
رَگِ گرَدن سے، جب تک، جوئے خوں، جاری نہیں ہوتی

○

اُٹھا سکتی نہیں، جو، اَنفُس و آفاق کے پردے
وُہ، کوئی اور شَے ہوتی ہے، فَن کاری نہیں ہوتی

○

بآسانی بچا سکتا ہُوں، خُود کو، طنزِ یاراں سے
مگر مَیں کیا کرُوں، مجھ سے ریا کاری نہیں ہوتی

○

سُناؤں، سازِ حکمت ـــ اور اَقطابِ جہالت کو
رفیقو ـــ مجھ سے ـــ یہ حیوان آزاری نہیں ہوتی

○

دیارِ اہلِ ہمّت میں، "مردِ صالح" اُس کو کہتے ہیں
میسّر، جس کو، توفیقِ گنہ گاری نہیں ہوتی

○

جو دل ـــ عینیّتِ آفاق سے آگاہ ہوتا ہے
کبھی اُس دل کو ـــ غیریّت کی بیماری نہیں ہوتی

○

عدوئے تنگ دل سے بھی ـــ محبِّ نوعِ انساں کو
کبھی، وحشت تو ہو سکتی ہے ـــ بیزاری نہیں ہوتی

○

فقط پائے طلب سے، قطعِ منزل، سختِ مشکل ہے
جو، سَر ہم راہ ہو تو کوئی دشواری نہیں ہوتی

○

یہاں، دن بھی ـــ جھکا رہتا ہے ـــ بارِ نکتہ سنجی سے
تفکّر کے مرض میں ـــ رات ہی بھاری نہیں ہوتی

○

پنا جس کی نہ ہو، خود کامیٔ و جلبِ مسرّت پر
کہیں دُنیا میں، وہ بےلوث غم خواری نہیں ہوتی

○

نظر ــــ لوہا گلاتی ہے جہاں، کانِ حقائق کا
وہاں، چاندی کے ٹکڑوں کی پرستاری نہیں ہوتی

○

اُٹھا لے جاؤ، چترِ کیقباد و افسرِ دارا
یہاں، اس مالِ فاسد کی خریداری نہیں ہوتی

○

کبھی، میری فراغت کو بھی دیکھیں، جو یہ کہتے ہیں
کہ خوش حالی سے مالا مال، ناداری نہیں ہوتی

○

کوئی اِک گل نہیں ایسا کہ جس کے برگِ رنگیں پر
زمینِ گلستاں کے خون کی دھاری نہیں ہوتی

○

زمیں کو، یہ شکایت ہے کہ حرفِ آسمانی میں
دل آویزی تو ہوتی ہے، جگر داری نہیں ہوتی

○

دِرائیت کی فضا پر، ماہ و انجُم، جگمگا اُٹھیں
رِوایت کے اُفُق سے، وہ گُہَر باری نہیں ہوتی

○

سَرِ مَنطِق تک، آتی تو ہیں، ضربیں، نُطقِ منبر کی
مگر — نامِ خُدا — اِک ضَرب بھی کاری نہیں ہوتی

○

حِکایت — جو بھی — اہلِ کشف کے حلقوں میں چِھڑتی ہے
وُہ، بُرہانِ وُجودِ حضرتِ باری نہیں ہوتی

○

نِظامِ جَبر کے مارے ہوئے، معصوم انساں سے
بَروئے عقل، شَرحِ لفظِ "غفاری" نہیں ہوتی

○

جہاں، سُلطانیٔ افکار کا اِعلان ہوتا ہے
وہاں، اَقوالِ آباء کی عَمَل داری نہیں ہوتی

○

نہ کیوں، اَدیان دُھندلاتے کہ اِقلیمِ شَریعت میں
سَرِشتِ آدمی کی ناز بَرداری نہیں ہوتی

○

دریچے ذہن کے بھی جب کھلیں ـــ تب، نیند اُڑتی ہے
فقط پلکیں جھپکنے سے تو بیداری نہیں ہوتی

○

نہ چھیڑ، اے جوشؔ، سازِ حق ـــ کہ دلّالانِ باطل کو
وہ شے ـــ اچھّی نہیں لگتی، جو بازاری نہیں ہوتی

گمشدگی

پُرانا آسرا گم ہو گیا ہے
مرا ذوقِ دُعا گم ہو گیا ہے

فطانت کی، گرجتی آندھیوں میں
عقیدت کا دِیا گم ہو گیا ہے

دُہائی، عصرِ نو کے سامری کی
کہ موسیٰ کا عصا گم ہو گیا ہے

بڑھا ہے، اس قدر، ذوقِ شہادت
کہ پرتوِ غیب کا گم ہو گیا ہے

جو، فرشِ خاک پر، کل حکمراں تھے
وہ عرشِ کبریا گم ہو گیا ہے

خیالِ مغفرت کے گیسوؤں سے
خمِ روزِ جزا گم ہو گیا ہے

حقائق کی طلب گاری کے ہاتھوں
فسانوں کا مزا گم ہو گیا ہے

کریں کیا ــــ جادۂ فکر و نظر سے
جلوسِ انبیاء گم ہو گیا ہے

پڑی ہیں، منطقی ضربیں کچھ ایسی
کہ بندے سے، خدا گم ہو گیا ہے

دماغِ نکتہ پیما کی بدولت
دلِ درد آشنا گم ہو گیا ہے

یہ سنتے ہیں کہ، گوشِ آشنا سے
پیامِ آشنا گم ہو گیا ہے

جسے معلوم ہو — مجھ کو بتا دے
مرا حاجت روا گُم ہو گیا ہے

کدھر، اب جوشِ پیشانی جھکائیں
کسی کا نقشِ پا گُم ہو گیا ہے
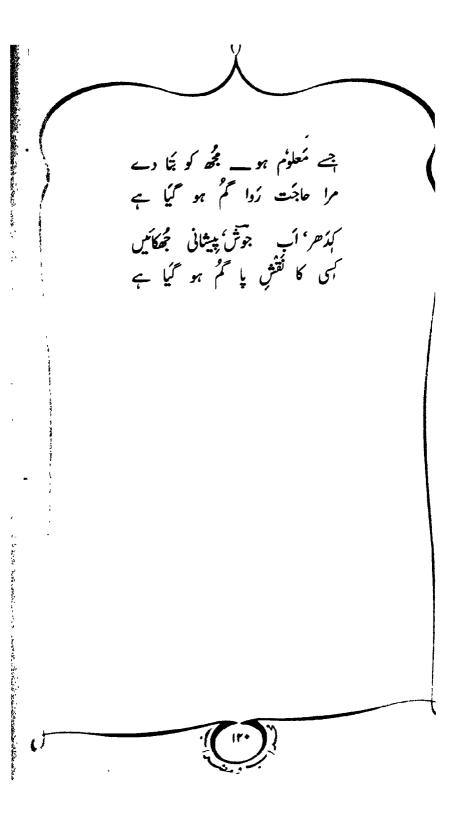
شَرارے

یہ دِیکھا ہے، کبھی، طفلی کی بیماری نہیں جاتی
بُڑھاپے تک، کھلونوں کی خرِیداری نہیں جاتی

○

ہزاروں زَلزَلے، آتے رہے ہیں، اور آئیں گے
مگر، نوعِ بَشَر کی خوئے مِعماری نہیں جاتی

○

تموُّل، اصل میں، جمعیّتِ خاطر پہ مبنی ہے
وُفورِ مال سے، تکلیفِ ناداری نہیں جاتی

○

جو اہلِ فکر ہیں، وہ ذکر پر مائل نہیں ہوتے
کوئی جیتی ہوئی بازی، کبھی ہاری نہیں جاتی

○

شعاعیں صُبح کی تابندہ ہیں، اَخلاف کے سر پر
مگر، شب ہائے آبا کی پرستاری نہیں جاتی

○

عنادِ باہمی کی، جس نے، آدم کو خبر دی تھی
کہ اب تک، آدمی کی وضعِ خوں خواری نہیں جاتی

○

جمالِ غیب ٹھہراتا ہے، تہمیں تصوّر کو
کبھی، وجدان کی، یہ مشقِ عیّاری نہیں جاتی

○

ہزاروں صورتیں — بے صورتی کے سر پہ رقصاں ہیں
مقاماتِ صمد میں بھی، صنم کاری نہیں جاتی

○

خطیبانِ جنوں نے، کل، جسے کانوں میں ٹھونسا تھا
دلوں سے، آج تک، وہ عقل بیزاری نہیں جاتی

○

بتا، اے کار سازِ آب و گل ــــ یہ کیا تماشا ہے
کہ طبعِ دوں سے، ترغیبِ گنہ گاری نہیں جاتی

○

کبھی، اے جوش، دزدِ جہل سے، فرصت نہیں پاتی
وہ ذہنیت ــــ جو، آبِ علم سے، دھاری نہیں جاتی

....

غُرفۂ دوئم

شاعِروں کا مَنشُور

(۱)
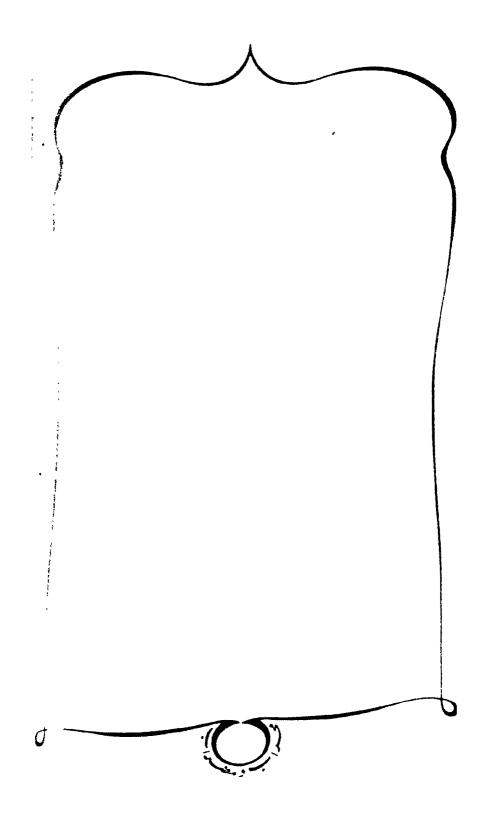
خاطِر کا پیچ و تاب، بُھلاتے رہیں گے ہم
نوعِ بَشر کی زُلف بَناتے رہیں گے ہم

اَحباب ہی کا ساتھ نہ دیں گے، خُدا گواہ
اَغیار کا بھی ہات بَٹاتے رہیں گے ہم

بھوٗلے سے بھی دَغا نہ کریں گے کسی کے ساتھ
اور خُود، ہر اک فریب میں آتے رہیں گے ہم

سارا جہاں جو بَرسَرِ شَر ہے تو کیا ہُوا
سارے جہاں کی خَیر مَناتے رہیں گے ہم

بُنیادِ افتراق ہیں دین و زبان و مُلک
ان جُملہ فاصلوں کو مٹاتے رہیں گے ہم

اَعدا کو' آشناؤں کے سانچے میں' ڈھال کر
اَعداد کو' اکائی بناتے رہیں گے ہم

ہاں' بارگاہِ وحدتِ نوعِ بشر کی سمت
قوموں کے ریوڑوں کو ہنکاتے رہیں گے ہم

گیتوں میں بھر کر' آتشِ حُبِّ عوام کو
جب تک بھڑک نہ جائے ___ گھُماتے رہیں گے ہم

تجھ سے' یہ قول ہار چکے ہیں کہ اے زمین
تیرے گرے ہُوؤں کو اُٹھاتے رہیں گے ہم

مانگیں گے اِک دیا نہ کسی سے' بطورِ اجر
روز' اِک نیا چراغ جلاتے رہیں گے ہم

اس ہول ناک شدّتِ عُسرت کے باوجود
روز' اِک نیا خزانہ لُٹاتے رہیں گے ہم

اِک بوُند بھی ملے گی نہ ہم کو، تمام عُمر
دریا سخاوتوں کے، بہاتے رہیں گے ہم

مچلے گی اِک کرن بھی نہ اپنے دیار میں
لاکھوں دِلوں کی جوت جگاتے رہیں گے ہم

(۲)

گو، انبیائے عصر ہیں، لیکن مجسّم ذوق
صہبائیوں کے بھیس میں آتے رہیں گے ہم

سر سے گزر رہی ہے اگر موجِ خوں، تو کیا
رنگیں رخوں سے آنکھ لڑاتے رہیں گے ہم

باغِ سخن کو خُلد بنانے کے واسطے
مکھڑوں کا آب و رنگ چُراتے رہیں گے ہم

انفاسِ عطر بیزِ نگارانِ دہر سے
پھولوں میں، شاعری کو بساتے رہیں گے ہم

گُل بانگِ بر شگال و نسیمِ شمال سے
لیلائے فن کو، وجد میں لاتے رہیں گے ہم

ہر بات پر، خدا سے کریں گے ہزار ناز
پیہم، بتوں کے ناز اُٹھاتے رہیں گے ہم

کوئے غنا میں، شب کو بجاتے رہیں گے عود
جوئے حنا میں، دن کو، نہاتے رہیں گے ہم

ہر شب، نگاہِ شوق کی مضرابِ نرم سے
مکھڑوں کے خدّوخال بجاتے رہیں گے ہم

(۳)

روشن ہیں، جس سے، ارض و سماوات کے چراغ
اُس نور کا سراغ لگاتے رہیں گے ہم

ہاں، بہرِ صیدِ مرغِ "صفات" و ہمائے "ذات"
فکرونظر کے دام بچھاتے رہیں گے ہم

بھدرا کے، رہ گئے ہیں جو اثمارِ آگہی
سوزِ نفس سے، اُن کو پکاتے رہیں گے ہم

اسرارِ برق طبع و قوائے دوندہ کو
ادراک کی گرفت میں لاتے رہیں گے ہم

تا ــــ جلوۂ مسبّبِ اسباب، دیکھ لیں
اسباب کی نقاب اُٹھاتے رہیں گے ہم

بھر بھر کے، جھولیوں میں، گہر ہائے بحرِ علم
ذہنوں کی کار گاہ میں ــــ لاتے رہیں گے ہم

جتنی ملے گی، خوانِ جہاں سے، غذائے علم
اُتنی ہی اور بھوک بڑھاتے رہیں گے ہم

جتنی عطا کرے گا تفکّر ــــ بلندیاں
کچھ اور بھی، سروں کو جھکاتے رہیں گے ہم

اس درجہ، آسماں سے نہ شرما ــــ کہ اے زمین
تجھ کو ــــ دلھن کی طرح ــــ سجاتے رہیں گے ہم

(۴)

جب تک زمین پر ہے وجودِ گدا و شاہ
روز ــــ آسمان، سر پہ اُٹھاتے رہیں گے ہم

رکتی ہے، جن کے رعب سے، اہلِ جہاں کی سانس
طاقوں سے، اُن بتوں کو گراتے رہیں گے ہم

گزرے گا، شہریار کا، جس راہ سے، جلوس
بارود سے، وہ راہ اُڑاتے رہیں گے ہم

اشرار کے، تنے ہوئے نیزوں کے سامنے
سینوں کو، تان تان کے، جاتے رہیں گے ہم

فرِّ کیان و صولتِ جمشید کے خلاف
ہر لحظہ، طبلِ جنگ بجاتے رہیں گے ہم

ہر دامنِ تبختر و ہر رختِ کبر میں
جب تک جئیں گے، آگ لگاتے رہیں گے ہم

عُجبِ شیوخ و چینِ جبینِ ملوک پر
ہر آن، آستین چڑھاتے رہیں گے ہم

لوہے کے گھن کی ضربتِ خارا شگاف سے
سونے کے ہر مکان کو، ڈھاتے رہیں گے ہم

تنکوں سے، کاٹ دیں گے، شراروں کی گردنیں
شاخوں کو، بجلیوں پہ گراتے رہیں گے ہم

آتی رہیں گی، دشتِ بلا سے، جو آندھیاں
اپنی لوؤں پر، اُن کو نچاتے رہیں گے ہم

تا ـــــ اپنے خطّ و خال کا افلاس دیکھ لے
آئینۂ خسروی کو، دکھاتے رہیں گے ہم

جب تک کھڑے ہیں شیش محل، اس زمین پر
کھیتوں میں، پتھروں کو، اُگاتے رہیں گے ہم

تیغِ قلم سے، اپنے گلے کاٹ کاٹ کر
رنگینیوں کے ڈھیر لگاتے رہیں گے ہم

روئیں گے، خلوتوں میں، جگر تھام تھام کر
اور جلوتوں میں، راگ سناتے رہیں گے ہم

ہاں، قہقہوں کی گونج، لطیفوں کی چھاؤں میں
یاروں سے، دل کا درد، چھپاتے رہیں گے ہم

نوحوں کو ـــــ ڈوبتے ہوئے تاروں کے سامنے
نغموں کے زانوؤں پہ سلاتے رہیں گے ہم

دِل سے ٹپک رہا ہے جو، دامانِ ذہن پر
اُس خوٗن کی سبیل لگاتے رہیں گے ہم

روز، ایک ہار، گردنِ انساں میں ڈال کر
قبروں پر اپنی، پھوٗل چڑھاتے رہیں گے ہم

گویا گزر رہی ہے، بڑی دھوٗم سے برات
یوٗں، اپنی میتوں کو اُٹھاتے رہیں گے ہم

ہر سال، اپنے قلب کے یومِ وفات پر
تہوار، دوٗسروں کے، مناتے رہیں گے ہم

فرمانِ اجتناب

مرے سخن کی بہاروں کا لطف اٹھاؤ مگر
مرے نصیب کی فصلِ خزاں سے دور رہو

مرے دیارِ طرب کے شگفتہ سیاحو
مرے محلِ غمِ جاوداں سے دور رہو

مری زبورِ ترنم پہ جھومنے والو
مرے تنورِ دلِ نوحہ خواں سے دور رہو

مرے تخیلِ گوہر فشاں کے مداحو
مرے تسلسلِ اشکِ رواں سے دور رہو

مُغنّی کے راگ کی جوئے دواں کے پیراکو
مُغنّی کی آگ کے رقصِ دُخاں سے دُور رہو

کڑک رہی ہے جو' میری حیات کے سر پر
مُبَصّرانِ مُغنّی' اُس کماں سے دُور رہو

مرے نفس کی کھنکتی صدا کے متوالو
مرے جگر کی کھٹکتی سناں سے دُور رہو

تمام شورش و طوفاں' تمام برق و شرار
مری زمیں سے' مرے آسماں سے دُور رہو

جو' گام زن ہے پَے جُستجوئے "ذات و صفات"
مرے خیال کے' اُس کارواں سے دُور رہو

بھرا ہُوا ہے یہاں مالِ صَرصَر و سیلاب
مرے جہاز' مرے بادباں سے دُور رہو

یہاں دیارِ یخ و زمہریر میں بھی آگ
مرے تأمّلِ دوزخ چکاں سے دُور رہو

یہاں، سُرور سے بڑھتا ہے اور سوزِ شعور
مری صُراحیِ آتش فشاں سے دُور رہو

ہنوز تم کو میسّر نہیں سُبک رُوحی
مری امانتِ رطلِ گراں سے دُور رہو

ابھی ہے تم سے بہت دُور کعبۂ وحدت
مرے طوافِ حریمِ بُتاں سے دُور رہو

ارے، یہ نہرِ تُنک موجِ سلسبیل نہیں
مرے شعور کے سیلِ دَواں سے دُور رہو

فقط نگاہ میں رکھو، مری برآمدِ سُود
مری درآمدِ جنسِ زیاں سے دُور رہو

مرے شعارِ تواضُع کے پُوجنے والو
مرے نیاز کے نازِ شہاں سے دُور رہو

بھرا ہُوا ہے جو میرے جُھکے ہُوئے سر میں
اُس انکسارِ غرُورِ آشیاں سے دُور رہو

جس احتسابِ زمان و مکاں میں غرق ہے جوش
اُس احتسابِ زمان و مکاں سے دُور رہو

دُکھیا سَنسار

دِیکھ، اَے میرے یار
دَھرتی کا بیوبار

اُترے، اُلجھے تار
گانا، بے جھنکار

...

رونا ... مُسلا دھار

... ...

دُکھیا ہے سَنسار
بابا، دُکھیا ہے سَنسار!

چیخیں پھوڑیں کان
سُن سُن چلتے بان

رَستے سَب گھمسان
گلیاں ...... کُٹتے دھان

....

نگری ...... ہاہا کار

....

دُکھیا ہے سنسار

بابا، دُکھیا ہے سنسار!

....

دُہکی، اُبلی گات
بے ساجن، برسات

چھاتی اوپر ہات
جھم جھم پاپی رات

....

چُھکوں پُھکوں نار

....
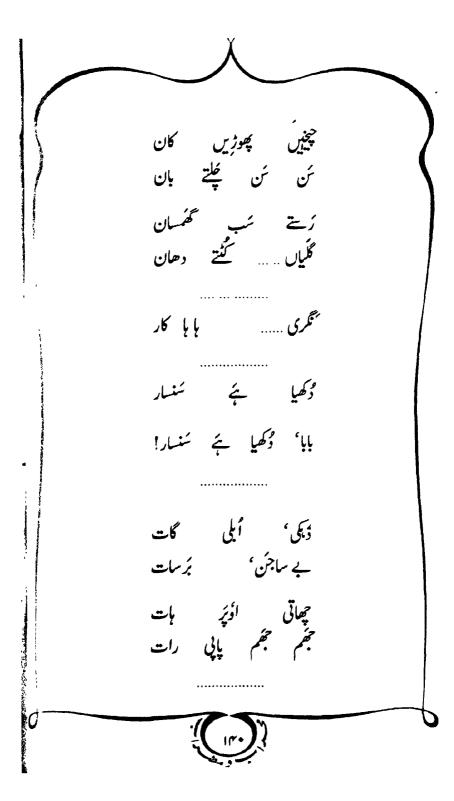
دُکھیا ہے سَنسار

بابا' دُکھیا ہے سَنسار

....

مانجھا ہے' اِک جال
چَوتھی ...... بس کا تھال

چالے میں بھُونچال
بھٹّی ہے سُسرال

....

میکہ کا
.... اُترا ہار

....

دُکھیا ہے سَنسار

بابا' دُکھیا ہے سَنسار!

. . . .

بِیا ہوں میں جیو دان
لَو دیتے جل پان

پھیروں رمیں شمشان
مارے، مَن پربان

رہروں کی مہکار

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

کیا کیا منڈوے چھائیں
منڈووں میں لہرائیں

تھرکیں ناچیں گائیں
ڈولے، جم جم لائیں

....

پھر تج دیں گھر بار

. . ..

دُکھیا ہے سنسار

بابا، دُکھیا ہے سنسار!

. . . ..

جنگل میں اودھم

بدلی، گھڑ گھڑ، جھم

ندّی گھور اگم

جس کا ڈوبا دم

.. ..

اُس کا بیڑا پار

....

دُکھیا ہے سنسار

بابا، دُکھیا ہے سنسار!

....

بولے، گھٹ میں، رن

پتھر پر درپن

شیشے چھن، چھن، چھن

لوہے کا ہے گھن

...

بالو کی دیوار

دکھیا ہے سنسار

بابا، دکھیا ہے سنسار!

چتیں، ڈھاتی زور

چتم، پھانسی ڈور

چاہتیں، پتی کور

گھونگٹ میں چیت چور

مکھڑے، بانی کار

...

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

دُکھڑے ہیں گمبھیر
پلکوں پر ہے نیر
جیون، ٹیڑھی کھیر
بھوکیں بھی ہیں تیر

روٹی بھی تلوار

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

دُھن بھی کھینچم کھانچ
دُھن بھی، ٹوٹی کانچ
راجا بھی، قلّانچ
پھولوں میں بھی آنچ

جَل میں بھی ڈہکار

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

سُکھ میں بھی کھٹ راگ
اَمرت میں بھی جھاگ

بولوں میں بھی ناگ
اولوں میں بھی آگ

تیتلی میں بھی دھار

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

روتی، گاتی رَین

سارنگی بے چین

سُر کے، اُمڈے نین
اور، لے کا ہے بین

طبلوں کی جھنکار

......

دُکھیا ہے سنسار
بابا، دُکھیا ہے سنسار!

.. ..

شہ میں ڈوبی ناؤ
موت بتاتی بھاؤ

بیٹوں کا ٹھہراؤ
باوا، راجا راؤ

....

جگ کا پالن ہار

....

دُکھیا ہے سنسار
بابا' دُکھیا ہے سنسار!

جلتے ہیں' کھلیان
اُڑتے ہیں اوسان

ہونٹوں پر ہے جان
پتھر ہے بھگوان

اَندھے ہیں اوتار

دُکھیا ہے سنسار
بابا' دُکھیا ہے سنسار!

پربھو' آپ اَن مول
پھر بھی کھوٹی تول

بچنوں میں ہے جھول

دھرتی ڈانوا ڈول

...

تن من میں پھنکار

دکھیا ہے سنسار
بابا، دکھیا ہے سنسار!

جیون، پل بھر، واہ
چاہ میں کلبل ڈاہ
دکھ ساگر، بے تھاہ
لے ہے، لمبی آہ

....

دھن روتی چھکار

....

دکھیا ہے سنسار
بابا، دکھیا ہے سنسار!

....

مٹی، بدلے بھیس
لمبے لمبے کیس

پل پل لگتی ٹھیس
آئی ہے اس دیس

. . . . .

جانا ہے اُس پار

. . . .

دُکھیا ہے سنسار

. . .

باوا، دُکھیا ہے سنسار!!

ہول ناک تقسیمِ ہند

کوچہ و برزن، گنج و بستاں
بستی صحرا، غرقِ طوفاں
کعبہ و کاشی، گتھم گتھا
شیخ و برہمن، دشت و گریباں

آنکھیں برچھی تیور بھالے
باتیں کڑوی لہجے بُرّاں

لُٹیا، چُٹیا لوٹے، داڑھے
جولاں، جُنباں، غلطاں، پیچاں

آنچ میں، دھڑ دھڑ، مسجد و مندر
آگ میں، بھر بھر وید و قرآں
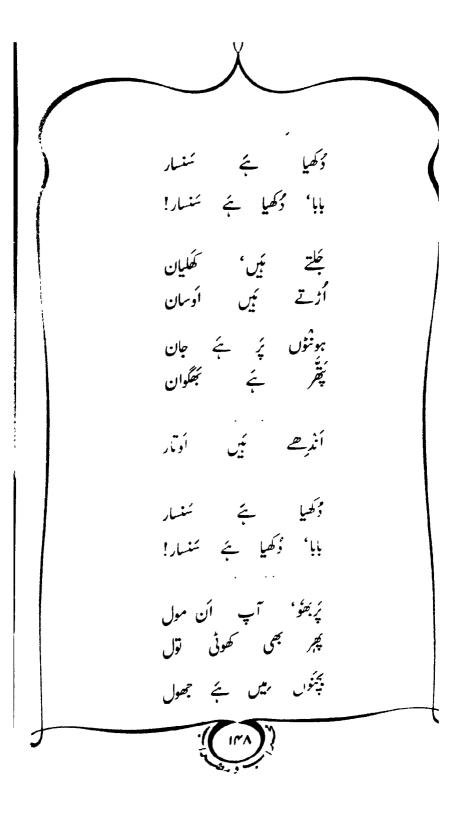
کیسا مومن، کیسا کافر
وہ بھی شیطاں، یہ بھی شیطاں

دیوِ اجل کی انگنائی میں
تاک دِھنا دھن، لاشیں رقصاں

جھپٹو، دوڑو، پکڑو، دھکڑو
توڑو پسلی، کاٹو پستاں

اندھے، پگلے، خونی، وحشی
نعرہ زناں و مست و خروشاں

بندر، چیتے، ریچھ، بندڑیلے
غرغر، غوں غوں، غف غف، غوغاں

ٹکڑے ٹکڑے، دست و بازو
پرزے پرزے، جیب و داماں

دہنے بائیں، اہلِ وحشت
آگے پیچھے، غولِ خبیثاں

اُتنے شبدے، پیر و پنڈت
لُچّے لُچّے، کفر و ایماں

گھر میں بہتا، خونِ عصمت
باپ کے آگے، بیٹی عریاں

شجرے چھلنی، آنکھیں نیچی
عزّت گریاں، عفّت نالاں

ماں کے لب پر ہے ہے بچّے
بچّے کرتے امّاں، امّاں

خوف میں ڈوبے سارے کوچے
خون میں لتھڑی ساری گلیاں

گولی چلتی، ہولی جلتی
سینے پھُنکتے، سیجیں بریاں

چیخیں حاضر، تانیں غائب
جینا مہنگا، مرنا ارزاں

راہ گلی میں، لاکھوں لاشے
کھتّی کھتّی، پاشاں پاشاں

تھر تھر بچّے، ڈگ ڈگ بڈھے
ڈہلے، ہولے، ترساں، لرزاں

روندی، مسلی ریتیں، پیتیں
اُدھڑے دُھکنے، قول و پیماں

ڈہکی بہکی، فوجِ صرصر
آڑھی ترچھی موجِ طوفاں

بھو، کے تاشے، ترھوڑ ترسوڑ
بھیروں ناچے، تھیّاں تھیّاں

روتا دھوتا، نظمِ عالم
چھکوں پھکوں، روحِ دوراں

اوبھی اوبھی، شام گیتی
اونگھی اونگھی، صُبحِ گیہاں

بستی بستی، شورِ ماتم
نگری نگری، گورِ غریباں

اُبلی گہلی موت کے لب پر
"آج پدھارے مورے سیّاں"

گھوسم گھاسا، لتّھم لتّھا
افراتفری، کھینچم کھانچاں

اُلٹے پُلٹے، خیمے ڈیرے
ٹوٹے پھوٹے سقف و ایواں

تو..... اور جگ میں، اتنا رُسوا
حیف، اے انساں، تُف، اے انساں!!

....

مُہیب سنّاٹا[1]

بنا ہے کون، الٰہی، یہ کارواں سالار؟
کہ اہلِ قافلہ مبہوت ہیں، درا خاموش

یہ کس کے رُعب نے گُدّی سے کھینچ لی ہے زباں؟
کہ باوقار ہیں لب بستہ، بے نوا خاموش

لدا ہوا ہے، سروں پر، مُہیب سنّاٹا
ہوا کے پاؤں میں زنجیر ہے، فضا خاموش

کڑک رہا ہے، سرِ بیکساں پہ، یہ فرمان
کہ ابتدا سے رہو، تا بانتہا خاموش

1 ۔ یہ نظم بھی دورِ تاریک ایوب خاں کے دور میں کہی گئی تھی اور اسے بھی کسی اخبار نے چھاپنے کی جرات نہیں کی تھی۔

یہ سوچ کر کہ بغاوت، اُسے نہ ٹھہرا دیں
لبِ جہاں پہ ہے، مرنے کی بھی دُعا خاموش

نہ شر میں ہمتِ غوغا، نہ خیر ہی میں خروش
تمام شہر کے اوباش و اولیاء خاموش

سرِ قلم پہ، ربابِ صریر، بے آہنگ
لبِ حیات پہ، انفاسِ نغمہ زا خاموش

حریمِ وجد میں، پیرانِ ہاؤ ہو، ساکت
بساطِ بادہ پہ، رندانِ خوش نوا، خاموش

ربابِ دائرۂ عاشقاں، صدا محروم
نگاہِ نرگسِ خوباںِ خوش ادا خاموش

طلوع، بستہ زبان و غروب، مہر بلب
شبِ مغنّیہ و صبحِ غزل سرا خاموش

تمام مطبع و محراب و منبر و اخبار
مع معادلت و منصبِ قضا، خاموش

حصیرِ فرش پہ ہیں، سُرمہ در گلوبندے
سریرِ عرشِ معلّیٰ پہ ہے خُدا خاموش

رُخِ کلیم پہ زردی، بہیبت فرعون
درِ یزید پہ اقطابِ کربلا خاموش

شکوہِ تاج و سرِ شاہ کی، الٰہی خیر[1]
کہ، ایک عمر سے ہیں، خفتہ پا گدا خاموش

[1] آخر کار ایوب خاں کا تختہ الٹ دیا گیا۔

دیدی؟ کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

دَرَخشاں تیرگی

نَفَسِ شب کو، بخش کر نفحات
جب اُترتے ہیں سُرمگیں آیات

پَل میں بنتا ہے سُرخ فوّارا
صُبحِ کاذِب کا گھور اندھیارا

قلب گیتی کے داغ جلتے ہیں
ظُلمتوں کے چراغ جلتے ہیں

خواب کی چھاؤں میں، بدل داری
کُنمُناتی ہے رُوحِ بیداری

بسترِ خامُشی پہ' باصد ناز
رَسمساتی ہے' اَن سُنی آواز

کھولتا ہے جمال بندِ قبا
بولتا ہے اتھاہ سنّاٹا

تان ... دروازہ کھٹکھٹاتی ہے
راگ دیوی . نقاب اُٹھاتی ہے

دِل میں آتے ہیں ..... بھیرویں گانے'
سیکڑوں مرمریں صنم خانے

لے کر آتی ہے نوُر کی سوغات
سانولی' سُرمگیں' سلونی رات

طُرفہ افسوں' زمیں پہ چھاتا ہے
دِل کی جوت ...... آسماں جگاتا ہے

شہرِ جاں میں ...... فضائے تیرہ و تار
کھول دیتی ہے ...... حشر کا بازار

پَرنیان و حَرِیر میں مَلبُوس
نَظَر آتے ہَیں، اَلھَڑوں کے جُلوُس

نَبضِ سَلمائے فَن، اُبھَرتی ہے
شاعِری، دِل میں، رَقص کَرتی ہے

خوُن میں، بَدلیاں گَرَجتی ہَیں
دوُر ...... سارَنگیاں سی بَجتی ہَیں

ہَر طَرَف، تِتلیاں سی اُڑتی ہَیں
دھاریاں ...... ٹوٹتی ہَیں، جُڑتی ہَیں

سَر پہ بَجتے ہَیں، وَلوَلوں کے سِتار
نَرم جھالوں میں، تَیرتی ہے کَٹار

گوُنجتی ہے دَماغ میں، پَیہَم
پائے لَیلائے فِکر کی چھَم چھَم

جَگمگاتے ہَیں آسماں پہ سُبُو
بولتے ہَیں، زَمین کے گھُنگرو

یوں مچلتا ہے، روشنی میں، دُھواں
جیسے، دُلھنوں کی لرزشِ مژگاں

دُود، جب دائرے بناتا ہے
کوئی نرمی سے دَف بجاتا ہے

آبگینوں کی ناؤ کھیتا ہوں
سانس، آہستگی سے، لیتا ہوں

سر پر اُڑتے ہیں، دِل نشیں جگنو
بات کرتی ہے ڈولتی خوش بو

زندگی ارغنوں بجاتی ہے
نکہتِ عود گنگناتی ہے

تارِ ذہنِ رسا کھنکتا ہے
تیرگی کا چھرا جھنکتا ہے

ڈھالتی ہے سبو صریرِ قلم
سانس کی رو تراشتی ہے صنم

فکر نرمی کے ساتھ، بڑھتی ہے
مرمریں سیڑھیوں پہ چڑھتی ہے

عرش نوکِ مژہ پہ تلتا ہے
بابِ "ذات و صفات" کھلتا ہے

عزمِ "کُن" کا ترانہ سنتا ہوں
تارِ ظلمت سے، نور بنتا ہوں

پاؤں قوسِ قزح پہ رکھتا ہوں
راگ پیتا ہوں ... رنگ چکھتا ہوں

. . . .

راہ گزر

مُتحرّک ہے رہ رووں کی سپاہ
اور، میرے نصیب میں ہے آہ،

دردِ سینۂ قلبِ راہ رواں
کربِ پہنائیِ سیہ بختاں

سوزِ اندازگیِ دردِ انام
کربِ نبّاضیِ ادائے خرام

کشفِ بابِ خموشی و گفتار
رنگِ بینیِ دیدہ و رخسار

بُرقعِ افگندگی و پردہ دری
شرحِ بیرونی و درون نگری

غمِ اندیشہ کاریٔ انساں
آرزو خواندگیِ دلِ ریشاں

رنج ہائے مکاشفاتِ دقیق
ابتلائے مشاہداتِ عمیق

گفتگو فہمیِ خموشیٔ غم
مسکنت یابیِ نقوشِ قدم

حزن بافندگیِ تارِ فغاں
آہ چینیِ لرزشِ مژگاں

کاوشِ انتقادِ ماضی و حال
شغلِ حسرت شماریِ خط و خال

نقدِ غم ہائے مردمانِ تپاں
قرأتِ چہرہ ہائے راہ رواں

وائے بَر سوزِ سینہ ہائے بَشَر
ڈوبتی پُتلیاں، بُجھے تیوَر

ہَر نَفَس، مُرگِ تازَہ کا حامِل
رہ گُزَر کا دَھڑک رَہا ہے دِل

ڈھول کا شور ہے، نہ تاشوں کا
کارَواں جا رہا ہے لاشوں کا

چشم بستہ بیداری

(۱)

بجھ گیا شب کو بلب جیسے ہی
شمع ہم نے جلائی ویسے ہی

اور جلا کر، جھکا دیا جو اسے
گرم قطرے، پلیٹ پر ٹپکے

نور کا اک منارہ پھر بن کر
جم گئی شمع، اپنے اشکوں پر

دیدنی تھا وہ شمع کا عالم
شعلہ، بر فرق و اشک، زیرِ قدم

اَلاَماں، طُرفہ قصرِ نوُرانی
بام پَر آگ، نیو میں پانی

نوُر برسا کے، جَل گئی بتّی
دو گھڑی میں، پگھل گئی بتّی

یوُں ہُوا پَر فشاں، فضا پہ دُھواں
جیسے ظُلماتِ چشمۂ حیواں

ہائے اَنجامِ نوُر اَفشانی
آگ سی چیز، بن گئی پانی

(۲)

یوُں ہی جلتے رہے ہیں، جوشؔ، مدام
نوعِ انساں کے اولیائے کرام

حُبِّ عالم کے نیش، جانوں پر
نوشِ حرفِ خنک، زبانوں پر

دِل میں، کانٹے لیے، ببُولوں کے
ڈھیر، انگنائیوں میں، پھوُلوں کے

نغمہ لب پر، جلو میں نوحۂ غم
روح میں شعلہ، نطق میں شبنم

فکر کے چاند، آستینوں میں
زہ بری کے الاؤ سینوں میں

راگ میں ذہن، آگ میں پہلو
جام میں بادہ، آنکھ میں آنسو

گردشِ خوں میں، پینگ جھولوں کے
سر حکیموں کے، دل رسولوں کے

اپنی قندیلِ جاں بجھاتے ہیں
دوسروں کے دیے جلاتے ہیں

مر کے کرتے ہیں، زندگی تقسیم
شاعران و مفکرانِ عظیم

ضو فشانی، دلوں پہ کرتے ہیں
جل کر، اپنی لووں پہ مرتے ہیں

جوئے ماتم میں، ناؤ کھیتے ہیں
نغمہ کاری کا دَرس دیتے ہیں

بحرِ خدمت میں، غرق ہوتے ہیں
دوسروں کو جگا کے، سوتے ہیں

موت سے بھاگتی ہے اُن کی نیند
تا اَبَد جاگتی ہے اُن کی نیند

....

بازارِ حُسن کی صُبح

خُورشید، طُلوع ہو رہا ہے
بازارِ جمال، سو رہا ہے

جاگی ہُوئی، صُبح کی گھڑی ہے
نیندوں سے، گلی پَٹی پڑی ہے

افلاک کو، صُبح، سج رہی ہے
شب کی پازیب بج رہی ہے

خُنکی میں ہے، طُرفہ گرم جوشی
راگوں میں گُندھی ہُوئی خموشی

بوجھل ظلمت ہے، نور ہلکا
شب کے زانو پہ ہے دھندلکا

پرتو ہے، یقین کا، گماں پر
زلفوں کا دھواں ہے، آسماں پر

تابانیٔ رنگِ صبح گاہی
کاجل کی لیے ہوئے سیاہی

ہر گام پہ، بج رہی ہے چھاگل
زلفوں کے مچل رہے ہیں بادل

ذرّوں میں ہے، طرفہ مسکراہٹ
"سارے گاما" کی تھرتھراہٹ

پردے سے کرن نکل رہی ہے
نبضِ شبِ تیرہ چل رہی ہے

امواجِ نسیم میں، ذرا سی
جھنکار ہے، خفتہ گھنگروؤں کی

بالائے فضائے نیم تاباں
نظروں کے خطوط ہیں درخشاں

جھلمل ہیں، فضا پہ، سُر کے تارے
ہلچل میں ہیں، دادرے کے دھارے

پچھلے راگوں کے غلغلوں کے
تا دور، لگے ہوئے ہیں توڑے

گیتوں کے پرے، رواں دواں ہیں
بولوں کے کٹاؤ، پرفشاں ہیں

طبلوں کی، سسک رہی ہیں تھاپیں
زینوں پہ، سکوت میں ہیں چاپیں

سرشار ہوائیں، باوضو ہیں
اُلٹے ہوئے جابجا سبو ہیں

ظلمت میں ہیں پرفشاں نگاہیں
جھونکوں میں لچک رہی ہیں باہیں

رہ رہ کے، سُنا رہی ہیں تانیں
لچکی ہوئی، بھاؤ کی کمانیں

مکھڑوں کے، فضا پہ رنگ غلطاں
سر پر، قوسیں دھنوں کی جُنباں

جھل جھل ہے، فلک پہ، بالیوں کی
ہلکی سی ہے گونج، تالیوں کی

جھونکوں میں، بدل رہی ہے، زانو
انفاسِ شکر لباں کی خوش بو

ہلکی، مدّھم، خفیف، مُبہم
کوٹھوں سے، اُتر رہی ہے چھم چھم

ہر نقشِ قدم ترانہ خواں ہے
ہر موڑ پر، ایک داستاں ہے

طبعِ آدم پہ، غم ہے طاری
بستر پر ہے، گناہ گاری

محراب کے لَب پہ، شب کی باتیں
چھجّوں سے، ٹپک رہی ہیں راتیں

صُبحِ شبِ بستہ، رو رہی ہے
جاگی ہُوئی رات، سو رہی ہے

مشرق سے، کرن، اُبل رہی ہے
اور، نیند کی شمع جل رہی ہے

مُہلتِ قلیل

ترانوں میں، یارو، یہی موجِ گنگ
یہی ... ہاں یہی، رقص و رامش کا ڈھنگ

نکھرتے رہیں، یوں ہی، چہروں کے رنگ
کہ آخر ہے شب، وقتِ مستی ہے تنگ

....

دِرَنگا[1]، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

[1] گھنٹیاں بجنے کی پیہم آواز۔

اُدھر مُغبچے ہیں، اِدھر ماہ رُو
فَلک پَر ہے، زیر و بَم ہاؤ و ہُو
فَضا پَر ہے، آوازَہ "وَاشْرِبُو"
قَضا مِہرباں ہے، اُٹھا لو سُبُو

....

ہَوا مُعتَدِل ہے، اُڑا لو پَتنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

برابَر تھِرَکتے رَہیں نازنیں
پَیا پَے کھَنکتے رَہیں ساتگیں
کہ ساکِن ہے، قَدموں کے نیچے زَمیں
سُکونِ زَمیں کا بَھروسا نہیں

....

یَہاں ...... رَنگ میں، روز ہوتا ہے بَھنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

یہاں، صُبح کھاتی ہے، نجم و قمر
یہاں، شام پیتی ہے، خونِ سحر

یہاں، زاغ چُگتے ہیں لعل و گہر
یہاں، سانس چلتی ہے تلوار پر

....

یہاں، صُلح کو، چاب جاتی ہے جُنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

پیالوں پہ گرتے ہیں پتھر یہاں
جمالوں کو ڈستا ہے، وقتِ رواں

اُجالوں پہ، مُنہ ڈالتا ہے، دُھواں
خیالوں سے اُگتی ہیں چنگاریاں

....

غزالوں پہ، چلتے ہیں، تیر و تفنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

اُمنگوں کا جادُو جگاتے رہو
ترنگوں کو، جھولا جھلاتے رہو

سُروں کو، نرت پر نچاتے رہو
جھنکتے رہو، جھنجھناتے رہو

....

بآہنگِ بربط، بگل بانگِ چنگ
درنگا، درنگ و درنگا، درنگ

....

مجیروں میں، روں روں ہیں، سارنگیاں
چھما چھم زمیں ہے، جھنا جھن زماں

مگر، پل میں، یہ رت کہاں، ہم کہاں
ملو اے حسینو، ملو انکھڑیاں

....

ارے، جلد، چھکاؤ ڈوروں کے رنگ
درنگا، درنگ و درنگا، درنگ

....

یُوں ہی تان، زانُو بَدَلتی رَہے
تَرانوں سے، ہاں لَو نِکَلتی رَہے

خَرابات کی نُبض چلتی رَہے
دُھنوں سے، دَما دَم، اُبَلتی رَہے

....

گَرَجتی جَوانی، گَمَکتی اُمنگ
دِرَ نگا، دِرَنگ و دِرَ نگا، دِرَنگ

....

صُراحی میں گُم ہیں، زَمان و مَکاں
ہَوا پَر ہیں، بَجتی ہُوئی گھنٹیاں

کُلیلوں کی ہَلچَل، لَہُو میں رَواں
رَگوں میں، تَلاطُم کے لَشکَر، دَواں

....

جُنوں، آسماں پَر، شَلَنگا شَلَنگ
دِرَ نگا، دِرَنگ و دِرَ نگا، دِرَنگ

....

خُم و جام سے، پھوٹتی ہے کِرَن
گُلابی سے، کِنتا ہے، رنگِ محَن

ترانوں سے بَنتا ہے دِل، پھُول بَن
تَرَنُّم سے پڑتا ہے، آہوں پہ، گھَن

....

سُبُو کی کھَنک، توڑ دیتی ہے سَنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

دَمکتا ہے، لَے سے، رُخِ مُضمَحِل
ہٹاتی ہے ...... سینوں سے، مِضراب، سِل

چَٹکتا ہے، گُل بانگِ قُلقُل سے، دِل
اُبھرتے ہیں ...... تھاپوں سے مکھڑوں کے تِل

....

چھَنکتے ہیں ...... دَف کی ٹکوروں سے، اَنگ
دِرَنگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

اَبھی، رُوئے اَفلاک، گورا نہیں
تجلّی نے، شب کو، اُرورا نہیں

فضا پر، سفیدی کا ڈورا نہیں
اُفق پر، سنہرا کٹورا نہیں

....

اَبھی تک، سیاہی کی چولی ہے تنگ

دِرَ نگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

چہک لیں، کہ آباد اَبھی شہر ہے
رَواں ...... زندگی کی ...... اَبھی نہر ہے

اَبھی دوُر، تخریب کی لہر ہے
مُغنّی ...... توقّف، یہاں زہر ہے

....

جو گھنگرو، نہ جھنکے تو کھا لے گا زنگ
دِرَ نگا، دِرَنگ و دِرَنگا، دِرَنگ

....

دل نقدِ حیات، کھو رہا ہے اے جوش
بیڑا اپنا ڈبو رہا ہے اے جوش
ہونے ہی پہ ہے پاک حسابِ مہ و سال
کھاتا اب بند ہو رہا ہے اے جوش

خاک۔ اپنی طرف بُلا رہی ہے مجھ کو
میٹھی لوری سُنا رہی ہے مجھ کو
میری بالیں سے شمع و پیمانۂ و چنگ
لے جاؤ کہ نیند آ رہی ہے مجھ کو

نیزہ نگاہی

(۱)

کل .... روئی دُھنکنے کے تماشے میں، دمِ صُبح
جُنبیدہ تھے، اِک مہ وشِ نوخیز کے بالے

دُھن دھوں، تنا ریم، تنا ریم، دُھنا، دھوں
لہرائی ہُوئی دُھن پہ، تھرکتے ہُوئے گالے
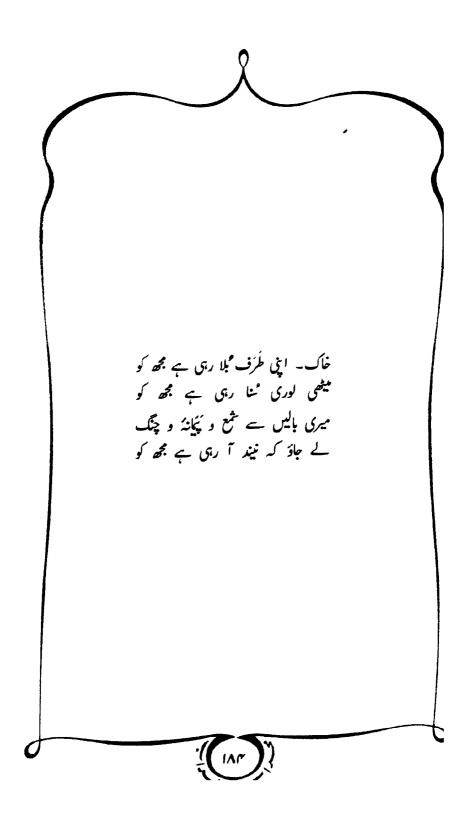
دوشیزگیِ محوِ تماشا کے پسِ پُشت
انداز کے لشکر، تو، اداؤں کے رسالے

نا شستہ خدوخال پہ، ہلکا سا دُھندلکا
مُکھڑے پر، اُڑی نیند کے، بے چین کسالے

اِک ہات کی چُٹکی سے، مَسلتی ہُوئی پَلُّو
اِک ہات سے، اُڑتے ہُوئے آنچل کو سَنبھالے

نظروں میں سَمیٹے ہوئے، اَنوار کی جِھلمل
گردن میں لَپیٹے ہُوئے، جَھنکار کے مالے

پَلکوں میں خُمستاں کی، پِروئی ہُوئی نیندیں
اَنداز میں..... چوتھی کی اَدا.. ناز میں چالے

اُڑتے ہُوئے، دُھنکی سے.. سَفید اَبر کے لَکّے
مَچلے ہُوئے، ماتھے پہ..... بہ تاب کُلالے

بوجھل سے پَپوٹوں پہ، جَھنکتی ہُوئی دُھنکار
زُلفوں کی گھٹاؤں پہ، بَرستے ہُوئے گالے

عارض پہ وُہ رَفتارِ خَیالات، کہ جیسے
بَڑھتے ہیں، دَبے پاؤں، دَمِ صُبح، اُجالے

پَلکوں کی گھنی چھاؤں میں، وُہ نیند کے جُھمّان
جس طَرح، خَرابات پہ، بَرسات کے، جھالے

وُہ حُسن کہ، چھم سے جو بڑھے، بھاؤ بتانے
تو، مُطرب آفاق، کلیجے سے لگا لے

اَعضاء کے خَم و پیچ میں.... گھنشام کی بنسی
چولی کے گھٹے کُنج میں..... کاشی کے شوالے

رَقصِدگی پُنبَہ... سرِ آتشِ رُخسار
حیران کھڑے تھے... یہ سماں دیکھنے والے

(۲)

اتنے میں، اِک اَفسُردہ جبیں، زاہدِ بدرُو
منبر پہ نمُودار ہُوا، دانت نکالے

ہونٹوں پہ جلائے ہُوئے، حوروں کی دُعائیں
شلوار میں ٹوٹے ہُوئے، جنّت کے قبالے

وُہ ریش کہ جو پھیر دے، آفاق پہ جھاڑو
وُہ رُخ کہ نکل جائیں، نگاہوں کے دِوالے

تھوتھن کا وُہ لٹکاؤ کہ، پل بھر میں، سمجھ لو
کُل شہر کے لُقّوں میں، یہ حضرت ہیں جیالے

مُنہ ڈال دیا حُسن پہ، ظالم نے ہنک کر
بکھری ہُوئی پلکوں کے، اُٹھائے ہُوئے بھالے

اَور یُوں ...... کہ کوئی چھید کے جس طرح انی سے
شب نم سے دُھلے پھُول کو ..... نیزے پر اُٹھا لے

....

غُرفۂ سوئم

آفاتِ گوناگوں

(۱)

ارے، کس سے بتاؤں، زندگی نے
مری ہستی پہ، کیا کیا قہر ڈھایا
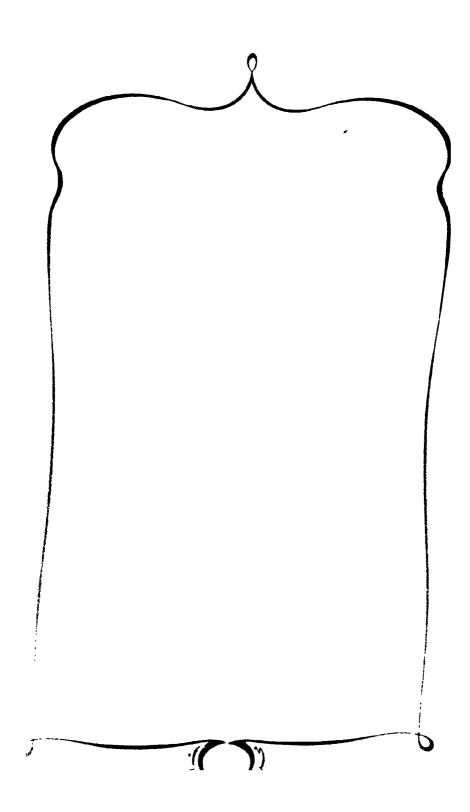
بجاتی تھی جہاں پازیب، ہر آن
مجھے، پروان، اُس گھر میں، چڑھایا

بڑھے، تا دور، کل، اِحساسِ عُسرت
مزا، پہلے، اَمارت کا چکھایا

بصد شفقت، رُوپہلی پالنے میں
مرے بچپن کو، ظالم نے، جھلایا

گھروندوں سے، مرا آنگن، سنوارا
کھلونوں سے، مرا دامن سجایا

کبھی رویا، تو، دائیہ کی مدد سے
بجا کر جھنجھنا، کیا کیا منایا

لبِ دریا و صحنِ گلستاں میں
مری معصوم طفلی کو کھلایا

ادھر...... چاندی کے ہودے میں جگہ دی
ادھر...... سونے کی مسند پر بٹھایا

مری ٹوپی کو، طرّے سے جلا دی
مری کچیا کو، "دُر" سے جگمگایا

مری شاموں کو، مخمل میں لپیٹا
مری صبحوں کو، اطلس سے منڈھایا

مرے، کورے، نئے دانتوں کے نیچے
سُبک مصری کی ڈلیوں کو گھمایا

جھنکتی لوریوں کے سُر کھلائے
کھنکتے رَت جگوں کا رَس پلایا

مجھے، سلمے ستارے سے، جھلک دی
حریر و پرنیاں سے جھلجھلایا

(۲)

مَیں، نامِ خدا بھیگیں جو میری
تو، کوسوں، دُور تک، سبزہ اچھایا

مری مونچھوں کے کونڈوں کی خوشی میں
کئی راتوں کو نچوایا، گوایا

بڑھی میری طرف جب نوجوانی
تو، آنکھیں میچ کر بربط بجایا

گُل و نسرین و ریحان و سمن میں
مری اُٹھتی جوانی کو بسایا

غروبِ مہر کی اقلیم بخشی
طلوعِ صبح کا سلطاں بنایا

مری جولانیوں کے بانکپن کو
دھنک کے گل فشاں پل پر بٹھایا

مجھے، ہر صبح کو پہنائی بدّھی
مجھے، ہر شام کو دولھا بنایا

کروروں نوح، جس میں ڈوب جائیں
وہ، میرے خون میں طوفان اٹھایا

گلوں کو، آتشِ بلبل عطا کی
بتانِ شہر کو، مجھ پر رجھایا

مری سرکار میں، باصد تحکّم
غرورِ گل رخاں کا سر جھکایا

جفائے دہر سے محفوظ کر کے
ادائے مہر سے مجھ کو ڈسایا

لیا، درماں سے، کارِ دردِ جاں کاہ
بجائے شعلہ، شب نم سے جلایا

نگاہِ لُطف کی بَرچھی لگائی
ہلالِ عید کا خنجر چلایا

مری پوشاک کو، قینچی سے بیوتا
مری کشتی کو، صَرصَر سے ترایا

مرے خرمن کو، بجلی سے اُجالا
مری مشعل کو، آندھی سے جلایا

نکیلے تیر سے، زخموں سے ٹانکا
اُپی تلوار سے، مرہم لگایا

کمانِ قاہری نے قوس بخشی
خروشِ سیل نے، بیلا بجایا

کبھی باندھا سرِ ارماں پہ سہرا
کبھی، اُمّید کو، مانجھے بٹھایا

کبھی، سارنگیوں کے زیر و بم سے
مری ہر رات کو جھولا جھلایا

کبھی، باہنوں کی گرمی سے نوازا
کبھی، پھولوں کی سیجوں پر سُلایا

کبھی، آنگنائی میں، تارے بچھائے
کبھی، پہلو میں، چاندوں کو جگایا

کبھی، عود و چراغاں کے دُھویں سے
طرب کی آنکھ میں کاجل لگایا

کبھی، کالی کٹیلی انکھڑیوں سے
لبِ احساس پر لاکھا جمایا

(۳)

مگر، جب ایک جُگ اس طرح بیتا
مری جانب، زمانِ شیب آیا

گھٹاؤں پر کیا کرنوں نے دھاوا
سفیدی نے، درِ سر، کھٹکھٹایا

جو گوشے تھے، سیہ راتوں کے مامن
شعاعوں کا انہیں مسکن بنایا

چُبھن ہونے لگی پائے نظر میں
مرے چہرے کو اتنا کھُردُرایا

بنا کر دُوب کے تختوں کا خوگر
مرے تلووں کو بھُوبل سے تپایا

لگا دی آگ میرے خال و خد میں
اور اُس کے بعد، آئینہ دِکھایا

چھڑا کر گیسوئے عشرت کی افشاں
مژہ پر آنسوؤں کو جگمگایا

مرے آغوش کو بیساکھ دے کر
مرے آنگن میں برکھا کو نچایا

بُتوں نے پھیر لیں مجھ سے نگاہیں
خُدا کے فضل نے یہ دن دکھایا

(۴)

وطن نے جب بجھا دی شمعِ اُردو
تو میں کم بخت پاکستان آیا

وہاں، اسلام کی تہمت تھی مجھ پر
یہاں، الحاد کا بانی کہایا

گرو نے، دھرم کا بد خواہ سمجھا
ولی نے، دین کا دشمن بتایا

اُدھر، مندر میں، سادھو الاالائے
اِدھر، مسجد میں، ملّا غرغرایا

اُدھر، جن سنگھیوں نے دھول اڑائی
اِدھر، مودودیوں نے غل مچایا

اُدھر، چٹیوں نے، جھاڑو مجھ پہ تانی
اِدھر، داڑھوں نے، پنجوں کو اُٹھایا

اُدھر، کالی چرن نے دانت پیسے
اِدھر، گورے میاں کو طیش آیا

نہ پائی پہلوے کاشی میں راحت
نہ قربِ کعبہ مجھ کو راس آیا

خَفا، دَیر و حَرَم، دونوں ہَیں، جس سے
اُسے، کس نے بَنایا، کیُوں بَنایا؟

(۵)

مُقَدَّر، حَیف، اِس دَورِ زبُوں میں
مجُھے سَو سال پہلے کھینچ لایا

جَہاں اُگتا نہیں ذَوقِ تأمُّل
مِرا، اُس خاک میں، پَودا لگایا

جُنوں کے کارخانے میں بِٹھا کر
مَتاعِ عَقل کا حامِل بَنایا

گلوں پَر حَصَر ہَے جن کے سُخَن کا
کَلام، اُن شِعر بافوں کا سُنایا

اَدَب ناسَنج نَقّادوں کے ہاتھوں
مِری نظموں کو، جھنڈے پَر چڑھایا

مَسائل پَر، زَباں کھولی جو مَیں نے
تو، ہر بھونڈو نے، کیا کیا مُنھ بَنایا

مرے اندازِ فن کی داد تو دی
مگر افکار کو مہمل بتایا

لگاتا کیوں نہیں میں ضربِ یاہو
مجھے، اس جرم میں نکو بنایا

کبھی سمجھائی دانائی کی جب بات
مجھے، ہر شخص سمجھانے کو آیا

اکھٹا ہو گئے جو چند "بقراط"
اشاروں سے، مجھے گھامڑ بتایا

کسے، ہر باؤلے نے، مجھ پہ فقرے
ہر اک ممبھوس مجھ پر مسکرایا

یہاں، سو سال پہلے، مجھ کو لا کر
بڑا، اس زندگی نے ظلم ڈھایا

مجھے، بونوں کی محفل میں جگہ دی
مجھے، بھکووں کے پہلو میں بٹھایا

مُجھے، طوطوں کے پنجروں میں دھکیلا
مُجھے، سوتوں کے حجُروں میں جگایا

مُجھے، اَندھوں میں، آب و رنگ بخشا
مُجھے، بہروں میں، جھنکایا، بجایا

(٦)

شعورِ پُختہ کی جولانیوں نے
مُجھے، دینِ بزرگاں سے پھرایا

مُجھے، اوہامِ آباء کے وطن سے
نکالا، اور پردیسی، بنایا

حُدوُدِ کشف و اشراق و فسوں سے
تاُمل نے مُجھے آگے بڑھایا

بُجھا کر، شمعِ اقوال و اساطیر
چراغِ جُستجُو، میں نے جلایا

فرازِ عقل پر، نظریں جما دیں
نشیبِ عشق سے دامن بچایا

جو، اِیک اَخگر بھی پایا آگہی کا
تو، سَو بار، اُس کو گیُھنے میں گھُمایا

دَیارِ ذرّہ و اَنجم میں گھوما
دَرِ الحاد و اِیماں کھٹکھٹایا

کبھی، طبلِ گماں پہ چوب ماری
کبھی، تارِ یقیں کو جھنجھنایا

کبھی، آبِ رواں کے بُلبلوں کو
حریفِ گنبدِ مینا بنایا

کبھی "اقرار" کی زُلفیں تراشیں
کبھی، "انکار" کا زیور بڑھایا

کبھی، اِک قطرۂ شبنم میں ڈوبا
کبھی، قلزم کو، ہاتوں پر ترایا

کبھی، اُلجھے ہُوئے تارِ نفس میں
نظامِ انفس و عالم جھُلایا

کبھی، گیتی کو، شانوں پر جگہ دی
کبھی، گردوں کو، پلکوں پر اُٹھایا

کبھی، ہر شے، سراپا "رام" نکلی
کبھی، ہر شے کو پایا صرف "مایا"

کبھی، کرنوں کی پاپی برچھیوں میں
ہلا، اُڑتی ہوئی تتلی کا سایا

کبھی، طوفان کو، کشتی میں ڈھالا
کبھی، گرداب کو، کنگن بنایا

کبھی، تخیّل میں، جنّت جگائی
کبھی، زانو پہ، دوزخ کو سُلایا

کبھی، گاگر، شریعت کی اُٹھائی
کبھی، گھنگرو، طریقت کا بجایا

چٹانوں کو، نگاہوں سے تراشا
پہاڑوں کو، صداؤں سے اُڑایا

خمول و آگہی کی نبض دیکھی
حیات و موت کا خون آزمایا

دل پیغمبراں کا سوز پرکھا
محیطِ وحی میں غوطہ لگایا

دہکتی فکر کی بھٹی میں رکھ کر
"صفات" و "ذات" کا لوہا گلایا

ربوبیت کو ناپا اور تولا
الوہیت کو ٹھونکا اور بجایا

کشودِ راز کی سوگند کھائی
تلاشِ علم کا بیڑا اٹھایا

بہاراں کے شگوفوں کو نچوڑا
خزاں کی پتیوں کو چرمرایا

مگر، اندھی جہالت کے علاوہ
دریغا...... کچھ نہ میرے ہات آیا

مَتاعِ زِندگی ...... صَد حَیف کھو دی
قیامَت ہے کہ پھر بھی کچھ نہ پایا

چراغِ زِندگی، گُل ہو رہا ہے
اَوْر اب تک، جہل کا ہے سَر پہ سایا

اِسی کا نام ہے شانِ کَریمی ؟
رَحیما ..... داوَرا ... مَولیٰ، خُدایا!!

....

ہچکیوں کا قہقہہ[1]

اَب، نہ دَریا ہیں نہ گُل زار ـــــ چنا جور گرم[2]
کوئی مُونس ہے، نہ غم خوار ـــــ چنا جور گرم

اَب، نہ مکھڑوں کے سَمَن زار ـــــ چنا جور گرم
اَب، نہ پازیب کی جھنکار ـــــ چنا جور گرم

اَب نہ وہ مصر کا بازار ـــــ چنا جور گرم

زندگی، اَب ہے طَرَح دار ـــــ چنا جور گرم

چنا جُور گرم، بابو ـــــ مَیں لایا مجے دار، چنا جُور گرم

[1] دورۂ پاکستان کے وقت یہ نظم 1956ء میں کہی گئی تھی۔
[2] چنے بیچنے والوں کا نعرہ۔

تنگ انگنائی میں، ساون کی جھڑی روتی ہے
شب کو، بجتی نہیں ــــ رہ رہ کے گھڑی روتی ہے

آب رو ــــ تربتِ ماضی میں پڑی روتی ہے
سامنے ــــ عزّتِ اجداد کھڑی روتی ہے

. . .   .

اب، نہ وہ در، نہ وہ دربار ــــ چنا جور گرم

.

زندگی، اب ہے طرح دار ــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو ــــ میں لایا مجے دار، چنا جور گرم

. . .

لکھنؤ کے وہ سلیقے، نہ اودھ کے آداب
نہ عنب ہی کے وہ دریا، نہ طرب کے گرداب

اَب نہ جمنا کا وُہ بچپن، نہ وُہ گنگا کا شباب
اَب نہ وُہ چنگ و دَف و طبلۂ و طاؤس و رَباب

اَب نہ وُہ کاکُل و رُخسار ــــ چنا جور گرَم

زِندگی، اَب ہے طَرَح دار ــــ چنا جور گرَم

چنا جُور گرَم، بابوُ ــــ مَیں لایا مَجے دار، چنا جُور گرَم

. . . .

نُطقِ طفلاں میں نہیں، زَمزَمۂ چنگ و رَباب
رُوئے دُختر بھی ہے اَفسُردہَ و زَرد و بے آب
چشمِ فرزَند میں بھی، دَرد کے لاکھوں گِرداب
دَر پہ ہے، شحنۂ ساقی بھی، لیے فَردِ حِساب

... .

اور بیگم بھی ہیں بیمار ــــ چنا جور گرَم

....

زندگی، اب ہے طرح دار ـــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو ـــــ میں لایا مجے دار، چنا جور گرم

....

لاغری سے ہے، خیالات کا کرتا، ڈھیلا
سر ہے، برسات میں، بیٹھا ہوا کچّا ٹیلا

زہرِ حالات سے، غیرت کا بدن ہے نیلا
خیر سے، روئے مقدّس بھی ہے ایلا ایلا

. . . .

تن بھی، گرتی ہوئی دیوار، چنا جور گرم

... .

زندگی، اب ہے طرح دار ـــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو، میں لایا مجے دار ـــــ چنا جور گرم

....

پاؤں میں، گردشِ پیہم سے ہیں، لاکھوں چھالے
دھوپ وہ، جس سے بیاباں میں، ہرن ہوں کالے

گرم سڑکوں پہ ہیں، کرنوں کے، کروروں بھالے
کیا مجھے گھور رہا ہے، ابے تانگے والے؟

....

بول، ہاں تو بھی، مرے یار ــــ چنا جور گرم

....

زندگی، اب ہے طرح دار ــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو ــــ میں لایا مزے دار، چنا جور گرم

. . ... .

کوئی نقادِ زباں ہے، نہ ادا سنجِ سخن
باد کی رو میں دیا ــــ برق کی زد پر خرمن
الحمد للہ کہ اک لاش ہوں، بے گور و کفن
مژدہ، اے دل، کہ مری عظمتِ دیرینۂ فن

پھر رہی ہے سرِ بازار ــــ چنا جور گرم

زندگی، اب ہے طرح دار ــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو، میں لایا مجے دار ــــ چنا جور گرم

....

اب تو ہر سانس ہے، اک معرکۂ بدر و حنین
شورِ طوفانِ عداوت ہے، میانِ قطبین
مجھ پہ حملے کے لئے، فوجِ عدو ہے بے چین
یوں کراچی میں ہوں، جس طرح سے، مقتل میں حسین

....

سب، شہادت کے ہیں آثار ــــ چنا جور گرم

....

زندگی، اب ہے طرح دار ــــ چنا جور گرم

چنا جور گرم، بابو، میں لایا مجے دار ــــ چنا جور گرم

....

پاؤں میں، رشتۂ پُر خار ــــ اَجی کیا کہنا
لبِ اَفسُردہ پہ اَشعار ــــ اَجی کیا کہنا

دوشِ تخیّل پہ کہسار ــــ اجی کیا کہنا
سامنے ہے رَسَن و دار ــــ اَجی کیا کہنا

....

سَر پہ، چلتی ہُوئی تلوار ــــ چُنا جور گرَم

....

زندگی، اَب ہے طَرَح دار ــــ چُنا جُور گرَم

چُنا جُور گرَم، بابُو، مَیں لایا مجے دار ــــ چُنا جُور گرَم

....

راگ ــــ طوفان نے چھیڑا ہے، اَہا ہا، ہا ہا
واہ کیا طُرفہ تھپیڑا ہے، اَہا ہا، ہا ہا

کیا دَڑیڑے پہ دَڑیڑا ہے، اَہا ہا، ہا ہا
غرق ہونے ہی پہ بیڑا ہے، اَہا ہا، ہا ہا

....

مَوت کہتی ہے چل اُس پار ـــــ چنا جوُر گرَم

زِندگی، اَب ہے طرَح دار ـــــ چنا جوُر گرَم

... .

چناجوُر گرَم، بابوُ، مَیں لایا مزے دار ـــــ چناجوُر گرَم

....

نالۂ مُہاجِرت [1]

رَہینِ جوَر ہائے دوستاں ہوُں
دُعائے مُستَجابِ دُشمناں ہوُں

دَیارِ شام میں جس طَرح سجّاد
کَراچی شہر میں یوُں میہماں ہوُں

حُسَینیِ وَقت مجُھ پَر آ پڑا ہَے
مُحَرّم کی، مجُسّم داستاں ہوُں

وَطَن میں، بَستۂ ناتوَنیاں تھا
یَہاں آزُرَدَہ اَہلِ اَذاں ہوُں

[1] یہ نظم بھی، آمدِ پاکستان کے موقع پر 1956ء میں کہی گئی تھی

مُجَسَّم نغمہ تھا ـــــ اور اب خموشی
سراسر شعلہ تھا ـــــ اور اب دُھواں ہوں

وہ دن بھی تھے کہ میرِ کارواں تھا
یہ دن بھی ہیں کہ گردِ کارواں ہوں

پرستش ہے جہاں خشت و خزف کی
وہاں، گوہر فروش و گل فشاں ہوں

ثوابِ حج ہے، جس پر سنگ باری
دریغا ـــــ وہ جواہر کی دکاں ہوں

مجھے ہر چہرہ، دیتا ہے یہ آواز
وہیں رک جا کہ میں نامہرباں ہوں

جو بڑھتا ہوں تو کہتا ہے یہ ہر پھول
نہ چھو لینا مجھے، نوکِ سناں ہوں

ہر اک دریا سے آتی ہے یہ آواز
اِدھر مت آئیو، کف در دہاں ہوں

ہر اِک حاکم کا ٹھسّا کہہ رہا ہے
کہ مَیں شاہنشہِ کون و مکاں ہُوں

ہر اِک افسر کے لب پر ہے یہ اِعلان
کہ مَیں جمشید ہُوں، چنگیز خاں ہُوں

ہر اِک بھکوے کے سر میں ہے یہ خنّاس
کہ مَیں سر حلقۂ یونانیاں ہُوں

بنے پھرتے ہیں، یکّ سر، جو فرنگی
اب، اُن بہروپیوں کا ہم عناں ہُوں

ڈسا تھا رُوحِ سر سیّد[1] نے جس کو
اُس آلِ "مغربی" کے درمیاں ہُوں[2]

یہاں ہر "آئی، سی، ایس" کو ہے یہ زعم
کہ مَیں فرزندِ انگلستانیاں ہُوں

1۔ فرنگی کے عصابردار سید احمد خان
2۔ حالی کے اس مصرعہ کی جانب اشارہ ہے
"حالی اب آؤ پیروی مغربی کریں"

یہ کہتا ہے کہ مَیں ہوں "زِڈ الٰہی"
وُہ کہتا ہے کہ مَیں "ٹی ٹی میاں" ہوں

کوئی "ڈی گُل" کوئی "اِے وائی خاں" ہیں
مَیں دُکھیارا، نہ ایں ہوں اور نہ آں ہوں

اَندھیرا، اَلاَماں، اتنا اَندھیرا!!
کِدھر ہوں، کون ہوں، کیا ہوں، کہاں ہوں؟

....

وہ بھی دیکھا، یہ بھی دیکھ[1]

(۱)

اَب وُہ شرَر کدے ہیں، نہ وُہ شُعلہ کاریاں
اَللہ ری حیات، تِری ژالہ باریاں

کَل کی یہ بات ہے کہ مِرے دَر پہ، وَقتِ شام
رُکتی تھیں، گیسوؤں سے مہکتی سواریاں

اَور یہ بھی وَصف تھا کہ مِرے اشتیاق میں
آتی تھیں، بیاہیوں کی سَدھائی کُنواریاں

1 ۔ یہ نظم بھی ورودِ پاکستان کے وقت 1958ء میں کہی گئی تھی۔

ہر صُبح، مُخِرانِ حسیناں کی خاطریں
ہر شام، ڈولیوں کی، دھڑا دھڑ کہاریاں

ہوتی تھیں، موجِ گیسوئے افسوں فروش سے
ہر شب، حریمِ کیف پہ، افسانہ باریاں

اَلوانِ کم سِنی سے وُہ چھلکے ہوئے بدن
جس طرح، چاندنی میں، جھلکتی اُچاریاں

پلکوں کی لرزشوں سے، خدوخال کا وُہ رنگ
کوندے میں جیسے لالۂ و گُل کی کیاریاں

انداز کی جلَو میں، چمکتے ہوئے خدنگ
آواز کی کمر میں، لچکتی کٹاریاں

اُن قشقہ ہائے تازہ کے، ماتھوں پہ گلستاں
جن کی، شرابِ سُرخ سے تھیں رشتہ داریاں

فردوسِ تازگیٔ و تعطّر لیے ہوئے
شب نم کی بیٹیاں، گُلِ تر کی دُلاریاں

کرتی تھیں، فرشِ گل پہ چھما چھم، تمام رات
لَے کی چھیتیاں، دَف و بربط کی پیاریاں

وہ چہچہے ـــــ پھوار میں جس طرح پھول بَن
وہ زمزمے ـــــ گنوار میں، جیسے اٹاریاں

ساقی کے ہر خروش میں، صد ہا صنم کدے
صہبا کے ہر حباب میں، لاکھوں عماریاں

متوالیوں کے ناز میں، اندازِ خسروی
اندازِ خسروانہ میں پرزور دِگاریاں

خاموشیوں کے دوش پہ بھی حرفِ آب دار
سنجیدگی کی جیب میں بھی عشوہ کاریاں

تکیوں کو، بستروں سے گراتے ہوئے شباب
تمکینِ خوابِ ناز میں وہ بے قراریاں

طراریوں کے سیل میں، یوں دم بخود حیا
جس طرح بھیڑ بھاڑ میں گھبرائی ناریاں

گویا، کڑک رہی ہے، فضا پر، کمانِ قوس
انگڑائیوں کے لوچ میں وہ رنگ باریاں

ہر تان کے بہاؤ میں ـــــ چاندی کے نیشتر
ہر بول کے کٹاؤ میں ـــــ سونے کی آریاں

وہ، مرکیوں کی موجِ پر افشاں، کہ جس طرح
جھونکوں میں سرسرائیں، بنارس کی ساریاں

یوں قہقہے، گلوں میں، تواتر سے، چرخ زن
پن گھٹ پہ گائیں، صبح کو، جیسے گواریاں

(۲)

میرے حضور، آنکھ اٹھا کر، بصد نیاز
میری نگاہ لطف کی امّید واریاں

اوروں سے بات چیت، تو فرعون خصلتی
اور مجھ سے جب کلام، زلیخا شعاریاں

مُحفِل پہ جب نظر، تو مُجسّم غرُورِ حُسن
اَور مجُھ پہ جب نگاہ، نری خاک ساریاں

جَب مجُھ سے کاروبار، مُلائم لگاوٹیں
اَوروں سے جب دُوچار، کڑی بُرد باریاں

قارُوں کی طرح، اُن سے اُدھر بُخلِ ارتباط
حاتم کی طرح، مجُھ پہ اِدھر لُطف باریاں

مجُھ سے جو اختلاط تو اِسرافِ التفات
اَوروں پہ جب کرم، تو کِفایت شعاریاں

(۳)

اور اب یہ حال ہے کہ سرِ جادۂ حیات
ضَوبار مُخملیں ہیں، نہ زرّیں عماریاں

آتے تھے، موتیوں کے جہاں، روز، قافلے
اَب، گھر بنا چکی ہیں وہاں اَشک باریاں

آج، اُن کو، حیف، دیکھ رہا ہُوں، بقیدِ ہوش
سُنتا تھا، زندگی کی جو نا پائے داریاں

اس کا نہ تھا خیال، کہ میرا ہلالِ عید
رکھتا ہے، آستین میں، اتنی کٹاریاں

اس کی خبر نہ تھی کہ پسِ پُشتِ عزّ و جاہ
دبکی کھڑی ہیں، ایک زمانے کی خوٗاریاں

گِنتا تھا، فردِ عیش میں، کل، نام گُل رُخاں
اور اب، تمام رات ہیں اختر شُماریاں

اب، خلوتوں کی آگ میں ہے کاروبارِ آب
کل، جلوتوں کے راگ میں تھیں بادہ خوٗاریاں

اب، مے کشی کے روُپ میں ہے شُغلِ مے کشی
کل، سرخوٗشی کے رنگ میں تھیں مے گُساریاں

اب، روز کوہیاں ہیں، غمِ روزگار میں
کل، حجلۂ بُتاں میں تھیں شب زندہ داریاں

اَب، بے دِلی کے دَشت میں، چُنتا ہُوں خار و خَس
کَل، تتلیوں کے رَنگ سے چُنتا تھا دھاریاں

اَللہ ری بے کَسی کہ بَاپِں ذَوق مَعصیَت
اَوقات پَر سَوار ہَیں پَرہیز گاریاں

اَب، وُہ بَنے ہُوئے ہَیں مِرے ہَم دَم و رَفیق[1]
حاصل ہَیں، خامیوں میں جِنہیں پُختہ کاریاں

اَب، وُہ اُٹھے ہَیں، میری حِمایَت کے واسطے
جِن کی جَبیں پہ ثَبت ہَیں تقوے کی خَواریاں

یہ خوف ہے کِہ قَصرِ خَرابات ڈھا نہ دِیں
جو، بَخشتے بَڑھے ہَیں مجُھے اُستواریاں

سَب سے زِیادَہ خَوف ہے، اِس بات کا مجُھے
دَم توڑ دِیں کہِیں نہ مِری وَضع داریاں

1 ۔ ان تکشف گزیدہ حکام وارباب اقتدار کی جانب اشارہ ہے، جنہوں نے مجھ کو پاکستان بلا کر، میری دست گیری کی ناکام سعی کی تھی۔

اَثنائے جنگ میں نہ سپر ڈال دیں کہیں
میرے مزاج کی یہ بغاوت شعاریاں

ذرّوں پہ جُھک نہ جائے، یہ اَنجم شکن جبیں
گیتی سے دب نہ جائیں، یہ گردوں شکاریاں

اِک دن، خُدا نہ کردہ، بایں فکرِ حق شناس
کرنا پڑیں کہیں نہ عبادت گزاریاں

ایسا نہ ہو کہ اہلِ سُبو سے بگاڑ کر
آلِ وُضو سے گانٹھنا پڑ جائیں یاریاں

....

تربیتِ جمال

ہزار شکر کہ خونِ جگر کے چھینٹوں سے
عذارِ حُسن کی سُرخی اُبھار دی ہم نے

کنواریوں کی جھجک کو، ہمک میں ڈال دیا
بیاہیوں کی ادا کو کٹار دی ہم نے

ڈھکے سروں سے، ہٹا کر سرے دوشالوں کے
صبا کو نکہتِ مشکِ تتار دی ہم نے

حیا فسردہ و آداب خستہ مکھڑوں کو
شگفتگیِ گُل و برگ و بار دی ہم نے

نویلیوں کی، گھٹی پا بگل اُمنگوں کو
رجھسندگیِ مزاجِ شرار دی ہم نے

کسی کو، ماہِ شبِ وصل سے نواز دیا
کسی کو، آہِ شبِ انتظار دی ہم نے

شکستِ وعدہ کی رسوائیوں کے قامت کو
عبائے غُلغلۂ اعتبار دی ہم نے

بضربِ طنز، کبھی خندہ ہائے بےجا کو
صدائے گریۂ بےاختیار دی ہم نے

بحرفِ نرم، کبھی حُسن کی خموشی کو
متاعِ زمزمۂ آب شار دی ہم نے

زبانِ گُنگ کو، الفاظ کی کھنک بخشی
نگاہِ کُند کو، نشتر کی دھار دی ہم نے

کبھی، تکبّرِ خوباں کے دوشِ سیمیں کو
قبائے سادگیٔ و انکسار دی ہم نے

کسی کو، ذوقِ سجود و سپردگی بخشا
کسی کو، جنسِ غرور و فرار دی ہم نے

کسی کو، صبح کا جھومر دیا، بطورِ زکات
کسی کو، شام کی بِندی، اُدھار دی ہم نے

کسی میں تربیتہ شاخِ گُل کا لوچ بھرا
کسی کو، مصلحتاً، ذُوالفقار دی ہم نے

کسی کے، پائے تقاضیٰ میں، ڈال دی زنجیر
کسی کی نبضِ تمنّا اُبھار دی ہم نے

کسی کو، جذبۂ تہذیبِ آرزو بخشا
کسی کو، جُراَتِ بوس و کنار دی ہم نے

اُسے، جحیمِ تپ و اضطراب میں ڈالا
اسے، بہشتِ سکون و قرار دی ہم نے

جو، خوفِ شرع سے تھی، مانعِ ہم آغوشی
وہ، گردنوں کی حمائل اُتار دی ہم نے

خزاں کی گردنِ سوزاں میں ڈال کر باہیں
سخن کو، نزہتِ فصلِ بہار دی ہم نے

ہزار شکر کہ بہرِ تموّلِ افکار
بتوں پہ، دولتِ اجداد، وار دی ہم نے

بڑی کشادہ دلی سے، خرید کر افلاس
قلم کو، طاقتِ پروردگار دی ہم نے

غرض کہ شرح کہاں تک ہو، مختصر یہ ہے
کہ آذری میں، جوانی گزار دی ہم نے

....

یادوں کے مجسّمے

(۱)

منھ اندھیرے کے جام میں ہے کھنک
شب کے در پہ ہے، صبح کی دستک

آسماں پر ہے، طرفہ اِک ہلچل
ابر میں، چاندنی کا یوں ہے عمل

جیسے، چشمِ کرم، سرِ محشر
فردِ اعمال کی سیاہی پر

روشنی میں رواں ہیں یوں بادل
جیسے، مشعل کے نور میں کاجل

جنگ، جیسے، میانِ کفر و دیں
جیسے، آویزشِ گمان و یقیں

جیسے، مکھڑے پہ، کاکلوں کا سواد
جیسے، ایمان، مائلِ الحاد

ظلمت و نور، غائب و موجود
چپقلش، درمیانِ شعلۂ و دود

چاندنی بار بار، زیر و زبر
چھائیاں عارضِ تجلّی پر

ماہ پر، یوں ہجومِ ابرِ سیاہ
خم پہ، جس طرح محتسب کی نگاہ

پرفشاں ہیں فضا پہ، لاکھوں خواب
اُگرئی سی ہے، چادرِ مہ تاب

خامشی کے جھنک رہے ہیں ساز
ایک عالم ہے، گوش بر آواز

ٹہنیوں پر، طیور ہیں خاموش
بے خودی کا، زمین پر سرپوش

سرنگوں ہیں، مؤذنوں کے نشاں
سو رہی ہے، گلوں میں، بانگِ اذاں

چھاؤں کی گود میں ہے تابانی
مانجھے بیٹھی ہے، صبحِ نورانی

ہو چلا ہے، طلوع کا آغاز
بلبلِ شب ہے، مائلِ پرواز

حجلۂ گل میں خفتہ ہے، خوش بو
بے جھنک ہیں، نسیم کے گھنگرو

زندگی کی جبیں ہے، بے جھومر
بوندیوں کی کھنک ہے پتوں پر

سرخ موتی، سیاہ مالا ہے
کچھ اندھیرا ہے، کچھ اجالا ہے

جھوٹ میں التباس ہے، سچ کا
سُرمئی سا ہے صُبح کا لُچکا

نَل میں ہے، سائیں سائیں کی آواز
آمدِ آب کے نرہے انداز

راہ میں ہے، گلاب سا چہرا
باندھنے ہی پہ ہے اُفُق سہرا

(۲)

آج، ہے ہے، یہ نوُر کا تڑکا
لے کر آیا ہے، اِک نیا کڑکا

سیکڑوں، عہدِ رفتہ کے جلسے
نکل آئے ہیں، ابر کے دل سے

سیکڑوں جشن، سیکڑوں بُستاں
مَلگجی سی فضا پہ ہیں غلطاں

مُتحرک ہیں، چرخ پر، حجرے
سیکڑوں راگ، سیکڑوں مجرے

جن میں کل، گرمِ رقص تھے اصنام
چرخ زن ہیں، سرِ فضا، وہ خیام

پرنیان و حریر میں ملبوس
سر پہ غلطاں ہیں بے شمار جلوس

ہائے مشعل فروز، گھپ راتیں
لے کر آئی ہیں مست برساتیں

(۳)

آ گئے، لو وہ دن بہاروں کے
بول گیتوں کے، غول یاروں کے

ہائے، کس کو سناؤں یہ دکھڑے
اُف، وہ جھمکے، جگر جگر مکھڑے

لو، دَر آیا، شباب کا ساون
لو، وہ پروا چلی، ارے سن سن

لو، بصد نغمہ ہائے طوفانی
پھر برسنے لگا، ارے پانی

لو' وہ آڑی ہوئی' دوبارہ پھوار
سر تک آنے لگی' ارے بوچھار

ہائے' پانی کا' چھڑ گیا پھر راگ
آگ' پھر' ہائے دل میں بھڑکی آگ

پھر پڑی تارِ وقت پر مضراب
پھر بڑھا' ڈنک اٹھائے' وہ شباب

ہائے' یارانِ رفتہ کا ریلا
لگ گیا' آسمان پر میلا

—— اُف مچلتی گھٹاؤں کے نیچے
سیکڑوں دل' ارے دھڑک اُٹھے

سینہ زن ہیں' کراہتے لمحات
اُف' یہ کس کی نکل رہی ہے برات

اُف' یہ کس بوستاں کی ہے کو' کو
اُف' یہ کیسی ہے بور کی خوش بو؟

باغ، سَر پر لیے، بصد فریاد
اُڑ رہا ہے، ارے الیچ آباد[1]

آگرے کا ہے، آسماں پر نور
پُر فشاں ہے جمالِ سیتا پور

جل رہا ہے، خیال کا دامن
چل رہی ہے نسیمِ صبحِ دکن

اُڑ رہا ہے علَم اَپالو کا
سینہ زن ہے، فضا پہ کلکتہ

بھر گئے، آنسوؤں سے، اُف جل تھل
لو، وہ دمکا، فلک پہ، تاج محل

ہائے، لَو دے رہے ہیں، دِل کے داغ
آ گیا سامنے، وہ قیصر[2] باغ

۱۔ ساحلِ بمبئی۔
۲۔ لکھنؤ کا شاہی باغ

گزم رشیون ہے، چوک[1] کی رونق
لو، وہ سونے کے، کٹ رہے ہیں ورق

گونج اُٹھی پھر، بصد ہزار گداز
گل فروشانِ چوک کی آواز

کوئے دل میں، صدا یہ دی، کس نے
"پھول چمپا کے، ہار بیلے کے"

کون یہ گل رخانِ پُرفن ہیں؟
بال کھولے، جو گزمِ رشیون ہیں

سر پہ ہیں سرخیوں کے ہلکورے
اُف، یہ کن انکھڑیوں کے ہیں ڈورے؟

ہائیں ...... یہ کیوں مسک گئے بادل
کس نے، گھبرا کے، توڑ دی ہیکل؟

۱ ۔ لکھنؤ کا بازارِ حسن، جہاں سونے چاندی کے ورق کٹنے کی صدا گونجتی رہتی تھی۔

کس کے بکھرے، ہوا پہ، یہ گیسو؟
کس نے بدلا یہ چرخ، پر زانو؟

کون اُبھا یہ، دِل کی دھڑکن سے؟
کس کی ٹوٹیں یہ چوڑیاں، چھن سے؟

بن گیا دِل، تمام تر پھوڑا
کس نے، یہ ناچ میں لیا توڑا؟

دِل میں چھوٹا لہو کا فوّارا
کس نے، طبلے پہ بات یوں مارا؟

غم کدے میں، بشوخی و شنگی
اُف، یہ کس نے بجائی سارنگی؟

آئی کیسی یہ، مثلِ شعلۂ ناز
چرخ سے، "جوش، جوش" کی آواز؟

ہائے، مجھ کو پکار کر، اے جوش
یہ، ارے کون ہو گیا روپوش؟

کِس کے شانے سے، لڑ گیا شانا؟
کِس کے ہونٹوں نے، چھُو لیا ماتھا؟

کِس نے مارا یہ تیر، سینے پر
کان میں "ہائے لکھنؤ" کہہ کر

اُف، مری جان پر بَن آئی ہے
کردِگارا ــــ تری دُہائی ہے

داورا ــــ دُکھ سہوں، کہ مر جاؤں؟
ہائے میں کیا کروں ...... کدھر جاؤں؟

....

دَورِ اختلاط

جَب، گجَر کی صَدا جُگاتی تھی
ہائے، کچھ اور نیند آتی تھی

کوچہ گَردیِٔ نیم روز، اکثر
دھوپ کو، چاندنی بَناتی تھی

شہرِ خوباں کی ہائے دل داری
جو گلی تھی، اچھی سی جاتی تھی

آنکھ کھُلتے ہی، سب سے پہلے، ہائے
اُسی کافر کی یاد آتی تھی

اُس سے باتیں کبھی جو کرتا تھا
نبضِ الفاظ، ڈوب جاتی تھی

حرف، ہونٹوں پہ ٹوٹ جاتے تھے
یوں کچھ آواز لڑکھڑاتی تھی

سر، حیا سے جُھکا کے...... کنگن کو
جب، کلائی میں وُہ گھماتی تھی

کُرّہ ارض، تھم سا جاتا تھا
گردشِ دہر، رُک سی جاتی تھی

دیر تک، جب بھی، دیکھتا تھا اُسے
ایک انوکھی سی نیند آتی تھی

جب جھٹکتی تھی سر سے وُہ زُلفیں
چاندنی، رات، جھلملاتی تھی

جب جھپکتی تھیں، اِک ذرا پلکیں
دیر تک، کائنات گاتی تھی

اُف وُہ راتیں، وُہ چُپ مُلاقاتیں
شمع بُجھ کر، دیے جلاتی تھی

ہائے کیا کیا وُہ موہنی مُورت
گھُپ اندھیرے میں جگمگاتی تھی

اَبدیّت میں ڈُوب جاتا تھا
جب مجُھے وُہ گلے لگاتی تھی

کانپ اُٹھتی تھی عُمرِ خِضر و مسیح
گاہ، ایک آن، وُہ بھی آتی تھی

چاندنی کی کشِش میں جیسے نہر
سیج پر، یُوں وُہ رَسمَساتی تھی

مَیں، جب آتا تھا، وَقتِ آرائش
فرش پر، جھٹ سے، بیٹھ جاتی تھی

بات، مُکھڑے کو ڈھانک لیتے تھے
اوڑھنی، سَر پہ جھلجھلاتی تھی

جب مَیں کہتا تھا "اَلاَماں یہ شباب"
جِٹ سے، انگڑائی ٹوٹ جاتی تھی

جب اُسے دادِ نغمہ دیتا تھا
تان کی قوس کپکپاتی تھی

اُف وہ گُل رنگ نقشِ پا، جن سے
خاک سی چیز مسکراتی تھی

ہائے وہ طرفہ زندگی، اے جوشؔ
جب ہمیں روز موت آتی تھی

....

جوانی کی یاد

قریبِ شام، جب دھیمی ہوا، نوحے سُناتی ہے
سِسکتے کُنج پر جب سوگ واری دوڑ جاتی ہے

شفق، جب زندگی پر، خون کے آنسو بہاتی ہے
میانِ گلستاں، ظالم خزاں کی رتھ جب آتی ہے

....

اور اُس کی رَو میں، جب ہر ایک پتّی کھڑکھڑاتی ہے

مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

تھکے سے جھٹپٹے میں اونگھنے لگتے ہیں جب منظر
فضا کی سوگ واری اوڑھ لیتی ہے سیہ چادر

طلسمی وادیوں میں، اک ذرا سا، شہر سے ہٹ کر،
کماں کی طرح بل کھائے ہوئے غم ناک ساحل پر

....

مرے دل کے سمندر میں، ندی جب ڈوب جاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

نظر آتا نہیں، اک پھول بھی، جس وقت دامن میں
سسکتی ہے، رندھی سی چاندنی، جب صحنِ گلشن میں

کوئی آوارہ طائر، شب کو، بول اٹھتا ہے جب بن میں
اور اک ویران عشرت گاہ کے خوابیدہ روزن میں

... ...

ہوا، جس وقت، آدھی رات کو، سیٹی بجاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

سُبک سارنگیاں، جب گونجتی ہیں، بزمِ خوباں میں
گھنی زُلفوں کی مہکیں، تیرتی پھرتی ہیں ایواں میں

نگاہوں کے سفینے، ڈوب جاتے ہیں، جب افشاں میں
اور اُس موقع پہ مجھ آشفتہ قسمت کی رگِ جاں میں

....

نکیلی راگنی، جب ڈوب کر، برچھی لگاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

انگیٹھی کے کنارے، جب، بفیضِ جامِ زر افشاں،
وہ راتیں بولتی ہیں، جو کبھی تھیں قلزمِ الحاں

پرانی داستانیں، جب پہنتی ہیں نئے عنواں
اور اُس موقع پہ...... گھبرا کر، بیادِ وعدۂ جاناں

....

نظر، جب ایک عاشق کی، گھڑی کی سمت جاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

اُفق پر چھوٹتا ہے، صُبح کا جس وَقت فوّارا
تھرکتا ہے، سُنہری وادیوں میں، سرمئی دھارا
شُلوکا، دھوپ چھاؤں کا، پہَن لیتا ہے اَندھیارا
نَظر آتا ہے، آدھے چاند کے آغوش میں، تارا

....

اَور اَپنی سیج کو، جب زندگی ویران پاتی ہے
مجُھے، بے ساختہ، اَپنی جوانی یاد آتی ہے

....

فلک کی جگمگاہٹ سے، فضا کی مُسکراہٹ سے
اُفق کی تھرتھراہٹ، سَرد شَب نَم کی لگاوٹ سے
چمَن کی خاکِ گُل پَروَر کی دِھیمی گُنگناہٹ سے
نسیمِ صُبح کے مَوّاج بوسوں کی چٹاچٹ سے

....

کلی میں جب چٹکنے کی تمنّا رَسمَساتی ہے
مجُھے، بے ساختہ، اَپنی جوانی یاد آتی ہے

....

ہوائے سرد، چھوتی ہے لَٹیں، جب روئے تُرکاں کی
جگر میں پینگ لیتی ہے مہک انفاسِ خوباں کی
گلابی روشنی سے، آنکھ کھُل جاتی ہے بُستاں کی
اور اُس کے ساتھ ہی ...... پہلی کرن صُبحِ بہاراں کی

جب اس اُجڑے ہوئے سینے میں چُبھ کر، ٹوٹ جاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

مچلتی ہے، سرِ دوشِ ہوا، جب شُکریں سردی
لرزتے ہیں ستارے، دوڑتی ہے چاند پر زردی
دلوں کو گدگداتی ہے، تمنّائے جہاں گردی
مَسک جاتی ہے جب دُھندلی فضا کی مَلگجی وردی

....

کلائی میں، نویلی صُبح، جب کنگن گھماتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

طَرَب کا رَنگ اُڑا کر، جَشن کی دھُوموں کو مُرجھا کر
رَبابوں کو بُجھا کر، راگ کے شُعلوں کو کَجلا کر
فَضا کو کپکپا کر، چمپئی مُکھڑوں کو سَنولا کر
صَبا کی قمچیاں کھا کھا کر، آئینوں کو دُھندلا کر

....

قَریبِ صُبح، جب شمعِ شَبستاں جھلملاتی ہے
مُجھے، بے ساختہ، اَپنی جوانی یاد آتی ہے

....

جَھلکتی ہے سِتاروں کی رِدا، جَب خُوش نواؤں پَر
بَرَستی ہے نُکیلی کَج کُلاہی دِل رُباؤں پَر
اُترتی ہے مِٹھاس، آئینہٗ پیکر مَہ لقاؤں پَر
ہنِداسی راگنی، گھُنگرو بجاتی ہے، ہواؤں پَر

....

نَشیلی بھیرویں، مُکھڑے سے جب گھُونگھٹ اُٹھاتی ہے
مُجھے، بے ساختہ اَپنی جوانی یاد آتی ہے

....

گرجتے گونجتے، کم بخت ساون کے مہینے میں
لگا دیتی ہے پانی کی جھڑی، جب آگ سینے میں
شبِ غم کے، دہکتے، کھولتے، ٹھنڈے سفینے میں
بلکتی زندگی، جب ڈوب جاتی ہے پسینے میں

مری سوئی ہوئی رم جھم کو جب برکھا جگاتی ہے
مجھے بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

ابھرتا، ڈوبتا ہے چاند، جب ابرِ گریزاں میں
کبھی لپکا، کبھی کاجل تھرک اٹھتا ہے میداں میں
ہوائے ساحلِ پُر خم، کھٹکتی ہے رگِ جاں میں
ستارے غوطہ زن ہوتے ہیں، سنگم کے شبستاں میں

تھکی جمنا کو، گنگا، جب کلیجے سے لگاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

لرزتے ہیں، در و دیوار پر، یادوں کے جب سائے
نظر آتے ہیں جب، گم کردہ مہ رُو، بال بکھرائے

جھلک اُٹھتے ہیں جب وُہ چاند، کب سے تھے جو گہنائے
ہَوا آتی ہے جب، بیتے ہُوئے لمحوں کو مہکائے

....

فضا جب گھُپ اندھیرے میں، بجھی راتیں جلاتی ہے
مجھے بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

مرا یہ چہرہ، جو گوہر فروش و گل بداماں تھا
متاعِ گُل رُخاں تھا، دولتِ محمل نشیناں تھا

کلیسائے نگاراں، کعبۂ اصنامِ دوراں تھا
جو، کل کی بات ہے، بُت خانۂ قومِ حسیناں تھا

....

اب اُس سے، جب پُجارن تک مری، آنکھیں چراتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

اُٹھائے دوش پر ..... گُم کردہ لمحوں کی مُلاقاتیں
مُلاقاتیں، دُعائیں، شُکریے، شکوے، مُناجاتیں

لیے، چاندی کی تھالی میں، دُمکتی، کُندنی باتیں
مری گردن میں باہیں ڈالتی ہیں چاندنی راتیں

....

اور اُن راتوں میں جب، ماتھوں کی بینڈی جھلملاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

جہاں، میری تمناؤں نے کل، دھومیں مچائی تھیں
گھنی زُلفوں کے سائے میں، جہاں نیندیں جگائی تھیں

جہاں، شیریں لبوں پر، مُدّتوں، مُہریں لگائی تھیں
جہاں، کل، رت جگوں نے، صُبح تک راتیں بجائی تھیں

....

مجھے پہچان کر، جب وُہ گلی آنسو بہاتی ہے
مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

حیا سے کانپ کر، جھک کر بجوم شرم ساری سے
کلائی میں، سبک کنگن گھما کر، بے قراری سے
ذرا سا لڑکھڑا کر، اک ادائے بادہ خواری سے
دھنک کی سی کھنچی انگڑائی لے کر، طرح داری سے

کسی کو دیکھ کر، جب کوئی گل بدن مسکراتی ہے
مجھے بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

کوئی الھڑ، گلی میں، رات کو، صد ہا جتن کرتی
ٹھٹکتی، ڈولتی، تھمتی، ٹھہرتی، سسکیاں بھرتی
لرزتی، ہانپتی، رکتی، بدکتی، ہولتی مرتی
سمٹتی، کانپتی، مڑتی، جھجکتی، جھینپتی، ڈرتی

....

کسی کا در، جب، اک انگلی سے، آ کر کھٹکھٹاتی ہے
مجھے بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

....

چمن کو، غرقِ سوز و ساز کر جاتا ہے جب بھونرا
نیازِ عاشقی کو ناز کر جاتا ہے جب بھونرا

خموشی کو، لطیف آواز کر جاتا ہے جب بھونرا
کلی کو چوم کر، پرواز کر جاتا ہے جب بھونرا

اور اس کے بعد، جب، تادیر، ٹہنی تھرتھراتی ہے

مجھے، بے ساختہ، اپنی جوانی یاد آتی ہے

بازگشت [1]

بلا کر مجھ کو، اپنے پاس، بیماری کے حیلے سے
مری شب غم کو پھر آتش بداماں کر دیا تو نے

تامل میں بھی رہتی ہے ترنگوں کی پر افشانی
مجھے، یہ نکتہ سمجھا کر، پشیماں کر دیا تو نے
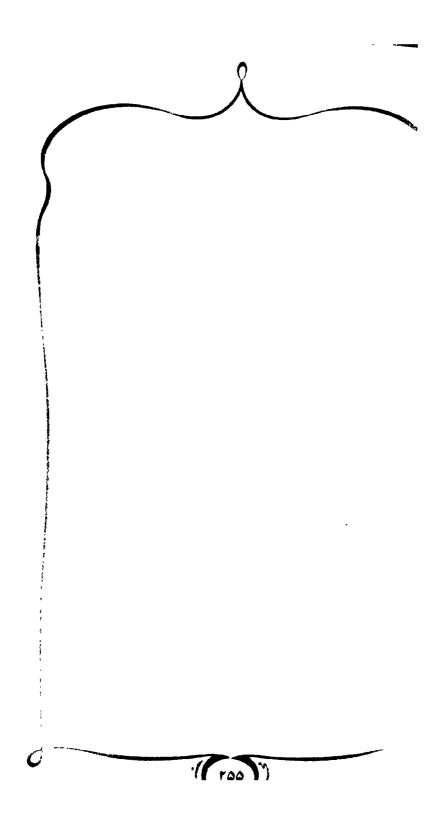
غلاف بے حسی میں رکھ دیا تھا عقل نے جس کو
پھر اُس خنجر کو، میرے دل میں عریاں کر دیا تو نے

1 ۔ میرے عشق سے تائب ہو جانے کے بعد، کسی نے، ٹیلی فون پر، اپنی، خداناکردہ، شدید بیماری کی 'لرزہ خیز' خبر سنا کر، مجھے اپنی حریم ناز میں طلب کیا تھا، یہ نظم اسی واقعے سے متاثر ہو کر 1961ء میں کہی گئی تھی۔

جو، تمکیں گاہِ قرطاس و قلم میں، سر بزانو تھا
اُسے، پھر موجِ خال و خد میں غلطاں کر دیا تو نے

مِرے یونان کے دامن میں، بھر کر، نجد کے ذرّے
مِرے ادراک کو، سر در گریباں کر دیا تو نے

ہوائے فکر نے، جن کو، بصد کاوش، بجھایا تھا
ارے، پھر اُن چراغوں کو، فروزاں کر دیا تو نے

بڑی سختی سے، جن کے پاؤں میں زنجیر ڈالی تھی
ارے، اُن ولولوں کو، پھر خراماں کر دیا تو نے

مِرے بُت خانۂ پیشیں کو، پھر آباد فرما کر
مِرے افکار کے کتبے کو ویراں کر دیا تو نے

قیامت ہے کہ دیرِ لفظ و معنیٰ کے پُجاری کو
دیارِ چشم و ابرو میں پر افشاں کر دیا تو نے

تفکّر نے، بڑی مشکل سے، جن کا رنگ اُڑایا تھا
پھر اُن افسردہ پھولوں کو گلستاں کر دیا تو نے

سُلا کر، فرشِ آب و رنگ پر، میرے مُفکّر کو
مِرے خوابیدہ شاعر کو غزل خواں کر دیا تو نے

وہ خاموشی، خریدی تھی جو بازارِ مسائل میں
اُسے، غوغائے طفلانِ دبستاں کر دیا تو نے

گلایا جا رہا تھا، جس جگہ، اسرار کا لوہا
پھر، اُس گُلخن کدے کو، شبنمستاں کر دیا تو نے

محبّت کے سُلانے کو، جہاں ظُلمت بسائی تھی
پھر، اُن، تاریک گوشوں میں چراغاں کر دیا تو نے

کُتب بینی سے پایا تھا جو تقویٰ، میری آنکھوں نے
اُسے پھر...... خیر سے، مائلِ بعصیاں کر دیا تو نے

خطِ موہوم کی حد تک، جسے میں کھینچ لایا تھا
پھر، اُس موجِ تبسّم کو رگِ جاں کر دیا تو نے

مری حکمت نے، جس پر، کُفر کا فتویٰ لگایا تھا
ارے، اُس عشق کو پھر عینِ ایماں کر دیا تو نے

چھڑایا تھا، بڑی مُشکل سے، جن آنکھوں کا دُودھ اے جاں
اُنہیں، پھر تشنۂ رُخسارِ تاباں کر دیا تو نے

تفکّر نے، جو، لاکھوں، موتیوں کے ہار گوندھے تھے
اُنہیں، اَپنے بَس ایک آنسو پہ، قرباں کر دیا تو نے

حریمِ عقل میں ٹھہروں کہ دشتِ عشق میں جاؤں؟
خود اَپنے سے، مجھے دَست و گریباں کر دیا تو نے

دِیا، سَر میں جلاتا ہوں، دُھواں، دِل سے نکلتا ہے
یہ، کیا جادُو، ارے او دُشمنِ جاں کر دیا تو نے؟

....

یادش بخیر

یادش بخیر ہم بھی، اِک روز مہ چکاں تھے
نَو خیز و نَو اَدا تھے، نَو تیر و نَو کماں تھے

آنکھیں، فسانہ گو تھیں، اَنداز، نغمہ خواں تھے
کشمیر کی کہانی، کنعاں کی داستاں تھے

....

گبھرو تھے، گل نفس تھے، گل رُخ تھے، گل فشاں تھے

یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

آنگن میں ناچتے تھے، برسات کے مہینے
آغوش میں صنم تھے، ترشے ہوئے نگینے

ہلچل میں تھے ڈوپٹے، زیروزبر تھے سینے
تن، ڈولتے تھے، جیسے، گرداب میں سفینے

وہ بھی رواں دواں تھے، ہم بھی رواں دواں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

ہر سانس تھی ہماری، اک کشتیِ دخانی
دہکی ہوئی ترنگیں، بہکی ہوئی روانی

کھلتا ہوا شگوفہ، کھلتی ہوئی کمانی
اڑتی ہوئی حکایت، مڑتی ہوئی کہانی

بھڑکی ہوئی دھنک تھے، کڑکی ہوئی کماں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

آبائے گُل رُخاں میں، بھرتے تھے روُپ کیاؔ کیاؔ
پاپا کا دِل لُبھانے، جاتے تھے، روز، گرجا
پنڈت کو رام کرنے، جُٹتے تھے، شب کو، مالا
مُسلِم کی اَنجمن میں، پڑھتے تھے "نوُر ناما"

....

موہن کے دائرے میں، پکّے "حَدیث خواں" تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

محلوں میں کوُدتے تھے، راتوں کو، جب یکایک
ہوتی تھی، ڈر سے چھاتی، شہ زادیوں کی، دَھک دَھک
مُکھڑوں کی لَو جگاتیں، جھٹ سے بُجھا کے دیپک
ہم، صُبح کو، یہ باتیں، لاتے نہ تھے زَباں تک

....

اس دَرجہ پاس بانِ ناموُسِ گُل رُخاں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وَقت ہم جواں تھے

....

کرتا تھا عقدِ ثالث، جس وقت کوئی کھٹ پٹ
ہم، اُس کی دوستی کا پیتے تھے جام، غٹ غٹ
ہوتا تھا، جب دُلھن سے، "دُولھا میاں" کا جھنجھٹ
راہِ مُصالحت پر، ہم دوڑتے تھے سرپٹ

....

اپنے پہ بھی کرم تھا، اُس پر بھی مہرباں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

اِک دَور آ گیا تھا، ایسا بھی، زندگی میں
رہنا پڑا تھا ہم کو، مُلّاؤں کی گلی میں
دُکھڑوں کی جھلکیاں تھیں، مُکھڑوں کی چاندنی میں
سہمے ہوئے تھے سرگم، لُکنت تھی گنگری میں

....

کانٹوں میں آشیاں تھا، پھولوں کے درمیاں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

ملتی تھیں جب نگاہیں، ترکانِ شعلہ تن سے
اُٹھتی تھی، ولولوں کی آنچیں، ارے بدن سے

اور، کم سِنوں کی پایل، جب بولتی تھی، چھن سے
محرابِ زندگی میں، چلتی تھی توپ، دن سے

....

وہ، دولتِ قمر تھے، ہم دامنِ کتاں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

گردن میں، ڈالتے تھے باہیں، جو ماہ پیکر
سینوں میں گونجتی تھی، مستی کی آگ بھر بھر

اور، رات بھیگتے ہی، جب نشّے میں، وہ دل بر
سیجوں پر اینڈتے تھے، تکیے گرا گرا کر

....

وہ بھی دھواں دھواں تھے، ہم بھی دھواں دھواں تھے
یہ داستاں ہے، جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

ہر، بے رُخی بہانہ تھی، ہر التفات چھاپا
آنکھیں پھریں تو ہے ہے، آنکھیں مِلیں تو آہا

کیا کہیے عاشقی کو، کس کس طرح نبایا
ویسے ہی بن گئے ہم، جیسا بُتوں نے چاہا

....

ناقوسِ برہمن تھے، بانگِ مؤذّناں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

بیداریوں میں نیندیں، چنگاریوں میں تارے
ظلمات میں کنائے، آفات میں اشارے

تلوار میں جھروکے، منجدھار میں کنارے
اوروں سے کیا غرض ہے، اپنے لیے تو پیارے

....

طوفانِ ناخدا تھے، گرداب بادباں تھے
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....

ہَر لمحَہ تھی، نَشیلے مُکھڑوں کی مے افشانی
ہَر پَل، تَرانَہ سَنجی، ہَر آن تَر زَبانی

ہَر شام تھی سَلونی، ہَر صُبح تھی سُہانی
راتوں کو تھی یہ گَردَن، باہوں کی راج دھانی

....

اَور، صُبح کو، یہ شانے، زُلفوں کے آشیاں تھے

یہ داستاں ہے جَب کی، جِس وَقت ہَم جَواں تھے

....

اَیوان تھا ہَمارا مَتوالیوں سے جَھل جَھل
آنچل کسی کا جھومَر، ترچھی کسی کی ہَیکَل

اَنگڑائیوں کا مِیلا، گَدراہٹوں کا دَنگل
آنکھیں، پیاہیوں کی، رَقصاں لووَں کی ہَلچَل

....

پنڈے کنواریوں کے، دَربَستَہ کَہکشاں تھے
یہ داستاں ہے جَب کی، جِس وَقت ہَم جَواں تھے

....

لُہلوٹ ہَم پہ یارو' ہر شوخ نازنیں تھی
کُندَن کے خال و خَط تھے' یاقوت کی جَبیں تھی

آنکھوں ہیں بُت کدے تھے' لہجے میں بھیرویں تھی
ہَم میں' وُہ کوَن ایسی اَنوٹ ہے' جو نہیں تھی

....

تتلی تھے' پنکھڑی تھے' سوسَن تھے' ارغواں تھے
یہ داستاں ہے جَب کی' جس وَقت ہَم جواں تھے

....

بینڈی' عَبیر' اُبٹَن' کاجَل' گُلال' اَفشاں
سلما' ستارہ' لچکا' مہندی' اَگَر' چراغاں

چھاگَل' چُغانہ' چھَم چھَم' رِم جھِم' رَباب' رَیحاں
شَب ہائے باد و باراں' لَب ہائے بوسہ خواہاں

....

یہ طُرفہ کارواں تھا' ہَم میرِ کارواں تھے
یہ داستاں ہے جَب کی' جس وَقت ہَم جواں تھے

....

راتیں گزارتے تھے، ہم جوشؔ، گھر سے باہر
رہتے تھے، مہ وشوں کے انفاس سے مُعطّر

اور، گھر میں جب پہنچتے، سہمے ہوئے سراسر
تو، پوچھتی تھیں بیگم، یہ صبح کو، بگڑ کر

....

کیوں جی، قسم تو کھاؤ، کل رات کو کہاں تھے؟
یہ داستاں ہے جب کی، جس وقت ہم جواں تھے

....
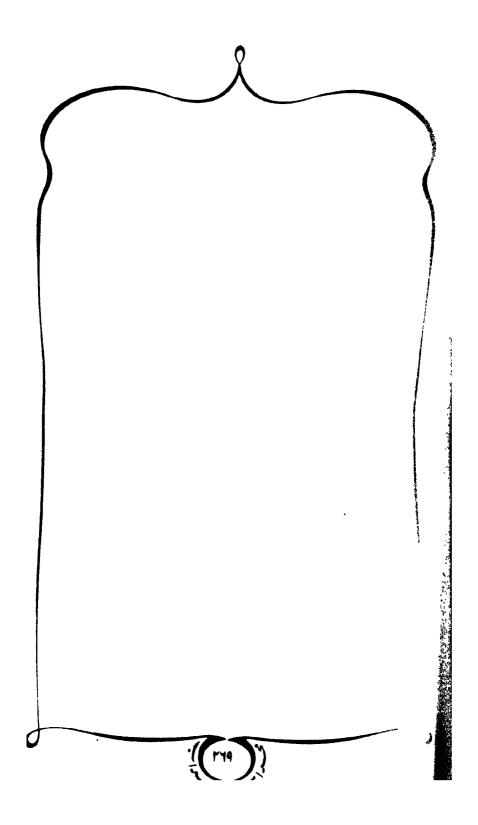
مآلِ مسرّت

اُنھیں سے، کھائی ہیں، خاروں کی لاکھوں برچھیاں مَیں نے
وُہ دو سانسیں ...... جو لی تھی، بوئے گُل کے درمیاں مَیں نے

گھمایا جا رہا ہوں، اس خطا پر ...... دشتِ عبرت میں
کیا تھا کُل طوافِ حجلہ ہائے دل بَراں مَیں نے

ڈھکیلا جا رہا ہے مجھ کو، نوحوں کے سمندر میں
کہ، نغموں کی طرف، اِک بار، موڑی تھی عناں مَیں نے

خبر کیا تھی کہ ہر مَد سے، اٹھیں گے سیکڑوں شعلے
سمجھ رکھّا تھا بوسوں کو، حسابِ دوستاں مَیں نے

مَیں اب سمجھا . اُسی کا ہے، مِرے سَر مِیں، یہ سنّاٹا
کہ، راگوں مِیں جُھلائے تھے، زمین و آسماں مَیں نے

کُھلا اَب یہ کہ زنجیریں نہیں توڑی تھیں، زنداں کی
تراشی تھیں، حقیقت مِیں، قفَس کی تیلیاں مَیں نے

زمانے بھَر سے، شاید، یہ نرالی کاشت کاری ہے
کہ تخمِ سُود بویا، اور کاٹا ہے زیاں مَیں نے

پڑا ہے، خاک پَر، صَد پارہ، اب وُہ لمحۂ فانی
نچھاور جِس پہ کر دی تھی، حیاتِ جاوِداں مَیں نے

دَرِ قصرِ کشائش، کیُوں نہ مجھ پَر بند ہو جاتا
کہ کھولے تھے کبھی بندِ قبائے مہ وشاں مَیں نے

نہ اَب دوزخ ہو کیُوں ہر شَب کہ اَپنے دوشِ رنگیں کو
عطا کی تھی بہشتِ گیسوئے عنبر فشاں مَیں نے

جُھکایا جا رہا ہُوں، اس لیے، پائے گدائی پَر
کہ پہنا تھا...... علیٰ الرّغمِ قضا، تاجِ شہاں مَیں نے

ارے، سر پٹختی ملتی ہیں اب، کوہ و بیاباں میں
وہ دُھومیں ...... جو مچائی تھیں، بسر کارِ مغاں میں نے

مرے آگے، وہ شب ...... روزِ قیامت بن کر آئی ہے
گزاری تھی جو ساحل پر ...... بدوشِ کہکشاں میں نے

ڈسا کرتی ہے، فرشِ خواب پر، اُن کی کھنک، اکثر
کبھی توڑی تھیں، فرطِ شوق میں، جو چوڑیاں میں نے

لدا ہے، سر پر اندھیارا کہ کیوں ذرات کے لب سے
ہزاروں آفتابوں کی سُنی تھی داستاں میں نے

کماں کڑکا رہے ہیں، مثلِ دُشمن، اب مرے سر پر
وہ، دو لمحے، جو کھنکائے تھے، پیشِ دوستاں میں نے

ٹپکتی ہیں، دلِ صد پارہ سے، اب خون کی بوندیں
پیے تھے، ہائے، کیوں، رنگیں لبوں سے، بوستاں میں نے

گرایا ہے مجھے دُنیا نے، خوش چشموں کی نظروں سے
کہ، اپنی سمت کل پھیریں تھیں، لاکھوں انکھڑیاں میں نے

مرے ہونٹوں پہ قُفل، اس جُرم میں، دُنیا نے ڈالا ہے
کہ گونگی ...... اَدھ کھلی آنکھوں کو، بخشی تھی زباں میں نے

مشیّت نے ...... گلے کو، ہچکیوں کا طوق بخشا ہے
کہ تھرکائی تھی، قلقل کے دُھندلکے میں اَذاں میں نے

کہوں کس سے کہ بالآخر ...... بخیرِ قسمتِ رامش
بُنی ہے ...... راگ کے ڈوروں سے، پوشاکِ فُغاں میں نے

سُروں کو ...... آنچ پر پگھلا کے، ٹپکائے ہیں گرم آنسو
دُھنوں کو ...... دُوھ کر، بھرلی ہیں دل میں، ہچکیاں میں نے

جو، یوں منڈلا رہا ہے، ایک مُدّت سے، مرے سر پر
سمیٹا ہے، لَووں کی شوخیوں سے، یہ دُھواں میں نے

بچوں اب دھوپ سے کیوں کر کہ فرقِ زندگانی پر
بنایا تھا، گلابی تتلیوں کا سائبان میں نے

پیوں پیہم نہ کیوں آنسو کہ صہبا کے خیابوں سے،
ہزاروں بار اُبھارے تھے، خیامِ حوریاں میں نے

وہ بانہیں، اب مری گردن پہ، تلواریں چلاتی ہیں
گلے میں، جن کو پہنا تھا، بشانِ خسرواں میں نے

خداوندا...... وہاں اب خیمہ زن ہیں، بے شمار آنسو
نکالا تھا، جدھر سے کل، جلوسِ اختراں میں نے

وہاں، بیٹھے ہوئے ہیں، سسکیوں کے، ہر طرف، پہرے
جہاں، آباد کی تھیں، مُرکیوں کی بستیاں میں نے

وہاں اب، حیف، کافور و کفن کے کارخانے ہیں
جہاں، کھولا تھا، بازارِ حریر و پرنیاں میں نے

وہاں، بیساکھ کی، روڑھی فضا کا اب تسلّط ہے
بسائی تھیں جہاں، برکھا کی، دھانی بدلیاں میں نے

وہاں، اب، روزگارِ تند، گرمِ سنگ باری ہے
سجائی تھی، جس انگنائی میں، شیشے کی دکاں میں نے

ارے، میں، تیرہ قسمت جوش، یہ بپتا کہوں کس سے
کہ دامانِ بہاراں سے، نچوڑی ہے خزاں میں نے

ظُلمت سے نُور تک

(1)

ٹہلنے کو مَیں، باہزاراں تمنّا
جو کَل، صُبحِ کاذب کے ہنگام نِکلا

تو دیکھے، اُبلتے ہُوئے گھُپ اَندھیرے
سیاہی کے خیمے، تباہی کے ڈیرے

چھپا چاند، یوں، اَبر کی پلٹنوں میں
نظر کھو گئی، سُرمئی چلمنوں میں

ہَوا نے پہن لی، جو آندھی کی وَردی
تو چُبھنے لگی، ہر بُنِ مُو میں سَردی

ہُوا، دوشِ ظُلمات کا وَزن دُہرا
جو مچلا، دُھواں دھار لچھّوں میں، کہرا

گھٹی خامُشی کی، گھنی تیرگی کی
ہر اِک موڑ پر، ایک دیوار دیکھی

سیاہی جو بَرّائی، تو جاگ اُٹھا
مرے دل میں، طفلی کا ڈرپوک بَچّا

پڑے مُنھ پہ، دہشت کے آڑے طمانچے
ڈگانے لگے پاؤں، نادیدہ کھانچے

جو گونجی، خُود اپنے ہی قدموں کی آہٹ
چُڑیلوں کے سُننے لگا ہنہناہٹ

جو کھٹکا ہُوا، راستے میں، ذرا سا
تعاقُب میں ہے کون؟ ڈر کر یہ دیکھا

بہت دُور، کنکڑ پر، اک شے جو دَمکی
تو ٹھٹکا کہ قزّاق کی آنکھ چمکی

جو اِک تیرہ جھاڑی کے نزدیک آیا
تو، اِک ناگ نے، ذہن میں، پھن اٹھایا

سُنیں، پُشت پر، وہ اُلجھتی صدائیں
دَبے پاؤں آتی ہیں، جیسے بلائیں

نظر آئے، ہر سمت، دیووں کے پہرے
بہر گام، اندھیرے کے اُبھرے کٹہرے

ہلا، چاپ سے، یوں خموشی کا دامن
کہ جس طرح ہو قلبِ سارق میں دھڑکن

گھٹا نے، جو قندیلِ گردوں بجھائی
چڑیلوں کی آواز، کانوں میں آئی

جو، کالے درختوں نے، لٹکائے گھتنے
نکل آئے، پُرہول جھاڑی سے بھتنے

(۲)

اور اتنے میں دمکا جو، شب سوز، تارا
مڑا، نور کی سمت، ظلمت کا دھارا

گھٹاؤں کو، ٹھنڈی ہواؤں نے، ہانکا
دَرِ سنگِ مُوسیٰ سے، بلّوَر، جھانکا

نظر آ رہی تھیں، جو کالی فصیلیں
اُڑیں، جیسے، آندھی میں گھبرائی چیلیں

جو کُتّوں کی بھوں بھوں سے تھا خوف طاری
چلی اُس پہ مُرغِ سَحَر کی کٹاری

سَرِ راہ جتنے تھے، کاجَل کے تودے
جو پو پھٹ چلی، وَجد میں آئے، کُودے

رُوے، اَور مَیدے کے باریک ذرّے
برَسنے لگے، رَنگ کی چھلنیوں سے

اُڑی، رَین رانی کے نینوں سے ہندیا
دَمکنے لگی، بھور دیوی کی بندیا

ہُوے دُور، سارے اَندھیرے گگَن کے
بھرتے ہیں دِن، جیسے اَہلِ محَن کے

چٹکتے ہی، آئی جو ہلکی جماہی
کلی نے کہا، شکر تیرا الٰہی

لگا، نور کا، قلبِ ظلمت کو، دھچکا
برسنے لگا، آسمانوں سے لپکا

ہوئی اِک جھلکتی گلابی ہویدا
بڑھا، سُرخ جوڑا پہن کر، سپیدا

سیاہی کی، جھن سے، جو زنجیر ٹوٹی
کرن، اوجِ کہسار پر، کھن سے پھوٹی

طیورِ سحر، کُنج میں، چہچہائے
بڑھا نور، سونے کی گاگر اُٹھائے

صبا، گنگنا کر، گلستاں میں سنکی
عروسِ بہاراں کی پازیب جھنکی

نگارِ سحر کو، یہ دل نے صدا دی
کہ اے رنگ و آہنگ کی شاہ زادی

ترا بوجھ، تا حشر، دھرتی سہارے
چلی آ، کچکتی، سجن کے دوارے

یہ سُن کر، اٹھائیں کٹیلی نگاہیں
گلے میں مرے، ڈال دیں، سُرخ باہیں

....

مری بات سُن لے، ارے او جیالے
اندھیرا اگاتا ہے لاکھوں اجالے

برہمن، دہکتے شوالے میں آ جا
اندھیرے سے ہو کر اجالے میں آ جا

....

بیمار صُبح

بَدلی میں گھری ہے صُبحِ تاباں
گُل زارِ سَحَر میں، شب خراماں

کَلیوں کی چَٹک میں، آہ و زاری
شاخوں کی لَچک میں، سوگ واری

روئے انوار پر اُداسی
مِحراب، غُنوَدَہ ...... لَو، ہَنداسی

لہجے میں نسیم کے، رُکھائی
کُندَن ساگر پہ، زَرد کائی

سیلے شعلے، دھویں میں غلطاں
دھنکی راتیں، فضا پہ جولاں

کیا شانِ طلوع ہے نرالی
مکھڑا گورا، نقاب کالی

نوخیز اُفق پہ، خواب طاری
تتلی کے پروں پہ مشک باری

اللہ ری دہر کی دو رنگی
فرشِ اطلس پہ جشنِ زنگی

جھینپا جھینپا سُبک دھندلکا
ظلمت بھاری ہے، نور ہلکا

دیوارِ فسوں گری میں سونا
اودی چاندی، سیاہ سونا

آشفتہ نسیم، نوحہ خواں ہے
افلاک کا منہ، دھواں دھواں ہے

دوشیزۂ صبح، غرقِ شیون
ڈھیلے ہیں، کلائیوں میں کنگن

خالی رعنائیوں کی جھولی
اُدھڑی ہوئی، زر نگار چولی

مدّھم مدّھم، جبیں کا ٹیکا
رنگِ عارض کا شہد پھیکا

شہرِ شوخی، لُٹا لُٹا سا
غمزوں کا گلا، رُندھا رُندھا سا

روندا، مسلا، ادا کا لچکا
گوٹا عشووں کا ملگجا سا

برگِ نسریں پہ کھردرا پن
اعصابِ شمیم گُل میں اینٹھن

پھیکا پنڈا، تپک رہا ہے
آفاق کا دل، دھڑک رہا ہے

....

گھٹن

تجھ میں، اے دورِ گل کے مے خانے
کتنے، ٹوٹے پڑے ہیں پیمانے

کل یہاں، گرمِ رقص رہتے تھے
شمعِ رطلِ گراں کے پروانے

کل یہیں، نو جمال آتے تھے
تند عشووں کی فصد کھلوانے

اب یہاں، دور تک جو تودے ہیں
یہی تودے تھے کل طرب خانے

یہ کھنڈر ہیں جو آج، تیرہ و تار
چاندنی کے تھے کل یہ کاشانے

اَب جدھر بُونڈرے ہیں، اُس جانب
ابر آتا تھا، رقص فرمانے

جن میں اَب، سنگ بستہ قبریں ہیں
یہی گوشے تھے، کل صنم خانے

جن میں، زُلفِ بُتاں کی لپٹیں تھیں
اَب وہ تانیں ہیں، برچھیاں تانے

شاخِ نسریں کا لوچ تھا جن میں
آج، تلوار ہیں وہ افسانے

جن پہ رہتی تھیں کل گھنی زُلفیں
اَب، کڑی دھوپ میں ہیں وہ شانے

گھر کو تج کر، گئے تھے جو بن میں
پھر نہ پلٹے کبھی وہ دیوانے

کل، جو میرے نگر کے باشی تھے
اب ہیں کس دیس میں؟ خدا جانے

اب وہ احباب ہیں، نہ وہ اصنام
اب نہ وہ ناچ ہیں، نہ وہ گانے

پیش و پس، مقبروں کا سناٹا
داہنے بائیں، گھپ عزا خانے

کل جگاتے تھے، حیف، جو راتیں
سو رہے ہیں وہ، چادریں تانے

اب، کن آبادیوں میں، کس بن میں
دل کو لے جاؤں، ہائے بہلانے

....

ہائے جوانی

حُسن پُجاری، عشق دِوانے
جوڑے بَر بِیں، شوخ، سُہانے

جُھل جُھل، جن کے تانے بانے
پَل پَل بَدلیں ٹھور ٹھکانے

چوکھٹ چوکھٹ، روز دُو گانے

ہائے جوانی، ہائے زمانے

کنکر، موتی . پتھر کومل
گھن کی رو میں، بجتی چھاگل
سُبحیں قشقہ، شامیں کاجل
بدلی ہلکی . بوندیں بوجھل

... . ..

کانٹے افسوں... پھول افسانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

. .. ..

بدلی گھرتی، گھم گھم کرتی
برکھا آتی، جھم جھم کرتی
حوریں پھرتیں، چھم چھم کرتی
"بالم، بالم، بالم" کرتی

....

پریاں حاضر، ناز اُٹھانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

ہم بھی تھے، بانکے، متوالے
نینوں میں کھولے مدھ شالے
مکھڑا گورا، گیسو کالے
دُر جھمکائے، بدّھی ڈالے

....

اپنی دھج پر، آپ دوانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

جی کو بھاتی، ہر متوالی
چاہے گوری، چاہے کالی
جس کو دیکھو، جوبن والی
صُبح انوکھی، شام نرالی

....

دھوپ رسیلی، سائے سُہانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

.. ..

ہم پر، کم بن منڈلاتے تھے
اُف، جوڑے کُھل کُھل جاتے تھے

رُوٹھ کے، جو جھٹکے کھاتے تھے
وُہ، گھبرا کر، خُود آتے تھے

. . ..

اپنی خاطر، ہم کو منانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

.. ..

پہلے تو جز بز ہوتے تھے
کچّی نیندوں میں روتے تھے
پھر.. خُود کو مجھ میں کھوتے تھے
نیند کے ماتے جو سوتے تھے

....

اُلٹی سیدھی چادر تانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

خطرے، کیا کیا غُراتے تھے
ہم کب، خطرے میں لاتے تھے

اَندھیاروں میں اُٹھلاتے تھے
اَور، محلوں پَر چڑھ جاتے تھے

....

سُرخ لبوں کے رَنگ چُرانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

کیا کَس بَل تھے، کیا پَرتے تھے
تَن مَن میں، بادَل گھِرتے تھے

سکّے، جیبوں سے گِرتے تھے
صَرّافوں میں ہم پھِرتے تھے

.. ..

سیج ترانے، رات سُہانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

گھرتے تھے، بھیڑوں، ریلوں میں
پھنستے تھے، کانٹوں، بیلوں میں
گھُستے تھے، عرسوں، کھیلوں میں
دھنستے تھے، میلوں، ٹھیلوں میں

....

نین اُلجھانے، دھکّے کھانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

. . .

مسلا ذرّہ، توڑا تارا
شاخ جھکائی، پھول اُبھارا
اس کو نیوتا، اُس کو اشارا
جس کو تاکا، اُس کو مارا

....

خالی کیسے جائیں نشانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

رُخ پر سرخی، پیمانوں کی
آنکھیں ..... راتیں مے خانوں کی

ہم، جاں تھے، کتنی جانوں کی
شمع تھے ... کتنے پروانوں کی

. ...

کتنی شمعوں کے پروانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

. .

گھرتی بدلی، گاتی پُروا
چلتی ناویں، بہتے دریا

دہنے جمنا، بائیں گنگا
او ہو، او ہو، آہا، آہا

دھوم، دھڑکا، مجرے گانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

. ...

طبلے، پائل، تانیں، سرگم
تالی تک تک، ڈھولک دم دم
مانگیں آڑی، زلفیں پُر خم
"مورے انگنا آؤ پیتم"

. . . . .

تن، تن، تن تن، توم ترانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

. . . .

دہشت، گھر کی تکراروں میں
رس، باہر کے دلداروں میں
مدھ ماتی، چنچل ناروں میں
شام کو، غائب مہ پاروں میں

....

صبح کو حاضر قسمیں کھانے
ہائے جوانی، ہائے زمانے

....

حیران و پریشان و تپاں ہوں، اے جوش
اک عمر سے، ہر سو، نگراں ہوں، اے جوش
یہ ... "مردہ، بدست زندہ" کی بات نہیں
میں "زندہ، بدست مردگاں"... ہوں، اے جوش

پیام

صبا ...... جانا اُدھر، تو دَرْدِ دِل کا ماجرا کہنا
بَنرمی، بارگاہِ شاہ میں، حالِ گدا کہنا

اَدب سے پیش آنا، گفتگو کرنا مروّت سے
مگر، دِل کا جو عالَم ہو رہا ہے ... برملا کہنا

وہاں پانا جو شُغلِ ہاؤ ہُو ...... تو میری جانب سے
مُغاں سے بندگی کہنا، مُغنّی سے دُعا کہنا

خُود اپنا جائزہ لینے پہ وُہ مجبُور ہو جائے
کچھ ایسے خوف سے رُودادِ انجامِ جفا کہنا

جہاں، ہر آن، اُمیدوں پر اُمیدیں بر آتی ہیں
وہاں، میری گھنی مایوسیوں کا ماجرا کہنا

وہ جب چونکے، تو، اُس کی، اَدھ کھلی زُلفوں کو بکھرا کر
مِری رُودادِ برہم خوابیٔ شامِ بلا کہنا

گدا کو..... ایک اشارے میں، جو شاہی بخش دیتے ہیں
اُن اربابِ کرم کا قصّۂ جوُد و سخا کہنا

ہلا کر زُلفِ مشکیں، چھیڑنا ذکرِ شبِ ہجراں
مِری مُشکل بیاں کرنا، اُسے مُشکل کُشا کہنا

دِلِ بے دَرد میں، شاید ذرا سا دَرد پیدا ہو
مجھے محتاج کہنا، اَور اُسے حاجت رَوا کہنا

تصوّر میں جو دِل کرتا ہے شکوے، تلخ کامی کے
اُنھیں ..... میٹھے سُروں کی چھاؤں میں، بہرِ خدا کہنا

کسی دن ..... برسبیلِ تذکرہ ..... اُس آفتِ جاں سے
بُتانِ مہر خو، کا قصّۂ لُطف و عطا کہنا

سُنکّنا . اَوْر بَتا دِینا کِہ میری آرزُو کیّا ہے
مَگَر . لَفظوں کے سانچے میں، نہ حُرْفِ مُدّعا کہنا

جو یہ پانا کِہ اُس کے دِل میں، دَرْدِ بے نوَایاں ہے
تو، فِدوی کو . یکے اَز بَندگانِ بے نوا کہنا

وُہ . باتوں میں اَگر بِگڑے . تو دامَن چوم کَر اُس کا
نکیلے طیش کی، ایک اک اَدا پَر مَرحَبا کہنا

بِکھر جائیں، جو اُس کی جُنبِشِ سَر سے، گھنی زُلفیں
تو، اُس بِکھراؤ کو، شیرازَہ اَرْض و سَما کہنا

مِرے بانکے کی چھَب کو دیکھ کَر، گَردَن جُھکا لینا
اُٹھانا پھر نَظَر...... اَوْر جھوم کَر صَلِّ علیٰ کہنا

اُسے بَرہَم اَگر پانا، مِری شَب گیر آہوں پَر
تو، آہوں کو، شِکَستِ شیشَۂ دِل کی صَدا کہنا

اَگر یہ بھانپنا، سَجدے کا طالِب ہے غُرُور اُس کا
تو...... مُجھ کو بَندَۂ مَولیٰ طَلَب...... اُس کو خُدا کہنا

اگر وہ یہ کہے، اِک روز میں تھا جنگ پر مائل
تو اُس کو، میری طبعِ صُلح جو کی، اِک ادا کہنا

اگر، وہ شکوہ فرمائے، مری گستاخ دستی کا
تو، میری عقل کو، عاشق کی عقلِ نارسا کہنا

جو وہ، آوارہ و آزادہ مشرب، مجھ کو ٹھہرائے
تو مجھ کو بستۂ زنجیرِ میرِ کربلا کہنا

جو وہ الزام دے مجھ کو، عقائد سے بغاوت کا
تو مجھ کو، محرمِ سِرِّ ضمیرِ مصطفٰے کہنا

کہے وہ ..... خیر سے، مجھ کو، اگر اللہ کا منکر
تو مجھ کو، آدمی کا خادمِ دُرد آشنا کہنا

شکایت وہ اگر فرمائے، میری بادہ خواری کی
تو، میری اس روش کو، جبرِ سلطانِ قضا کہنا

مرے شکووں کو سُن کر وہ بگڑ جائے ..... تو جلدی سے،
گرہ سی ڈال کر لہجے میں ..... اُس کو بے خطا کہنا

بُرا مجُھ کو کہے ...... تو بعد میں کہنا' جو دِل چاہے
مگر پہلے ...... سرِ تسلیم خم کر کے' "بجا" کہنا

اگر وُہ شکوہ فرمائے' مری شاہد پرستی کا
تو مجُھ کو' عادتاً بدراہ و طبعاً پارسا کہنا

مری اچھائیوں کا ذِکر کرنے سے ...... ذرا پہلے
مجُھے ...... کچُھ پیار کے لہجے میں ... تھوڑا سا بُرا کہنا

یہ مُشکل ہے بہت ...... لیکن ترے نزدیک آساں ہے
کسی نا آشنا سے' ماجرائے آشنا کہنا

وُہ' اپنے جوش سے' رُوٹھا ہُوا ہے' ایک مدّت سے
اگر تیری شفاعت کام آ جائے' تو کیا کہنا

....

نفیٔ اضداد

اَب، دِل میں، وُہ رِم نہ جھم ہے، وُہ نغمے، وُہ نوائیں
شُعلوں سے بھی، اُٹھتی نَظَر آتی ہیں گھٹائیں

اِس خاک کے سینے سے، نِکلتی ہُوئی آنچیں
بُنتی ہُوئی مِلتی ہیں، شَفَق رَنگ رِدائیں

اَب تو، نَظَر آتے ہیں، دَبے پاؤں خراماں
کُہسار بھی ...... پہنے ہُوئے، شیشوں کی قبائیں

اَب، صَرصَرو گُلخَن کی طَرَف سے بھی، شَب و روز
آتی ہیں، کسی گوشۂ داماں کی ہوائیں

غلطاں ہیں، دلِ خاک میں، سیّار و ثوابت
اب آؤ، کہ ذرّات کا گھونگٹ بھی اُٹھائیں

فرقِ مَن و تو، کفر ہے، احساسِ دُوئی، شرک
ہاں آؤ، کہ اب دُھوم سے، یہ نعرہ لگائیں

آفاق ہے یک رشتۂ و یک گوہر و یک نسل
بھٹکے ہوئے انسان کو، یہ نکتہ سُجھائیں

اعداد کے فتنوں کو ...... اکائی میں، جکڑ کر
نقشوں کی، سیہ کار، لکیروں کو مٹائیں

ہر اسم ...... بس اک حرف ہے، ہر جسم.. بس اک حجم
اس اسم کی، اس حجم کی دیوار گرائیں

محدود تھے کل، دوشت تک، آدابِ محبّت
دشمن کو بھی، اب آؤ، کلیجے سے لگائیں

سب، اپنے ہی خرمن ہیں، سب اپنے ہی نشیمن
اے لیلیٔ توحید، کدھر آگ لگائیں؟

جنّت کے اُجالوں کو بھی، آنکھوں پہ جگہ دیں
دوزخ کے اَندھیروں کو بھی، زانُو پہ سُلائیں

اُس ایک لبِ زندہ پہ، قُربان دُو عالم
جس لب پہ، حریفوں کے لیے بھی ہوں دُعائیں

ہاں آؤ کہ اب کعبہ و کاشی سے، اُٹھا کر
انسان کو اللہ کی مَسنَد پہ بٹھائیں

زُود سپُردگی

نَظَر آیا مجُھے، اِک دِن سَرِ شام
نیا اِک پھُول، گُل زارِ جِناں کا

چھَبیلا، مُچلبلا، چنچَل، چھَلاوا
نکیلا، لٹ پٹا، مستانہ، بانکا

کمَر... یا شاخ، نسرین و سمَن کی
نظَر...... یا تیر، ارجُن کی کماں کا

وُہ تابِ رُخ کہ بھُوکے اَور پیاسے
تقاضی بھُول جائیں، آب و ناں کا

خرامِ ناز میں وہ آن ... جیسے
زمیں پر آئے پیغام آسماں کا

بلا کی کشمکش میں پُر فشاں تھا
دُوپٹا، پھول سا، آبِ رواں کا

صباحت میں تھا، اِک ہلکا سا جھٹکا
فسوں پرور ملاحت کی عناں کا

ملاحت تھی کہ بَن کی شام جیسے
صباحت تھی کہ تڑکا بوستاں کا

صباحت میں، یقیں کی سی تجلّی
ملاحت میں، دُھندلکا سا گماں کا

رواں تھی کم سِنی، سوئے جوانی
جھلی چاندی میں تھا، سونے کا ٹانکا

نئی صورت، قوامِ آب و گِل کی
نیا انداز، ربطِ جسم و جاں کا

نظر...... میزان تھی، روزِ جزاء کی
بدن...... انصاف تھا، نوشیرواں کا

سمجھ ہی میں نہ آیا، لاکھ سوچا
کہ یہ تارا ہے کوٹھے آسماں کا

نظر، گوہر پہ جیسے مشتری کی
مجھے یوں، دور سے، کافر نے آنکا

چھپا لے چاند کو، جس طرح بدلی
بڑھا جب میں، تو یوں، چہرے کو ڈھانکا

پھر اُس نے، غرفۂ ناز و ادا سے
مجھے، کچھ دیر تک، شرما کے جھانکا

ہٹایا پھر، رخِ گل گوں سے رومال
کہ پٹ کھولا، جواہر کی دکاں کا

رخِ نورس پہ مچلی وہ کسک سی
اثر جیسے کسی بارِ گراں کا

دیا، جیسے کوئی، آندھی کی زد پر
ہوا یہ رنگ، روئے گل فشاں کا

جو کھلی کور، تو، آنکھوں سے ابھرا
تلاطم، ایک شوقِ بے کراں کا

اٹھا یوں شور، پلکوں کی جھپک سے
کہ جیسے، شیر کا جنگل میں ہانکا

مری زد پر، وہ اس کی رسمساہٹ
کہ تابِ ماہ میں، عالم کتاں کا

پکار اٹھی نظر "تیری ہی جانب"
جو یہ پوچھا: "ارادہ ہے کہاں کا

بحمداللہ کہ اس نسریں بدن نے
مجھے اعزاز بخشا میہماں کا

عطا کی دوش کو، زلفوں کی جاگیر
دلِ صد پارہ کو، باہنوں سے ٹانکا

مِری شَب کی طَرَف' آغوشِ واۓ
بَڑھایا تاج' عُمرِ جاوِداں کا

اَوْر اُٹھ کَر مَیں چلا تَڑکے' تو پُوچھا
کہو' اَب کَب اِرادہ ہَے یَہاں کا؟

کہا چُپکے سے "کَل" اَوْر بھاگ نِکلا
کِہ دِل میں خوف تھا اُشرف[1] جہاں کا ....

....

1 ۔ عُلیا حضرۃ اُمُّ الشُّعراءِ بیگم جوش

غُرفۂ چہارم

جشنِ شبرگال

(۱)

لو . . اُٹھا، جھوم کر، وہ ابرِ بہار
وَاشْرَبُو، وَاشْرَبُو اُولِی الْاَبْصار

آو، "یا ہو" کی گونج میں، وہ الاپ
کہ دو عالم ہوں، رقص پر طیّار

آو، وہ دُھن، کنشت میں چھیڑیں
جھوم جائیں، بہشت کے اشجار

خطّۂ برف سے، اُگائیں آگ
آگ میں لہلہائیں سرو و چنار

سَنگ و آہن کو بخش دیں آہنگ
خار و خس کو عطا کریں چہکار

کھٹکھٹائیں، سُبو کے دستے سے
آؤ، بابِ حرم، بصد تکرار

آؤ، دربارِ کج کُلاہاں میں
عاجزی کو سکھائیں استکبار

بخش دیں، رہ نشیں گداؤں کو
حکمِ سُلطاں سے، جرأتِ انکار

کُنجِ باطل کی چھوڑ دیں، شاخیں
دستِ قاتل کی توڑ دیں، تلوار

آندھیوں کو بنائیں، موجِ نسیم
زلزلوں کو سکھائیں وضعِ قرار

نارِ گیتی سے، بین لیں، شعلے
مارِ گردوں سے چھین لیں، پھنکار

آؤ، عرفاں کے جام یوں چھلکائیں
کہ اُلٹ جائیں، اولیائے کبار

یوں کریں شرحِ وحدتِ آفاق
ایک ہو جائیں کافر و دیں دار

ذرّہ و آفتاب کے مابین
ڈال دیں، آؤ، طرحِ بوس و کنار

آؤ، یوں، دھوم سے، گلال اڑائیں
کہ گلابی ہو، کہکشاں پہ سوار

آؤ، پیدا کریں، بگردشِ جام
وقتِ اندک میں، فرصتِ بسیار

آؤ، عمرِ خضر کو ٹھکرا دیں
بیک اندازِ لمحۂ سرشار

آؤ، خاشاک کو عطا کر دیں
تتلیوں کے پروں کے نقش و نگار

(۲)

لائی پھر بوئے زُلفِ لامحدود
مرحبا، مرحبا نسیمِ بہار

ہاں، اب اے، دِل نواز، سازندے
تیز ہو اور، تھاپ کی گُمکار

اور پھر جائے، این و آں سے نگاہ
اور گھر جائے، اَبرِ زمزمہ بار

اور بڑھ جائے، صحّتِ مستی
اور چڑھ جائے، نرگسِ بیمار

تیز ہو اَور، اے نسیمِ شمال
تُند ہو اَور، اے ہوائے چنار

اَور، اے اَبرِ سُرمئیں، دھمال
اَور، اے آبِ آتشیں، دہکار

اَور، مہکو، ہزارہ و سوسن
اَور، بہکو، ثوابت و سیّار

اُور بوجھل ہو، اَبرِ تیرہ کی چھاؤں
اُور گُھٹّل ہو اِحتیاط کی دھار

اُور، سازِ اَلَسْت کی آہنگ
اُور، رِندانِ مَست کی ہُنکار

اُور، بَدلی کا، مے کدے پہ، گُھماؤ
اُور بوُندوں کی، شاخ سے ٹپکار

(۴)

ہاں، اُبَل، اَے شرابِ کاکُل و رُخ
ہاں، بَدَل، اَے مزاجِ لَیل و نہار

ہاں، لہروے میں، گھوُم جائے گھٹا
ہاں، کہروے میں، جھوُم جائے مَلہار

ہاں، یہی بھیڑ بھاڑ، اَے لکّو
ہاں، یہی چھیڑ چھاڑ، اَے بوُچھار

بَدلیو! ہاں یہی گَرَج، ہر آن
بجلیو! ہاں یہی، کَڑَک، ہر بار

خوفِ شب خوں پہ ہاں، یہی پتھراؤ
جورِ گردوں سے ہاں، یہی پیکار

ہاں، یہی نغمۂ "ہُوَالْموجود"
ہاں یہی نعرہ "ہُوَالْغفّار"

اَے نشیلی چھبو! یہی جادو
اَے گلابی لبو! یہی مہکار

مُنھ بھری پاگلو ... یہی چھل بل
گھومتی چھاگلو .... یہی جھنکار

نو غزل خواں گلوں کی لیکھوں پر
کم سنو! یونہیں، پتّیوں کی قطار[1]

ہاں، گدایانِ کوئے پیرِ مغاں
یوں، لبوں پر جگاؤ، صوتِ ہزار

کہ سلاطینِ آسماں اورنگ
مانگنے آئیں، دل نشیں چہکار

[1] نومشقوں کے نیم رواں گلوں سے گیتوں کے بولوں کی کپکپاتی آوازوں کو کہتے ہیں۔ "گلے میں پتّی لگنا"

مَشت رامش گرو! دُھنوں میں گھُماؤ
نغمۂ کُنج و قُلزُم و اَنہار

یوں، سِتاروں پہ مُتّصل جھالے
کہ پڑے، دُور تک، مِہین پھُوار

مُطربو! گھوم کر، کمَر لچکاؤ
مغنیچو! جھوم کر، بجاؤ سِتار

گرہِ زُلفِ ناز و بندِ قَبا
کھول دو، دُخترانِ قاف و تتار

یوں نقابیں اُٹھاؤ، مُکھڑوں سے
کہ گلابی کو توڑ دیں رُخسار

اس ٹھکانے کے ساتھ، بھاؤ بتاؤ
کہ بدل جائے وَقت کی رفتار

بوئے گُل کو بناؤ خیمۂ رقص
اَنگِ گُل کو بجاؤ، سِلسِلہ وار

لَے کو پہناؤ، اُدھ کُھلی چولی
نَے پہ جھکاؤ، لٹ پٹی دستار

سُر پر، آڑی دُھنوں کو، قوس بناؤ
مُرکیوں کے گلوں میں ڈالو ہار

اس جوَنٹی دھمک سے رقص کرو
کہ تھرکنے لگیں، در و دیوار

اس گرجتی لٹک سے توڑا لو
کہ دھڑکنے لگے، دلِ کہسار

یُوں چھما چھم کہ فرش بن جائے
تُند قُلزم کی سطحِ ناہموار

توڑ دو جال، اے زمان و مکاں
تال دو تال، اے یمین و یسار

نشر کرنا ہیں، جوش کے نغمات
ہاں اُٹھو! اے پیمبرانِ بہار

....

اَبرِ ناگہاں

اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں گنج فشاں، گہر چکاں
تُند عِناں، تَرانہَ خوْاں زُلف کُشا، رواں دَواں

ساقیٔ بادَہ فام ...... ہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں ......
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

سُرخ و سیاہ و روز و شب   غرقِ تلاطمِ عنب
اَرض و سما...... بصد طرب   سینہ بسینہ، لب بلب
جسم بجسم، جاں بجاں
اَبر اُٹھا وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

سوئے زمیں، جھکا، رُکا   عمرِ رواں، رسن بپا
ظلمت و نور، ہم ردا   نصب ہے خیمہ وقت کا
شام و سحر کے درمیاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

ساحل و آب شار پر   وادیٔ و کوہ سار پر
گلشن و لالہ زار پر   سرو و گُل و چنار پر
دھنکی دھنک ہے پرفشاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

اُف، یہ فضائے سُرمگیں اُف، یہ ہوائے شکّریں
ہوش میں زندگی نہیں ساقیٔ دجلہ آستیں!
جلد اُنڈیل کہکشاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

مرکزِ ازدحام ہے منبرِ عرش بام ہے
کاشیٔ خاص و عام ہے کعبۂ اہلِ جام ہے
بادہ فروش کی دُکاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

....

جھول رہے ہیں سیم تن جھوم رہا ہے بانکپن
ڈول رہے ہیں پھول بن بول رہے ہیں یوں بدن
گونج رہی ہیں چوڑیاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

....

غرقِ نشاط، بحروبر آبِ طرب، کمر کمر
تھاپ کی گونج، الحذر جھوم گئے شجر، حجر
کوک اٹھیں جوانیاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں

....

ساونلیاں، مہک گئیں نشّہ چڑھا، دہک گئیں
مست ہوئیں، بہک گئیں چوڑیاں، لو، کھنک گئیں
تن میں، کڑک اٹھی کماں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا وہ ناگہاں

....

شوخ نگار، چلبلے تھاپ کی موج میں بہے
بھاؤ میں، دونوں ہاتھ اٹھے اور، سروں پہ جڑ گئے
جیسے، دھنک کا سائباں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں

رقص کے پھر علم گڑے جھوم چھنن کڑے چھڑے
لَے نے، ہوا پہ، نگ جڑے کیف میں پاؤں یوں پڑے
فرش ہوا رواں دواں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں

....

ماہ وشو! یہ بےخودی اُف یہ لچک، یہ کھلبلی
زلف، ارے کھلی کھلی نہ گر پڑے سراسری
ٹوٹ نہ جائیں بدھیاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں

باہمہ شوخیٔ و فسوں زیرِ نوائے ارغنوں
شرم کی جھلکیاں ہیں یوں جیسے، کھڑی ہوں سرنگوں
بیاہیوں میں، کنواریاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں
ابر اٹھا، وہ ناگہاں

....

مَوجِ حِنا میں، بُوئے گُل جوئے غِنا میں جُزو و کُل
رُوئے بُتاں پہ، رنگِ مُل موجِ ہوا پہ، لَے کا پُل
دوشِ فضا پہ تِتلیاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

سُوئے زمیں، گھٹا چلی سُوئے مُغاں، فضا چلی
گائی فضا، ہوا چلی آئی ہوا، نوا چلی
زیرِ نوا، چھنن چھناں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

سایۂ اَبرِ طفل خُو خانہ بخانہ، کُو بکُو
گاہ، بکوہ و آب جُو گاہ، بجامِ خُلد بُو
گاہ، ببامِ گُل رُخاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

اُف ری یہ آنِ مختصر تنگ ہے، فرصتِ خضر
قرن بدوش، ہر نظر چرخ زناں، ہواؤں پر
چترِ حیاتِ جاوداں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

ہمہمہ، ہاؤ ہو، ہمک دھوم، دھمک، دخاں، دمک
جھوم، جھڑی، جھلک، جھمک گونج، گھرر، گرج، گمک
کوہ و کمر، کشاں کشاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

دور رہے تو، سنسنی دھوپ چھنے تو، چمپئی
پیچ پڑیں تو، سرمئی سر پہ جھکے تو، اگرئی
اور جو اُڑے، دھواں دھواں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

اُف، یہ رقیق اوڑھنی باڈلوں کی بُنی ہُوئی
مے سے ڈھلی، یہ راگنی نے میں سموئی، یہ جھڑی
لَے میں پروئی بونڈیاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

آبِ رَواں، شرَر، شرَر اولیتاں، جھرَر، جھرَر
بَرقِ تپاں، کرَر، کرَر جام و سُبو، جگر، جگر
چرخ، گھنَن، گھنَن، گھناں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

....

بام ... گھنَن، گھنَن، گھنَن جام .... کھنَن، کھنَن، کھنَن
طبلہ .... ٹھنَن، ٹھنَن، ٹھنَن نشّہ ..... غنَن غنَن غنَن
تار .... جھنَن جھنَن جھناں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں
اَبر اُٹھا، وُہ ناگہاں

اُف، یہ غزالہ خو، سفر　　اُف، یہ خروشِ بال و پر
بہرِ خدا، ٹھہر، ٹھٹر　　فرشِ زمیں، کدھر، کدھر؟
عرشِ بریں، کہاں، کہاں؟
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

... .

جوش کو، کیا کرے گا خوش　　کون و مکاں کا یہ اُلش
دور ہو، دہرِ مرد کش　　زاغِ ہوائے نفس، ہش
بھاگ، زمین و آسماں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں
ابر اُٹھا، وہ ناگہاں

... ...

نعرۂ برشگال

(۱)

بادل رواں ہیں، دل کے دل جیسے دمن کی دھن میں تل
اور نعرہ زن ہے، بر محل ساقی، باآوازِ دہل
گلشن میں آ، گھر سے نکل
حیّ علیٰ خیرِ العمل
حیّ علیٰ خیرِ العمل

....

ہر شور ہے، اِک زیر بم ہر ٹھیکرا ہے، جامِ جم
ہر تان، زُلفِ خم بخم ہر سنگ، اِک بیت الصنم
ہر بول، اِک ضَربُ المثل
حَیّ علیٰ خیر العمل
حَیّ علیٰ خیر العمل

....

ہر گام ......اِک جولاں دُکھن ہر سانس ......اِک غلطاں چبھن
لیکن، نہ گھبرا، یارِ من غم کی دوا ہے، بانکپن
تو زندہ ہے، دُنیا ہے زُحَل
حَیّ علیٰ خیر العمل
حَیّ علیٰ خیر العمل

....

دوشِ ہوا پر بوئے مے روئے سماعت، سوئے نے
زرّیں سبُو میں غرق ہے تختِ سکندر، تاجِ کے
تو بھی، شہانہ چال چل
حَیّ علیٰ خیر العمل
حَیّ علیٰ خیر العمل

....

یہ کوکتی کالی گھٹا یہ، گھومتی بھیگی ہوا
یہ ناچتی، جھلمل فضا یہ ڈولتے ارض و سما
یہ، بولتے، دشت و جبل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل

....

ہاں، بحروبر کی جان ہے جنّ و بشر کی جان ہے
شمس و قمر کی جان ہے عمرِ خضر کی جان ہے
یہ، ایک ساعت، ایک پل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل

....

رقصاں ہیں، ترکانِ جواں گوہر فروش و گل چکاں
ہر لہجہ، اک شہرِ جناں ہر عشوہ، اک شہرِ بتاں
ہر فقرہ، اک بیتُ الغزل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل
حیَّ علیٰ خیرِ العمل

....

کوکو، خروشاں، کوبکو، ہلچل، جوانی، ہاؤ ہو
پی ہو، جھڑی، بربط، سُبُو بکھرے ہوئے ہیں چار سو
مستی کے اسباب و علل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل

....

آ، خُلدِ رنداں میں در آ ساغر اُٹھا، سکتے اٹھا
ڈرنا، ارے کس بات کا اس وقت تو دھومیں مچا
کل آئے گی ...... آئے اجل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل

....

آ، حلقۂ سنبل میں آ کاشانۂ قلقل میں آ
دولت سرائے گل میں آ دارالقضائے مُل میں آ
اے بندۂ مکر و دغل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل
حَیَّ علیٰ خیرِ الْعَمل

....

دانا ہے، جو خوش خوش جیا　　خود پر نہ غم طاری کیا
بر خیز و بخروش و بیا　　بجھنے نہ دے، دل کا دیا
پڑنے نہ دے، تیوری پہ بل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

....

شاخِ ترنّم پر چٹک　　دنیا کو، دامن سے جھٹک
انگڑائی لے، بن جا دھنک　　مستی کے جھونکوں میں پھبک
ہستی کے شعلوں میں نہ جل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

....

اے شرمِ گیسِ بنتِ سحر　　آنکھیں اٹھا، پیمانہ بھر
رقصندہ ہو، اے بحر و بر　　اے زندگی، لچکا کمر
اے موج، ساحل پر مچل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

....

اَے غُنچۂ خاطر، چٹک اَے شاخِ جولانی، لچک
اَے کشتِ سَرمستی، لہک اَے ذوقِ سَرشاری، ٹھمک
اَے چشمۂ صَہبا، اُبل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل

....

ہاں، اَے اکائی کی ہَوا اَعداد کے شُعلے بُجھا
اَقوام کو واحد بَنا اطلاق کے حَلقے میں لا
کَثرت کو، وَحدت میں بَدَل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل

....

جَیبِ تعَصُّب پھاڑ دے ہَر سَقف کو، اُڑواڑ دے
اُلفت کے جھنڈے گاڑ دے دامانِ دِل سے جھاڑ دے
خاشاکِ اَدیان و مِلَل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل
حَیّ علیٰ خیرِ العَمَل

....

سینوں میں، تا کے یہ کلف کب تک رہے گی عقل گف
ہاں چل، اٹھا کر چنگ و دف توحیدِ انساں کی طرف
قوموں کی دلدل سے نکل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

....

ہاں، پیشِ خاصانِ ادب امراض ہیں، رنگ و نسب
ہندیؔ و افغان و عرب اک نسل سے ہیں سب کے سب
دل کو جگا، آنکھوں کو مل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

....

الحاد و ایماں کے علم غلطان و جنباں ہیں بہم
چاروں طرف، جولاں صنم اور بیچ میں، شمعِ حرم
خود کعبہ...... کاشی در بغل
حیّ علیٰ خیر العمل
حیّ علیٰ خیر العمل

اَے، عَرش کے مُشکل کُشا   اَے، فَرش کے فرماں رَوا
انصاف کے جَوہَر دِکھا   مَظلُوم کو، سَر پَر بِٹھا
ظالِم کو، تلووَں سے مَسَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل

....

اَے طائرِ فِکرِ بَشَر   پَر کھول، بے خَوف و خَطَر
ہاں، اَور کچھ پرواز کَر   وَہ شَمس ہے، اَور یہ قَمَر
وَہ مُشتَرِی ہے، یہ زُحَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل

....

اَے آدمی، نُورِ اَحَد   اَے کِردِگارِ مُستَنَد
اَے مُوجدِ حَرفِ صَمَد   اَے خُسرَوِ شامِ اَبَد
اَے داوَرِ صُبحِ اَزَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ اَلعَمَل

....

اُٹھ، مے کدے کی جان بن ارض و سما کی آن بن
رزّاق بن، رحمٰن بن اے آدمی، انسان بن
تا چند یہ جنگ و جدل
حَیّ علیٰ خیرِ العمل
حَیّ علیٰ خیرِ العمل

....

اے شعلۂ احساں، بھڑک اے شیشۂ نفرت، درک
اے سایۂ وحشت، سرک اے خوف کے اژدر، دبک
اے موت کے لوہے، پگھل
حَیّ علیٰ خیرِ العمل
حَیّ علیٰ خیرِ العمل

....

خورشید و ماہ و فرقداں کہسار و قوس و کہکشاں
صحراؤ، دشت و بوستاں عرش و زمین و آسماں
یہ سب ہیں دریا...... تو کنول
حَیّ علیٰ خیرِ العمل
حَیّ علیٰ خیرِ العمل

....

لعل و دُر و گنج و گہر — غیب و شہود و خشک و تر
ان سب میں، اے اہلِ نظر — صرف آدمی ہے معتبر
باقی ہیں سب لات و ہبل
حیّ علیٰ خیرِ العمل
حیّ علیٰ خیرِ العمل

برکھا آئی

بدلی آئی، بدلی چھائی   بدلی چھائی، اور لہرائی
اٹھلا کر سنکی چوبائی   جھم جھم برسی، رم جھم گائی
دیپک بھڑکے، لو سونلائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

میلے ریلے، تال کنارے   بوڑھے بچے اُت پت سارے
دھوم دھڑکا، ندیا نارے   چڑھتے دریا، بڑھتے دھارے
گرتی بوندیں، چھٹتی کائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

ندی، نالے، سارے جل تھل   ترچھی دھومیں، آڑی چھلبل
گورے مکھڑے کالے بادل   اور، مچلتی جنگل جنگل
رسیا بھونروں کی بھونرائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

البیلی گہبی برکھا رانی   جوڑا کالا، جوڑا دھانی
بدلی پگلی، رین دوانی   لاکھوں جگنو، چھاجوں پانی
ڈوبے کھمبے، گھپ انگنائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

گھڑ گھڑ کرتے بادل چھائے   کوئل کوکی، بن لہرائے
پنچھی بولے، پریت گائے   پیت نگر کے جھونکے آئے
انگیا مسکی، مستی چھائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

کیوں رے پانی، اگنی بوئی؟   الھڑ بیٹھی، کھوئی کھوئی
کس نے، آ کر، چولی ٹوئی   کس سے، جا کر، پوچھے کوئی
بالی عمریا کیوں گدرائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

سن کر اپنے پی کی آون   پہنی بدھی، چھینکی سمرن

کھولا جوڑا، باندھے جوشن   پنڈا پھبکا، ڈہکا جوبن
اُنتی کاٹپی، لو گرمائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

پی کی دُھن میں گانا گایا   جیوڑا کانپا، سر چکرایا
ہلکا ہلکا مُرچھا آیا   سایۂ دیپک .. دیپک سایا
پلکیں جھپکیں، نیندیا چھائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

بولا دادر، مور، پپیہا   آؤ بالم، جھولیں جھولا
گاؤ کہارو، بارہ ماسا   نیم کے نیچے رکھ دو ڈولا
بن میں، گونج اُٹھی شہنائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

بہتا سرگم ہے دھاروں میں   پانی مرتا، دیواروں میں
گھٹنوں گھٹنوں بازاروں میں   اور مینھ کے، اُلجھے تاروں میں
لپّا ڈگّی، ہاتا پائی   آہا، آہا، برکھا آئی
آہا، آہا، برکھا آئی

بیچ بجریا، بھیگی چھوری   گال اچھوتے، باہیں کوری
نینا اُٹھتے، چوری چوری   آگے آگے، الھڑ گوری

پیچھے پیچھے چاتُر دائی آبا' آبا' برکھا آئی
آبا' آبا' برکھا آئی

آنکھیں پھاڑے ندّی ندّی کُندے کھولے پنچھی پنچھی
مدھ میں ڈوبی ناری ناری گُڑبڑ' گُڑبڑ جمنا دیوی
غرغر' غرغر' گنگا مائی آبا' آبا' برکھا آئی
آبا' آبا' برکھا آئی

ساون چھکا' بالے مَن میں بادل گرجا' چھلکے تن میں
موجیں اُٹھیں' اُلھڑ پن میں رادھا' تھرکیں' گوکل بن میں
اوہو' کس نے بین بجائی آبا' آبا' برکھا آئی
آبا' آبا' برکھا آئی

گوری' دُہری' لاج کے مارے سَر کے اوپر' سَر کے دھارے
توڑا جیسے ٹوٹیں تارے سارے گاما' گاما سارے
پائل جھنکی' دھرتی گائی آبا' آبا' برکھا آئی
آبا' آبا' برکھا آئی

آڑی ترچھی آئیں پھواریں بڑھتی چڑھتی' لے کی دھاریں
چھم' چھم' چھم' چھم گوری ناریں تار پکارے آریں آریں
دھرتی بہکی' رُت بولائی آبا' آبا' برکھا آئی

آہا، آہا، بَرکھا آئی

چھَپ چھَپ چھَپ چھَپ بچّے بالے چوُں چوُں چوُں چوُں شاخوں والے
رِم جھِم، رِم جھِم، بادل کالے ترڑ، ترڑ، ترڑ ترڑ، ترڑ پرنالے
سَن، سَن، سَن سَن، سَن پُروائی آہا، آہا، بَرکھا آئی

آہا، آہا، بَرکھا آئی

شَرشَر پانی، ہوُں ہوُں جھکّڑ چھپڑ ٹپ ٹپ، نالے دھڑ دھڑ
بدلی گھَم گھَم، بجلی کڑ کڑ جھمّ جھمّ، جھمّم ترڑوڑ، ترڑوڑ
دھرتی بولے، رام دُہائی آہا، آہا، بَرکھا آئی

آہا، آہا، بَرکھا آئی

کمریں لچکیں، شوخی دمکی مدھرا چھلکی، بوتل جھمکی
طبلے ٹھنکے، چھاتی گمکی، اوہو، اوہو، بجلی چمکی
جیسے، چنچل کی انگڑائی آہا، آہا، بَرکھا آئی

آہا، آہا، بَرکھا آئی

بیٹھا کیوں ہے، سر کھجلاتا اُٹھ.. اور، آڑا کر کے چھاتا
جھم جھم رُت میں، ہنستا گاتا مُلّا جی سے، توڑ کے ناتا
مدھرا پینے، چل رے بھائی آہا، آہا، بَرکھا آئی

آہا، آہا، بَرکھا آئی

غُرفۂ پنجم

(بآہنگِ غزل)

○

ہزار شکر کہ آیا وہ یارِ اطلس پوش
سحابِ قبلہ بگیسو و برشگال بدوش

فضا نے، بھاؤ بتایا، بنغمۂ دف و چنگ
ہوا نے، ساز اُٹھایا، ببانگِ نوشانوش

رگِ سحاب سے نکلا، جلوسِ مستی و کیف
خمِ شراب میں ڈوبا، عبوسِ عالمِ ہوش

ہوائے سرد پکاری کہ دیکھتا کیا ہے
لبِ خموش آب بہوس و خمِ شراب بنوش

اُدھر، قبائے زر افشاں کے بند ٹوٹ گئے
اِدھر، ہجومِ تمنّا سے، کُھل گیا آغوش

بڑھی تجلّیٔ معراج ..... توڑ کر قوسین
بفیضِ گردشِ چشمِ نگارِ عشوہ فروش

فضا پہ، زمزمہ یوں چرخ زن ہُوا گویا
طوافِ حجلۂ پیغمبری میں، لحنِ سروش

زہے تموّلِ افلاسِ رندِ مستغنی
زمین، زیرِ نگیں آسمان، حلقہ بگوش

تعیّنات سے، مستی چلی، سوئے اطلاق
پیمبری بگریبان و داوری بردوش

کھنک رہا ہے، سرودِ ازل سے، شیشۂ دل
دواں کواکب و رقصندہ خاک داں۔ خاموش

سلام روحِ دو عالم قبول ہو، یارب
بہ بارگاہِ جہاں آفرین حضرتِ جوش

....

○

جشنِ ماضی کے شبستاں کی گمک، آج بھی ہے
سر پہ، ڈوبے ہوئے تاروں کی دَمک، آج بھی ہے

جو، اُمنگوں کو ہنکاتی ہے، کھلونوں کی طرف
میری پیری میں وُہ طفلانہ للک، آج بھی ہے

جن کو پھوٹے ہوئے، جُگ بیت چکا ہے، یارو
اُن، غمِ ہجر کے چھالوں میں تپک، آج بھی ہے

تَن میں، بَرسی ہوئی راتوں کی نمی ہے، اب تک
دِل میں، نکلی ہوئی پھانسوں کی کھٹک، آج بھی ہے

شہر سے دُور، لبِ نہر، جو چھکی تھی کبھی
سَر پہ، اُس شام کے کوندے کی لپک، آج بھی ہے

ماہ انگیختہ قُلزُم کی تڑپ تھی، جن میں
اُن ترنگوں کی، رگِ جاں میں ٹُھمک، آج بھی ہے

سانس پر، بار ہے، مرطوب فضا کا، پھر بھی
دِل میں، اَنفاسِ نِگاراں کی مہک، آج بھی ہے

جس سے جھانکا تھا، کسی شعلہ بدن کا گدراؤ
میری چُٹکی میں، وُہ صدری کی مَسک، آج بھی ہے

اَب کہاں رَقصِ نِگارانِ سمن بر، پھر بھی
کمرِ وقتِ گُریزاں میں لچک، آج بھی ہے

جس سے تھرکے تھے دَر و بام، لوِیں جھُومی تھیں
زیرِ محراب، وُہ پائل کی جھنک، آج بھی ہے

جو، اجازت نہیں دیتی تھی، ہم آغوشی کی
دِل میں پیوست، کسی کی وہ جھجک، آج بھی ہے

جس کے ہر لوچ میں، تلوار سی لہراتی تھی
میری نظروں میں صنم کی وہ لٹک، آج بھی ہے

کل، جو لچکی تھی، کسی شوخ کی انگڑائی میں
اوجِ تخیُّل پہ، وہ طرفہ دھنک، آج بھی ہے

جن، دبے پاؤں سے، آتی تھی وہ، راتوں کو کبھی
دل میں، اُن پاؤں کی، سہمی سی دھمک، آج بھی ہے

چوڑیوں سے، جو نکلتی تھی، نرت میں، اے جوشؔ
گنبدِ عمرِ رواں میں، وہ کھنک، آج بھی ہے

....

○

پھر چرخ زن ہے شیب پہ، دورِ جواں کی یاد
کاخِ حرم پہ چھائی ہے، کوئے مُغاں کی یاد

بھیگی تھیں، زمزموں کی مَسیں، جس کی چھاؤں میں
رہ رہ کر آ رہی ہے پھر اُس گلستاں کی یاد

پھر آئی ہے، شباب کی رِم جِھم لیے ہُوئے
شب ہائے اَبر و باد کے خوابِ گراں کی یاد

اللہ، پھر، حیات کے گہرے سکوت پر
منڈلا رہی ہے نغمۂ آبِ رواں کی یاد

اَفشانِ مہ وشاں پہ جو لیتی تھی کروٹیں
نظریں اُٹھا رہی ہے پھر، اُس کہکشاں کی یاد

راتیں انگیٹھیوں پہ، سناتی تھیں کل جسے
سینے میں چبھ رہی ہے، پھر اُس داستاں کی یاد

پھر، بے نوا حیات کے، ویران دوش پر
بل کھا رہی ہے، گیسوئے عنبر فشاں کی یاد

پھر، کھٹکھٹا رہی ہے درِ محبسِ وجود
آزادیٔ نگاہ و خیال و زباں کی یاد

رکھتی تھی، رت جگوں کے پپوٹوں پہ جو قدم
گونجی ہوئی ہے کان میں، پھر اُس اذاں کی یاد

پھر، ریگ زارِ سندھ کی، تپتی زمین پر
گنگا کو لے کر آئی ہے، ہندوستاں کی یاد

غلطاں ہے پھر، خمار کی بے کیفیوں میں جوش
دورِ سخائے حضرتِ پیرِ مغاں کی یاد

....

○

خیمۂ جشنِ بہاراں سے پکارو مجھ کو
وہ اٹھا اَبر' گلستاں سے پکارو مجھ کو

اَلاَماں' کُلفتِ بے رنگئ شہرِ اَغیار
بادلو' حلقۂ یاراں سے پکارو مجھ کو

اُف' یہ بے کیفئ ساحل' یہ ہوائے مرطوب
مرکزِ صرصر و طوفاں سے پکارو مجھ کو

ڈس نہ لے پستئ ہم سایگئ مور و مَلَخ
اوجِ اَورنگِ سُلیماں سے پکارو مجھ کو

کب سے، تسبیح کے دانوں کا تماشائی ہوں
کشورِ لؤلؤ و مرجاں سے پکارو مجھ کو

حلقۂ بردہ فروشاں میں گھرا ہوں کب سے
حجلۂ یوسفِ کنعاں سے پکارو مجھ کو

کچھ تو، زنداں کی سلاخوں میں لچک پیدا ہو
چشمکِ لرزشِ مژگاں سے پکارو مجھ کو

الاماں، قربتِ بے مایۂ زمزم خواہاں
کوچۂ بادہ فروشاں سے پکارو مجھ کو

الحذر، بستگیٔ جادۂ تسلیم و رضا
وادیٔ جرأتِ عصیاں سے پکارو مجھ کو

تا کجا، ذلتِ آدم کے تماشے دیکھوں
کعبۂ حرمتِ انساں سے پکارو مجھ کو

اُف، یہ ہستی کے کڑے کوس، یہ چڑھتی ہوئی دھوپ
سایۂ زلفِ نگاراں سے پکارو مجھ کو

....

()

آؤ، کعبے سے اُٹھیں، سوئے صنم خانہ چلیں
تابعِ فقر کیے، صولتِ شاہانہ چلیں

کانپ اُٹھے، بار گہِ سرِّ عفافِ ملکوت
یوں، معاصی کا گُنڈھاتے ہوئے پیمانہ چلیں

آؤ، اے زمزمہ سنجانِ سرا پردۂ گُل
بہوائے نفسِ تازۂ جانانہ چلیں

گریۂ نیم شب و آہِ سحر گاہی کو
چنگ و بربط پہ نچاتے ہوئے، ترکانہ چلیں

تانہ محسوس ہو، واماندگیٔ راہِ دراز
زُلفِ خوباں کا، سُناتے ہُوئے، افسانہ چلیں

پھینک کر، سُبحۂ و سجّادہ و دستار و کُلاہ
بَرَباب و دَف و طنبورہ و پیمانہ چلیں

نغمۂ و ساغر و طاؤس و غزل کے ہم راہ
سُوئے خُم خانہ، پئے سجدۂ رندانہ چلیں

خشک ذرّوں پہ مچل جائے شمیم و تسنیم
ثبت کرتے ہُوئے یوں، لغزشِ مستانہ چلیں

دامنِ جوش میں، پھر بھر کے متاعِ کونین
خدمتِ پیرِ مُغاں میں، پئے نذرانہ چلیں

....

اُٹھے، قبلے سے وہ بادل، گلستاں کو مبارک ہو
وہ لچکی شاخِ نسریں، خیلِ رنداں کو مبارک ہو

ہواؤں کے تھپیڑوں سے، کسی کے دوشِ سیمیں پر
وہ بکھری زُلفِ مشکیں، سُنبلستاں کو مبارک ہو

نگاروں کی قبا مسکی، نویدِ چاک ... دامن کو
بہاروں کی ہوا سنکی، گریباں کو مبارک ہو

ہر اک تارِ نظر پر، سیکڑوں مکھڑے فروزاں ہیں
مری، دیرین تمنائے چراغاں کو مبارک ہو

چلی پُروا، کھلیں زُلفیں، اُڑیں تانیں، چھڑے بربط
فضائے برشگال و فصلِ باراں کو مبارک ہو

اندھیرا سو گیا، روئے اُفق کو، مژدۂ سُرخی
سویرا ہو گیا، مرغِ خوش الحاں کو مبارک ہو

کھلی پھر، درس گاہِ کافری، شب رنگ زُلفوں میں
غرورِ طاعت و عُجبِ فقیہاں کو مبارک ہو

وہ درویش، آب روئے خسروی جن سے دمکتی ہے
زمانے آئی دھونی، کوئے جاناں کو مبارک ہو

وفورِ جوشِ مقدم میں،...... اُلوہیّت کی سرحد پر
چراغاں ہو رہا ہے، نوعِ انساں کو مبارک ہو

ہلا ہے، جوش سے رنگیں نوا کا دورِ گل پرور
مغاں کو تہنیت، قومِ حسیناں کو مبارک ہو

....

○

صد شکر، آ گیا وہ، مرا یارِ مہر کوش
لعلِ یمن بعارض و مشکِ ختن بدوش

دریا دل و رفیق نواز و قصور بخش
در بزم، خوش بیان و بخلوت سرا، خموش

خورشیدِ ذرّہ پرور و شاہِ گدا نواز
اندوہِ شہر نیش و نگہ دارِ ملکِ نوش

دل دارِ عشوہ کار و نگار ترانہ بار
تابندگیٔ دیدہ و آسودگیٔ گوش

مثلِ شرارہ، مضطر و مانندِ بادہ، تند
پیکِ سیاہ مستیٔ و آشوبِ وضعِ ہوش

موجِ نگاہ و لرزشِ مژگاں کی چھاؤں میں
گُل بانگِ بے صدا و سخن ہائے بے خروش

شب نم قبا و شہد عذار و شکر نگاہ
نے کار و مے چکان و گہربار و گُل فروش

گُل برگ طبع و غنچہ خصال و سمن مزاج
مُل طینت و شرارہ ادا و شگوفہ پوش

رزّاقِ فکر و داورِ شعر و الٰہِ ذوق
ربِّ خیال و خالقِ آوازۂ سروش

نقّادِ طبعِ بستۂ و نبّاضِ حرفِ گنگ
احساس بین و ولولہ سنج و نظر نیوش

جھلکی، بلندیوں پہ وہ محرابِ قصرِ غیب
ہاں، ایک سجدہ، جھوم کر، اے جوشِ بادہ نوش

○

شام، کیوں رقصاں نہ ہو، صُبحِ جناں کی چھاؤں میں
قلقلِ مینا، پَر افشاں ہے، اذاں کی چھاؤں میں

زندگانی کا تموّج، نوجوانی کی ترنگ
چرخ زن ہے، فرق پَر ابرِ رواں کی چھاؤں میں

موت ہے شرمندہ، پیشِ آب و رنگِ زندگی
چاند ہے صد پارہ، دامانِ کتاں کی چھاؤں میں

زندگی بیٹھی ہے آ کر، آج، اِک مدّت کے بعد
گنبدِ شیریں لحان و مہ وشاں کی چھاؤں میں

مُرچیوں کے تال ہیں، سارنگیوں کی پُشت پر
بدلیوں کے شہر ہیں، لحنِ مُغاں کی چھاؤں میں

آج پھر اُتری ہے، شب افروز مکھڑوں کی برات
خیمۂ تابندۂ رامش گراں کی چھاؤں میں

سیکڑوں قوسوں کے سائے میں ہے رقصِ گل رُخاں
سیکڑوں قوسیں ہیں، رقصِ گل رُخاں کی چھاؤں میں

جس میں، وجد انگیز راتیں ہیں، بھری برسات کی
وہ دُھواں ہے، گیسوئے عنبر فشاں کی چھاؤں میں

شکرِ ایزد...... آج پھر رقصاں ہے روحِ کائنات
شہ پرِ تخیلِ جوشِ نکتہ داں کی چھاؤں میں

اَرے، خُدا کے لیے، جلد اُٹھاؤ ساغرِ مَے
کہ، آ رہی ہے تعاقب میں فوجِ بہمَن و دَے

نہیں ہے، نیم نفَس بھی، یہاں مجالِ درنگ
کہ، دیوِ مرگ ہے، یارو، حیات کے دَر پَے

غُرورِ خواجہ، نظر کر، کہ پاش پاش ہے آج
کدوئے صولتِ رُوم و سُبوئے دولتِ رَے

بغور دیکھ، کہ غلطیدہ ہے بگولوں میں
قبائے قیصر و چترِ قباد و رایتِ کَے

فَضا کی لوٹ میں تاخیر کر نہ مُرغِ حیات
کہ، روزگار کا خوُنی عُقاب، راہ میں ہے

ہزار شُکر کہ اس وَقت، چرخ زَن ہے بہار
باوجِ رَطلِ گران و بموَجِ ساغرِ مے

قلیل وَقت ہے، ہاں جھنجھناؤ، بہرِ خُدا
رَباب وَ چنگ و دَف و طبل و عوُد و بربط و نے

نظر چُھو کے، عذاروں کی چاندنی پی لو
کہ، شہرِ جسم میں، بازارِ حشر ہو رگ و پے

سوائے نغمۂ و رَقص و جمال و مستیٔ و کیف
تمام عالمِ کوَن و فساد ہے لاشے

جھُلا رہی ہے، شَبِ رَقص و رَنگ کو جھوُلا
بتوں کی آنکھ کے ڈوروں میں پَر فشاں ہے جولے

حَریم جوش میں، گونجی ہوئی ہے یہ آواز
کہ، ہر کہ، زندہ نہ شُد، بعدِ مرگ ...... حیف بوُے

اُٹھو، کہ مُقدمِ رنگینیٔ بہار کریں
تمام ارض و سما کو، ترانہ بار کریں

دَمک رہا ہے، سروں پر، ستارۂ سحری
اُٹھو، کہ نعرۂ ہُو سے، کُشودِ کار کریں

خُود اپنی موجِ نفَس سے، کِھلائیں غُنچہ و گُل
خرامِ بادِ صبا کا نہ انتظار کریں

اُٹھو، کہ کھول کے مُوبافِ گیسوئے جاناں
تمام روئے زمیں کو بنفشہ زار کریں

سپر کی طرح، اُٹھا کر، صراحیٔ مۓ ناب
چلو، مقابلۂ تیغِ روز گار کریں

عطا ہوئی ہے جو، سرکارِ فن کے ایواں سے
اُس، آب رُو کو، مہ و مہر پر سوار کریں

کیا تھا، خلد میں، آدم نے جو "گناہِ" جمیل
اعادہ اُس کا کریں، اور بار بار کریں

اُٹھو، کہ طنطنۂ کیقباد و خسرو کو
گدائے کوئے خرابات پر نثار کریں

جھکا وہ ابرِ بہاراں، چلی وہ بادِ شمال
اُٹھو، کہ جیب و گریباں کو تار تار کریں

جبیں کو بخش کر، انوارِ وجہِ ذوالاکرام
خضر کی شمعِ فروزاں کو شرم سار کریں

اُٹھو، کہ نوعِ بشر کے فروغ کی خاطر
قضا سے گرمِ جدل ہوں، قدر پہ وار کریں

محلِّ مرگ میں، تبلیغِ زندگی فرمائیں
مقامِ جبر میں، اعلانِ اختیار کریں

جبینِ کاتبِ تقدیر پر شکن پڑ جائے
جو عزمِ توبہ و طاعت، گناہ گار کریں

الوہیت ہو خروشاں۔ جو ہم غرور دکھائیں
پیمبری ہو غزل خواں۔ جو انکسار کریں

اٹھو، کہ غلغلۂ چنگ و عود کی رو میں
طوافِ گل کدۂ جوشِ بادہ خوار کریں

خوشا طالع، کہ پھر آیا، وہ میرا فتنۂ دوراں
بلائے طاعت و آشوبِ دین و دشمنِ ایماں

خراباتِ خراماں و خیابانِ سمن پیکر
سرورِ حلقۂ رنداں، زیورِ دینِ فن کاراں

سراسر وادیٔ رنگیں، سراپا نرگس و نسریں
تمامی جلوۂ پرویں، مجسّم موسمِ باراں

امینِ بربط و بادِ مراد و ابرِ نوروزی
چراغِ شب نشیناں و مناجاتِ سحر خیزاں

بموجِ گیسوے جھنباں، غروبِ ساحلِ قلزم
باوجِ عارضِ تاباں، طلوعِ طرفِ کہساراں

شرارِ آتشِ جاں سوز و شمعِ وادیٔ ایمن
بجلوت، موجۂ زہر و بخلوت، چشمۂ حیواں

بضربِ کیفِ مینائی، خرامِ بادِ صحرائی
بکرّبِ فرطِ برنائی، بخوئی غلطاں، بخوئی پیچاں

بعارض، نزہتِ مینو...... بنرگس، وحشتِ آہو
بمو، خوابِ زلیخا و بروٗ، حسنِ مہِ کنعاں

کلیسائے شمیمِ گُل...... حریمِ نغمۂ و قلقل
کنشتِ لالۂ و سنبل...... بہشتِ لولؤ و مرجاں

کلیسا کوب و کاشی سوز و زاہد گیر و صوفی کُش
بلائے کعبہ ...... آشوبِ ملائک، فتنۂ پاکاں

وطن، بستاں، دہن کوثر...... بدن، نسریں، سخن برربط
حیا، جوہر...... ادا، نشتر...... وفا، گوہر، جفا، پیکاں

کماں ابرو...... عناں جادو...... تباں زانو...... دخاں گیسو
رواں کوکو...... دواں پی ہو...... چناں پہلو...... چماں بستاں

گہر آقا، شرر مولیٰ، سحر دارا، قمر داور
سمن افسر، ختن سرور، عدن قیصر، چمن خاقاں

بلور اندام و گل رنگ و صدف رخسار و در طلعت
جمن ریزو سخن بیز و چمن خیز و سمن افشاں

گہے آتش، گہے شب نم، گہے خنجر، گہے مرہم
گہے واضح، گہے مبہم، گہے پیدا، گہے پنہاں

بم شوخی، رم آہو، نم شب نم، خم ساحل
گہے مومن، گہے کافر، گہے زورق، گہے طوفاں

شریر و زود رنج و دیر مہر و آشنا دشمن
وفا برلب، جفا در دل، گراں کفر و سبک ایماں

بگرداب محیط دل بری، غلطاں و گردندہ
بگرداب خیال جوش، رقصان و گہر افشاں

....

○

آؤ، پھر، جانبِ سرکارِ خرابات چلیں
پھر، پئے بندگیٔ قبلۂ حاجات چلیں

جن سے تابندہ ہو، محرابِ نظامِ شمسی
آؤ، سینوں میں جگائے وہ خیالات چلیں

آؤ، پھر، جانبِ درگاہِ درخشانِ اصول
چھوڑ کر، دائرۂ زشتِ فروعات چلیں

ہر نفس، اک افقِ نو ہو، برافگندہ نقاب
یوں اٹھاتے ہوئے، قدرت کے حجابات چلیں

آؤ، پھر، حجلۂ سلمائے معارف کی طرف
بہرِ صلح و پئے تجدیدِ ملاقات، چلیں

آؤ، اس گنبدِ اشراق کی خاموشی سے
سوئے بربط کدۂ حرف و حکایات چلیں

آؤ، اس شان سے نکلیں، کہ ہمارے ہم راہ
چنگ و طاؤس لیے، ارض و سماوات چلیں

داہنے بائیں، ملائک کے پرے ہوں جولاں
پشت پر، اہلِ مناجات و کرامات چلیں

جس دوراہے پہ ہے، آویزشِ کفر و ایماں
آؤ، اُس سمت، پئے فصلِ خصومات چلیں

تاکجا، زحمتِ نظارگئ دیرِ "صفات"
وقت آیا ہے کہ سوئے حرمِ "ذات" چلیں

....

○

اے خسروِ ماہ و شاہِ ترکاں
صرف ایک نظر، سوئے گدایاں

اک بار تو خم کدے میں در آ
رقصاں و ترانہ بار و جولاں

اے بادِ بہار و بوئے گیسو
تا کے یہ عذابِ جیب و داماں

پابندِ نیاز بھی ہو گا ہے
اے نازِ غزالۂ گریزاں

رِندوں کو نہ دیکھ چَشمِ کَم سے
موہن ہے یہ قومِ نامُسلماں

صَد عُمرِ مَسیح، تجھ پہ صَدقے
اَے قاتِلِ خیلِ دُزد مَنداں

تاکے، یہ دُو گُونہ تلخ کامی
اَے زُود عِتاب و دیر اِحساں

آ جا، کہ نثارِ کُفر کر دیں
خاصانِ خُدا، مَتاعِ ایماں

بے آب ہے، کشتِ زندگانی
اَے رُوحِ بہار و جانِ باراں

دُنیا کو جُھلَس رہی ہیں کرنیں
اَے سایۂ گیسوئے پریشاں

کیُوں کر ہو، اُمیدِ باریابی
اَے سَنگ حِصار و شوم دَرباں

کب، صبحِ طرب، طلوع ہو گی
اے عقدہ کشائے شب نشیناں

تا کَے، یہ کفن بدوش راتیں
اے چُست قباؤ سُست پیماں

○
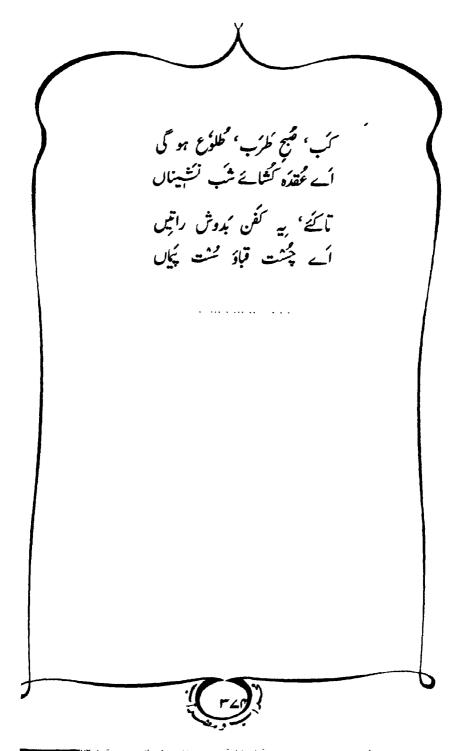
یہ نصیبِ شاعری ہے، زہے شانِ کبریائی
کہ ملے نہ، زندگی بھر، مجھے دادِ خوش نوائی

بخدا، عظیم تر ہے، شہداء کے خون سے بھی
مرے سینۂ قلم میں جو بھری ہے روشنائی

یہ عجیب ماجرا ہے کہ خدیوِ ہفت قلزم
طرفِ سراب دوڑے، پئے قسمت آزمائی

فلک، اور اُسے جھکائے سرِ منزلِ سفیہاں
ملک آئیں، جس کے در پر، بہوائے جبہ سائی

چمنِ شعورِ نو کو، جو لہو سے اپنے سینچے
کبھی اُس کو سُکھ نہ بخشے کوئی پنجۂ حنائی

ہمہ ساز ہوں بظاہر، ہمہ سوز ہوں بباطن
مری زندگی بُکائی، مری شاعری غنائی

مرے تار و پود لرزاں، بہوائے نامُرادی
مرے خدّ و خال رخشاں، بتبسّمِ ریائی

مرا دل ہے، گریۂ مسکن، مرے لب، ترانہ منزل
مری نے، شکستِ خاطر، مری لَے ہے مومیائی

مرا جامِ شب سُلیماں، ہمہ تاجِ خسروانہ
مری چشمِ روز پیما، ہمہ کاسۂ گدائی

مری کارگاہِ ہستی، ہمہ عجزِ بندگانہ
مری بارگاہِ مستی، ہمہ سطوتِ خدائی

درِ خلق پر جھکا ہے، نہ جھکے گا، تا قیامت
سرِ جوش میں بھرا ہے، وہ غرورِ کبریائی

....

○

حیرت ہے، آہِ صُبح کو، ساری فضا سُنے
لیکن، زمیں پہ بُت، نہ فلک پر خُدا سُنے

فریادِ عندلیب سے، کانپے تمام باغ
لیکن نہ گُل، نہ غُنچہ، نہ بادِ صَبا سُنے

خُود اپنی ہی صداؤں سے، گُونجے ہُوئے ہیں کان
کوئی کِسی کی بات سُنے بھی تو کیا سُنے

یہ بھی عجب طلسم ہے، اے شورشِ حیات
دَرد آشنا کی بات، نہ دَرد آشنا سُنے

شاہوں کے دِل تو تنگ ہیں، شاہوں کا ذِکر کیا
یہ بھی نہیں کہ حال گدا کا گدا سُنے

عالَم ہے یہ کہ گوشِ بشر تک ہے بے نیاز
ہونا تھا یہ کہ بندہ کہے، اور خدا سُنے

سُنتے بھی ہیں جو لوگ، تو یوں، داستانِ غم
جیسے یزید، سانحۂ کربلا سُنے

ہاں، اے خدائے عرشِ برین و بتانِ فرش
تم میں سے، ہو کوئی تو، مرا ماجرا سُنے

پشمینہ پوش راہ نشینوں کی التجا
شاید کبھی وہ شاہدِ اطلس قبا سُنے

ہم، نادر و یزید، نہ محتاج ہیں، بہ شمر
اللہ، اور جوشؔ، ہماری دعا سُنے!!

○

جانؔ[1] کو وقفِ حادثات نہ کر
ہونٹ سی لے، کسی سے بات نہ کر

ہر توقّع ہے، خنجرِ خوں ریز
دل کو، صیدِ توقّعات نہ کر

خمِ شمشیرِ تجربات کو دیکھ
غمِ ترکِ تعلّقات نہ کر

عشرۂ تشنگی کے صیدِ زبوں
عیدِ جشنِ مغاں کی بات نہ کر

[1] ۔ ورودِ پاکستان و ترکِ بادہ خواری کے دورِ عذاب میں، یہ غزل، غروب کے ہنگام کہی گئی تھی (1956ء)

ہم نشیں، کربِ نزع کے ہنگام
زحمتِ شرحِ کائنات نہ کر

کیوں ہو، کچھ اور عمرِ قہر طویل
غمِ کوتاہیٔ حیات نہ کر

بن پڑے تو اسی میں اب ہے نجات
کہ، خود اپنے سے التفات نہ کر

آبِ روئے حسین کی سوگند
ماتمِ دوریٔ فرات نہ کر

حرمتِ غم کا پاس کر، اے جوشؔ
جس سے دل شاد ہو، وہ بات نہ کر

....

○

اُٹھ، کہ یہ موسمِ گُل، دم میں، گزر جائے گا
تو، نہ چونکے گا، تو کیا وقت ٹھہر جائے گا

آج جس بحر میں رقصاں ہے تری کشتیٔ عمر
کل، یہی بحرِ خوش آہنگ، بپھر جائے گا

اُٹھ، کہ افسردہ اُمنگوں پہ، جب آئے گی بہار
چہرۂ لیلیٔ آفاق نکھر جائے گا

نہ اُٹھا چہرۂ آغازِ بہاراں سے نقاب
ورنہ، دیکھے گا وہ انجام کہ ڈر جائے گا

آج، رِم جِھم، جو برستا نظر آتا ہے تجھے
یہ وُہ پانی ہے، جو کل، سَر سے گزر جائے گا

ہم نشیں، آتشِ سیّال ہے، گُل گُوں کر لے
اپنے چہرے کو، جو اِک روز اُتر جائے گا

چاندنی، جام میں بھر لے کہ غنیمت ہے یہ رات
ساغرِ عمر ترا صُبح کو بھر جائے گا

ہاں ہلا، نبض کی جھنکار سے، گھبرا کے ستار
ورنہ، دِل، وقت سے پہلے ہی، ٹھہر جائے گا

تجھ کو جینا ہے، تو، دِل کھول کے، جی لے اِس وقت
ورنہ کل، زحمتِ انفاس سے، مر جائے گا

رامش و رنگ میں کھو جا، کہ یہ شیرازۂ جشن
زُلف کی طرح، گھڑی بھر میں، بکھر جائے گا

لوٹ لے، رات کا جوبن کہ یہ کس کو معلوم
کارواں، صُبح کو، اے جوشؔ کدھر جائے گا

....

○

بہار آئی ہے، کچھ، بے دلی کا چارہ کریں
چمن میں آؤ حریفو، کہ استخارہ کریں

شرابِ ناب کے قلزم میں، غسل فرمائیں
کہ آبِ مُردۂ تسنیم سے غرارہ کریں؟

جمود گاہِ یخ و زمہریر ہی میں رہیں؟
کہ سیرِ دائرۂ شعلۂ و شرارہ کریں؟

حصارِ صومعہ کے گرد، سعی فرمائیں؟
کہ طوفِ کعبۂ رندِ شراب خوارہ کریں؟

مدبرانِ گلستاں کی پیروی فرمائیں؟
کہ اتباعِ فقیہانِ بدقوارہ کریں؟

عبا و جبہ و کفش و کلہ کی خیر منائیں؟
کہ رخت و جیب و گریباں کو پارہ پارہ کریں؟

درونِ دجلۂ مستی، شناوری فرمائیں؟
کہ ذکرِ زمزم و کوثر ہی پر گزارہ کریں؟

جہاں کو، نوشِ خراباتیاں کی دعوت دیں؟
کہ سوئے نیشِ مناجاتیاں، اشارہ کریں؟

شمارِ دانۂ تسبیح میں رہیں سرگرم؟
کہ، عزمِ خسروِیِ ذرّہ و ستارہ کریں؟

گلے میں ڈال دیں، اے جوش دوڑ کر بانہیں؟
کہ دور ہی سے، رخ و زلف کا نظارہ کریں؟

....

○

اَبروئے گُل رُخاں سے، نہ کیُوں ہو خَلیدگی
تیروں کو تولتی ہے، کماں کی کشیدگی

بھرتی ہے، زندگی کے پیالے میں، زہرِ تلخ
لَعلِ شکر فروش سے لذّت چشیدگی

راتوں کو، زمزموں کی گُلستاں چکانیاں
صُبحوں کو، خونِ دِل کی، مژہ سے چکیدگی

اِس سمت، کاروانِ طَلَب کی دوانیاں
اُس سمت، آہوانِ طَرَب کی رَمیدگی

فوجِ خزاں و لشکرِ صرصر ہے راہ میں
کیا دیکھتا ہے، لالۂ و گُل کی دمیدگی

انسان کو خبر ہی نہیں ہے کہ، سوئے گور
ہر اِک نفَس ہے، ایک مُسلسل دویدگی

کیُوں کر تمہیں بتائیں ہم، اے خستگانِ غم
کیا کربِ جاں گداز ہے عشرت گزیدگی

گُل چیں، خُدا کو مان، نہ یوں بڑھ، اُٹھا کے ہات
نرگس میں دیدگی ہے، سمن میں شنیدگی

نغموں کے شعبۂ ہائے رواں کی لچک میں ہے
نوحوں کی سمت، ایک کھٹکتی خمیدگی

پوچھی نہ گُل نے بات، نہ بُلبُل نے داد دی
ہم کو، نہ راس آئی گریباں دریدگی

ہاں ہاں، خُدا رسیدہ ہیں آپ، اے جنابِ جوشؔ
حاصل ہو، کاش آپ کو انساں رسیدگی

....

○

ہر اِیک موجِ نفس، جاں نواز ہے، اب تک
کہ زیبِ دوش، وہ زُلفِ دراز ہے، اب تک

کبوترانِ حرم کے جوار میں ہے قفس
مگر، وہی نظرِ شاہ باز ہے، اب تک

مرے طلوع نے، اِک دِن، جسے بجایا تھا
مرے غروب میں لرزاں، وہ ساز ہے، اب تک

بایں شعورِ حقیقت، یہ رِندِ نامہ سیاہ
خرابِ نرگسِ حُسنِ مجاز ہے، اب تک

طلوعِ شیب سے، بھڑکا ہوا ہے سَر، پھر بھی
شبِ تصوّرِ خوباں دراز ہے، اب تک

بلوغِ عمر سے، ہم وار ہو چکی ہے نظر
زمینِ دل پہ نشیب و فراز ہے، اب تک

کبھی جو کی تھی بغاوت، شعارِ تقویٰ سے
اسی شعارِ بغاوت پہ ناز ہے، اب تک

بساطِ بادۂ گل رنگ و فرشِ مستی پر
ہزار شکر کہ مشقِ نماز ہے، اب تک

بتوں کی منزلِ بوس و کنار میں، اے جوشؔ
زہے نصیب، خدا کار ساز ہے، اب تک

....

دِل کو، اَے سَروِ رَواں، تاب و تُواں دِیتا جا
نَفَسِ تازَہ و اِحساسِ جَواں دِیتا جا

اَے مِرے، کوئے ظَریفاں سے، گُزَرنے والے
ہَم گَداؤں کو بھی، اَندازِ شَہاں دِیتا جا

اَے مِرے مُطرِبِ مِحرابِ حَریمِ اِلہام
طَبع کو، زَمزَمۂ آبِ رَواں دِیتا جا

اَے خَدیوِ ہُنَر و خُسروِ اِقلیمِ سُخَن
دَشتِ فَن کار میں، گیتی کی عِناں دِیتا جا

جس سے ملتی ہے مُشکِ روحِ عالم پیما
دوشِ تخیّل کو وہ رطلِ گراں دیتا جا

اپنے اِس ابروئے خم دار کی، تجھ کو، سوگند
غم پہ جو تیر چلائے، وہ کماں دیتا جا

ہاں، بہیبت کدۂ محتسبانِ جبّار
جُراتِ شرحِ مقاماتِ مُغاں دیتا جا

ہاں، اِس آہنگ میں ڈوبی ہوئی انگڑائی سے
بانگِ قُلقُل کے منارے پہ، اذاں دیتا جا

نکہتِ گُل کو، خوش آواز بنانے والے
خارِ لب بستہ کے منھ میں بھی زباں دیتا جا

تجھ کو اس لرزشِ مژگاں کے تسلسُل کی قسم
دلِ جوئندہ و چشمِ نگراں دیتا جا

جوش کے سنگِ درِ کُفر کو، اے مستِ خرام
دولتِ سجدۂ صاحب نظراں دیتا جا

....

○

اَنجام بخیر، اَنجُمنِ شب کا، الٰہی
مضراب اُٹھائی تھی، کہ مِحراب کراہی

خُورشید کی آہٹ سے، ہراساں ہے خرابات
اَللہ کرے، رات کی ٹُوٹے نہ جماہی

ہر سانس میں انسان، سوئے موت رواں ہے
فریاد، کہ دیکھی نہیں جاتی یہ تباہی

کیا حکم ہے؟ اَے معدلتِ قادرِ مُطلق
انسان کو ہے دعویٔ ناکردہ گناہی

ہر قول و عمل، بستۂ زنجیرِ قضا ہے
خود آپ بھی، اس بات کی دیتے ہیں گواہی

شمشیر و سناں سے بھی اُبلتے ہیں فسادات
طاؤس و ترنّم سے بھی آتی ہے تباہی

اس ڈر سے کہ دوزخ کہیں مُہمل نہ ٹھہر جائے
نامے کی سفیدی پہ چھڑکتے ہیں سیاہی

پتھراؤ کی زد پر ہے، سرِ فطرتِ انساں
اِک سمت اوامر ہیں، تو اِک سمت نواہی

طاعت میں بھی اندوہ، بغاوت میں بھی آلام
یہ بندۂ آشفتہ، کدھر جائے الٰہی

اِک جوش نہیں، لرزہ بر اندام ہے آفاق
اللہ ری مشیّت، تری ژولیدہ نگاہی

....

○

للہ الحمد کہ دل، شعلہ فشاں ہے اب تک
پیر ہے جسم، مگر طبع جواں ہے، اب تک

برف باری ہے مہ و سال کی سر پر، لیکن
خون میں، گرمئ پہلوئے بتاں ہے، اب تک

سر پہ، ہر چند، مہ و سال کا غلطاں ہے غبار
فکر میں، تاب و تب کاہکشاں ہے، اب تک

کب سے، نبضوں میں وہ جھنکار نہیں ہے، پھر بھی
شعر میں، زمزمۂ آب رواں ہے، اب تک

للہ الحمد کہ دربارِ خرابات کی خاک
سُرمۂ دیدۂ صاحب نظراں ہے، اب تک

زندگی، کب سے ہے، کانٹوں کی تجارت سے فگار
پھر بھی، تخیّل میں، پھولوں کی دُکاں ہے، اب تک

فرق پر، وقت کا پتھراؤ ہے، کب سے جاری
ذہن میں، کارگہِ شیشہ گراں ہے، اب تک

کس سے کہیئے کہ، بایں فکر، مرا تارِ وجود
زخمۂ غیب سے لرزاں و تپاں ہے، اب تک

کب سے ہوں منکرِ کُل بانگِ ملائک، پھر بھی
دل پہ، جبریل کی دستک کا گماں ہے، اب تک

کب سے ہوں، بستۂ ناقوس و مزامیرِ بتاں
پھر بھی، سینے میں کوئی، گرمِ اذاں ہے، اب تک

سخت حیراں ہوں کہ اس کفر کے جنگل میں بھی جوش
چشمِ یزداں، مری جانب، نگراں ہے، اب تک

○

تمام غمزۂ دولت، تمام عشوۂ جاہ
متاعِ پوچ ہے، اِلّا دماغِ حق آگاہ

بدل ربوُدگیٔ وجہ ربِّ ذوالاکرام
کوئی جمال نہیں ہے، بقدرِ ذوقِ نگاہ

حیاتِ اہلِ ہوس، بےسواد و بےمنزل
بس اِک تکانِ سفر ہے، بس اِک تسلسلِ راہ

ارے، ہجومِ خیالات کو، کدھر لے جاؤں
بساطِ ارض و سماوات ہے، بہت کوتاہ

زہے نظر کہ مری بارگاہِ معنیٰ میں
چہ خشت پارہ، چہ دُرِّ عدن، چہ کوہ، چہ کاہ

زہے تموّلِ تخیل و دولتِ افلاس
نہ شوقِ چتر و علم ہے، نہ فکرِ تاج و کلاہ

یہ، میرے فقر کی، سب سے بڑی، اہانت ہے
مرے قدم کو نہ چوم، اے لبِ جلالتِ شاہ

مرا صحیفۂ اعمال ہے، غلافِ حرم
ہزار شکر، کہ میں ہوں، وہ رندِ نامہ سیاہ

اُدھر روانہ ہوں، اب میں، کہ جس دیار میں ہیں
نہ مہر و مہ، نہ زمان و مکاں، نہ شام و پگاہ

مرے طواف میں ہے، روحِ عصمتِ آفاق
یہ کس مقام پہ لایا ہے، اے مذاقِ گناہ

ارے، یہ بارگہِ "لا اِلٰہ" پر، اے جوش
کڑک رہی ہے کدھر سے، کمانِ "اِلّا اللہ"

....

○

بُلبُل...... بَاحتیاط چہک شاخسار سے
اُڑتی ہے، گُل کی نیند، نسیمِ بہار سے

گو، بوستاں نژاد ہے تو، پھر بھی، آج تک
واقف نہیں ہے، نازکیٔ برگ و بار سے

تیری نوا میں آنچ ہے، تیری فغاں میں آگ
اُٹھنے لگے دُھواں، نہ کہیں مرغزار سے

کیُوں کر تجھے بتاؤں کہ پھُولوں کے رنگ پر
پڑتی ہے اوس، موجِ صبا کے غبار سے

نرگس کراہتی ہے، تڑپتی ہے نشترن
ننھی سی اِک شعاع کے بوس و کنار سے

تجھ کو خبر نہیں کہ لرزتی ہیں پتیاں
صرف، ایک نیم قطرۂ شب نم کے بار سے

نرمی سے نغمہ زن ہو، ارے عندلیبِ زار
کٹ جائے پنکھڑی نہ ترانوں کی دھار سے

شیشوں سے کھیلتے ہیں، کس آہستگی کے ساتھ
یہ نکتہ سیکھ، جوشِ لطافت شعار سے

سُبو اُٹھا، کہ فضا، نسیمِ خام ہے ساقی
فرازِ کوہ پہ، ماہِ تمام ہے، ساقی

چُنے ہوئے ہیں پیالے، جُھکی ہوئی بوتل
نیا قعود، نرالا قیام ہے، ساقی

بنازِ مُغبچگان و بفیضِ نعرۂ ہو
ہُمائے ارض و سما، زیرِ دام ہے، ساقی

فضا پہ، نہرِ پرافشانِ تابِ حور و ظہور
غنا میں، شہرِ قصور و خیام ہے، ساقی

یہ کون شاہدِ مستی فروش و نغمہ نواز
نفس کے تار پہ، گرمِ خرام ہے ساقی

نہ اسم و جسم، نہ حرف و نفس، نہ سایہ و نقش
یہ کیا طلسم، یہ کیسا مقام ہے، ساقی

رُکے نہ دور، کہ اب تک، بزیرِ چرخِ کبود
ریا، حلال ہے، صہبا حرام ہے، ساقی

بنامِ آدم و حوّا، پلا، کہ گرمِ سرود
نسیمِ روضۂ دارُالسّلام ہے، ساقی

سبوئے قلعہ شکن کی سپر عنایت کر
کہ تیغِ دورِ زماں، بے نیام ہے، ساقی

اگر، غذائے خیال و نظر سے ہے محروم
حیات...... ذہن کا ماہِ صیام ہے، ساقی

تمام دولتِ دنیا و دیں پہ بھاری ہے
وہ دل، جو بستۂ حبِّ انام ہے، ساقی

عجب نہیں کہ تجھے بھی پسند آئے یہ قول
جھکے نہ دل، تو، عبادت حرام ہے، ساقی

صفات و ذات کے ایوانِ روح پرور تک
سبُو سے، فاصلۂ نیم گام ہے، ساقی

○

یہ دُنیا، ذہن کی بازی گری معلوم ہوتی ہے
یہاں، جس شے کو، جو سمجھو، وہی معلوم ہوتی ہے

نکلتے ہیں، کبھی تو، چاندنی سے، دھوپ کے لشکر
کبھی خود دھوپ، نکھری چاندنی معلوم ہوتی ہے

کبھی، کانٹوں کی نوکوں پر، لبِ گُل رنگ کی نرمی
کبھی، پھولوں کی خوش بو میں انی معلوم ہوتی ہے

وہ آہِ صبح گاہی، جس سے تارے کانپ اُٹھتے ہیں
ذرا سا رُخ بدل کر، راگنی معلوم ہوتی ہے

نہ سوچیں، تو، نہایت لُطف آتا ہے تعَلّی میں
جو سوچیں، تو، بڑی ناپُختگی معلُوم ہوتی ہے

جو سچ پُوچھو تو، وہ اِک ضَرب ہے، عاداتِ ذِہنی پر
وُہ شے، جو، نوعِ انساں کو، بُری معلُوم ہوتی ہے

کبھی، جن کارناموں پر، جوانی فخر کرتی تھی
اَب اُن کی یاد سے، شرمندگی معلُوم ہوتی ہے

بلا کا ناز تھا، کل، جن مسائل کی صلابت پر
اَب، اُن کی نیو، یک سر کھوکلی معلُوم ہوتی ہے

کبھی، پُرہول بن جاتا ہے، جب، راتوں کا سناٹا
سُریلے تار کی جھنکار سی معلُوم ہوتی ہے

اُسی نسبت سے، آرائش پہ ہم مجبُور ہوتے ہیں
خُود اَپنی ذات میں، جتنی کجی معلُوم ہوتی ہے

پیے بیٹھا ہوں جوش، عِلم و نظر کے سیکڑوں قلزُم
اَرے، پھر بھی، بلا کی تشنگی معلُوم ہوتی ہے

....

○

تجھے، ناداں، ہنوز، آنکھیں لڑانا بھی نہیں آتا
نظر باتیں کرے، یوں مسکرانا بھی نہیں آتا

تری، بچپن کی سرحد سے ملی، اُلھڑ جوانی کو
کھنچی انگڑائیوں میں، جھنجھنانا بھی نہیں آتا

ہوائیں، جب اُڑاتی ہیں، ترے سینے کے پلّو کو
تو، اُس پلّو کو، چٹکی میں دبانا بھی نہیں آتا

اچانک میرے آ جانے سے، وقتِ زینتِ گیسو
چھپا کر چہرہ، جھٹ سے بیٹھ جانا بھی نہیں آتا

ترے مُکھڑے پہ ہے، کربِ تمنّائے ہم آغوشی
ابھی، دِل کے تقاضوں کا چھپانا بھی نہیں آتا

تجھے، اب تک، نشیلی انکھڑیوں کی موجِ رنگیں میں
لگاوٹ کے سفینوں کا ترانا بھی نہیں آتا

غرورِ حُسن سے غافل ہے، اتنی کم سِنی تیری
کہ، میری چھیڑ پر، تیوری چڑھانا بھی نہیں آتا

پپوٹوں کے کناروں پر، سیاہی کے گھروندے ہیں
ٹھکانے سے تجھے، کاجل لگانا بھی نہیں آتا

مِرے حرفِ تمنّا و طلب گاری سے ...... شرما کر
کلائی میں، مجھے، کنگن گھمانا بھی نہیں آتا

جو سوتی ہے، تو ساری رات، اِک کروٹ پہ سوتی ہے
ابھی ...... تکیے گرا کر، رسمسانا بھی نہیں آتا

کمر کے لوچ سے، پلکوں کی، طوفاں خیز لرزش سے
نگاہِ جوش کو جھولا جھلانا بھی نہیں آتا

....

○

نہ یقیں کا شیشہ دَر کے، نہ خلل گماں میں آئے
وہ، حصارِ تن سے اُٹھ کر، جو کنارِ جاں میں آئے

وہ قلندری ہے کامل، جو، بفرطِ کیف و مستی
نہ خیالِ ایں میں اُلجھے، نہ فریبِ آں میں آئے

ہم، اگر سنائیں تجھ کو، کبھی داستان اپنی
تو، مزا تجھے نہ پیارے، کسی داستاں میں آئے

خس و خار و سبزہ و گل، خزف و بلور و سنبل
جو، ہزار روپ دھارے، تو ہم اِس جہاں میں آئے

کبھی گھاٹیوں میں ڈوبے، کبھی، آسماں پہ جھمکے
کبھی، وادیوں میں اُترے، کبھی کہکشاں میں آئے

کبھی، جامِ خضر اُٹھا کر، سرِ کُنجِ موت پہنچے
کبھی، خون میں نہا کر، رہِ گل رُخاں میں آئے

کبھی، سازِ حق بجا کر، رہِ اہرمن پہ دوڑے
کبھی، خُم کے خُم چڑھا کر، صفِ قُدسیاں میں آئے

کبھی، دستۂ سُبو سے، درِ کعبہ کھٹکھٹایا
کبھی ہو کا ساز اُٹھائے، حرمِ بُتاں میں آئے

جو چمن کو سبز دیکھا، جو گلوں کو زرد پایا
تو، بہار اُنڈیلنے کو، قدحِ خزاں میں آئے

تب و تابِ مہر کو بھی، جو غبارِ تیرہ سمجھے
یہ عجیب حادثہ ہے کہ وہ خاک داں میں آئے

مرا دل بھی جوش دیکھے، جو پڑھے کلام میرا
وہ، مکین تک بھی پہنچے، جو کوئی مکاں میں آئے

....

○

وہ قطع، رخشِ دل کی ہے باقی، نہ وہ بُرید
آتش تکاں ہے، بیم، نہ اب گُل فشاں، اُمید

اَب کوئی گُل ہے خیر، نہ اب کوئی خار، شر
کوئی طرب، حریر، نہ کوئی تعب، حدید

اَب، دل کا رنگ یہ ہے، کہ ہوتا نہیں اثر
جنّت کا وعدہ ہو کہ جہنم کی ہو وعید

ہونٹوں کے اتّصال میں، پژمُردہ، حرفِ شوق
آنکھوں کی بارگاہ میں، خوابیدہ، ذوقِ دید

اَب، خُوْد، جمالِ یار ہُوں، اَب خُوْد، نِگاہِ شُوق
اَب، خُوْد ہی پیرِ صُومَعہ، ہُوں، اور خُوْد مُرید

اَب زِندگی کو، شادیٔ و غَم سے غَرَض نہیں
بے آنسوؤں کا عَشَرہ ہے، بے زَمزَموں کی عید

سِینے مِیں آگ، لَب پہ دُھواں، سانس مِیں شَرار
یُوں ہو رَہی ہے، بادَۂ اَفکار کی کَشید

ہَر لَمحہ، کَتمِ راز ہے، ہَر آن کَشفِ رَمز
ہَر شام، اِیک قُفل ہے، ہَر صُبح اِک کَلید

قارُون سے غَرَض ہے، نَہ حاتَم سے کوئی کام
اَب، حاجَتِ کَریم، نَہ اَب ہَیبَتِ یَزید

اِفلاس کس قَدَر مُتَموِّل ہے، یہ نَہ پُوچھ
شاہانِ ذی حَشَم ہَیں، غُلامانِ زَر خَرید

ہَم، یارِ لامکاں کی طَرَف، کَل گئے تھے جوش
کَہ دو کِہ اَب وُہ آئے اِدَھر، شہرِ باز دِید

○

یوں ڈھل گیا ہے دَرد میں دَرماں، کبھی کبھی
دوزخ بنا ہے، موسمِ باراں کبھی کبھی

اَغیار کی، اُٹھی ہُوئی نظروں کی دھار سے
مَقتل بنا ہے، کوچۂ جاناں کبھی کبھی

بڑھتا چلا گیا ہوں، اُنہیں کی طرف، کچھ اور
یوں بھی ہُوا ہوں، اُن سے گُریزاں کبھی کبھی

آنچوں میں، گنگنائے ہیں گُل زار، گاہ گاہ
شُعلوں سے پٹ گیا ہے گُلستاں کبھی کبھی

دامانِ گُل رُخاں کی، اُڑا دی ہیں دھجّیاں
یوں بھی، کیا ہے چاک، گریباں کبھی کبھی

کلیاں جُھلس گئی ہیں، دُھواں دے اُٹھے ہیں پھُول
یوں بھی، چلی ہے بادِ بہاراں کبھی کبھی

ہونکی ہیں، بادِ صُبح کی رَو میں بھی، آندھیاں
اُبلا ہے، ساحلوں سے بھی طوفاں کبھی کبھی

لَے سے، نکل پڑی ہے، کبھی، ہچکیوں کی فوج
سِسکی بنی ہے، سازِ خُمستاں کبھی کبھی

اُس وقت بھی، کہ جمع تھے اسبابِ رقص و رنگ
کم بخت دِل ہُوا ہے پریشاں کبھی کبھی

اِک دامنِ حریر کے لمسِ خفیف سے
لَو دے اُٹھا ہے، خونِ رگِ جاں کبھی کبھی

ہاں جوشؔ بھی، بمصلحتِ کافریٔ عشق
بنتا رہا ہے، مردِ مسلماں کبھی کبھی

○

خُم و جام، سَرنگوں ہیں، دَف و چنگ، غرقِ زاری
سُوئے کبرِ جَم چلا ہوں، بہ شکوہِ خاک ساری

مِری زندگی رَواں ہے، سَرِ دوش، خُم اُٹھائے
بادائے بادِ صحرا، بنوائے آبِ جاری

کوئی خضر ہو کہ رہ زن، کوئی دوست ہو کہ دُشمن
مِرا سینہ، سَب کا مامَن، مِری سَب سے رشتہ داری

سَرِ عَرش، کانپ اُٹھا، دلِ عصمتِ مَلائک
جو بڑھا، عَلَم اُٹھا کر، حَشَمِ گُناہ گاری

مری خاکِ رہ گزر کے، گُل و نسترن ہیں مرکب
مری گردِ کارواں کی، زُحل و قمر، سواری

مرے روبرو نہ اکڑے، یہ نظامِ شمسی
کہ، زمین و آسماں پر، مری اِک نظر ہے بھاری

مرے ذہن کی دھنک ہے، پلِ دجلۂ ترنم
مری نبض کی دھمک ہے، دفِ ذوقِ حُسن کاری

مرے کفر قبلہ رو سے، نہ چڑھو صفات بازو
کہ مری نظر رواں ہے، سُوئے کُنہِ ذاتِ باری

ترا حرفِ کُن، الٰہی، مرے اِک نفس کی شوخی
مری اِک پلک پہ رقصاں، تری کائنات ساری

کبھی قُطب کو نچا دے، کبھی وقت کو جما دے
وُہ نگاہِ جوش میں ہیں اثراتِ کردگاری

. ...

○

کس فسوں گر نے، مچا دی ہے، یہ، انسانوں میں دھوم
بستیوں میں، غلغلے برپا ہیں، ویرانوں میں دھوم

خاک میں، جانیں اُگا دی ہیں، یہ کس کی سانس نے
اور مچا دی ہے پھر، اُن پھبکی ہوئی، جانوں میں دھوم

پھونک دی کس نے، یہ روحِ آگہی و بے خودی
مدرسوں میں غلغلے ہیں، اور مے خانوں میں دھوم

کون یہ جھانکا یکایک، غرفۂ انگور سے
دفعتہً ہونے لگی سارے خمستانوں میں دھوم

جھنجھنائے تار، یہ کس نے، جُنوں و عقل کے
شور ہے اہلِ خرد میں، اور دیوانوں میں دھوم

کس کی ان پیداؤ پنہاں جھلکیوں کے فیض سے
چھچھے تاریخ میں ہیں، اور افسانوں میں دھوم

کس کا دامن چوم کر آئی ہے بادِ نو بہار
شور برپا ہے گریبانوں میں، دامانوں میں دھوم

گیسوؤں کی چھاؤں میں، کس نے یہ جھلکا کر جبیں
کُفر میں ہلچل مچا دی، اور ایمانوں میں دھوم

گُنگنا کر، کس نے مکھڑے سے، اُلٹ دی، یوں نقاب
رَت جگے ہونے لگے آنکھوں میں، اَور کانوں میں دھوم

کس نے یہ کہہ کر...... ہمیں، اس دَہر میں بھیجا ہے جوشؔ
جا، مچا دے، اَے خراباتی! شبستانوں میں دھوم

....

○

یادوں کے گھُپ نگر میں، دیپک جو کل جلائے
ڈُوبے فلک پہ تارے، کانپے فضا، پہ سائے

ایّام سرخوشی کے نغموں نے تیغ تولی
شب ہائے رنگ و بُو کے لمحوں نے پھن اُٹھائے ....

نکلا دُھواں، وہ دِل سے، گم ہو گئے دو عالم
راتیں، جو کاڑھتے تھے ...... وہ دِن جو یاد آئے

منڈلائیں، سَر پہ لوحیں، لوحوں پہ نام اُبھرے
ناموں پہ، چھائے چہرے، چہروں نے لب ہلائے

یہ، محکمِ باغ باں ہے، اے شاخِ زندگانی
تا دیر، کوئی پنچھی، تجھ پر نہ چہچہائے

شہرِ فغاں سے آئیں، لبیک کی صدائیں
جس وقت کوئی مطرب، تاروں کو جھنجھنائے

یہ کون سی ادا ہے، اے رحمتِ الٰہی
برسوں بھرے وہ آہیں، پل بھر جو گنگنائے

دم بھر کی شادمانی، وہ طرفہ سا نگیں ہے
دیکھو، تو رنگ بدلے .... چھو لو، تو ٹوٹ جائے

پھولوں نے ہچکیاں لیں، کلیوں سے خون ٹپکا
کل، یوں چمن میں جا کر، ہم، جوش، مسکرائے

○

اَب آؤ، شام ہوئی، رنگ و بُو کی بات کریں
غُرُوبِ مہر و طلوعِ سُبُو کی بات کریں

بَرغمِ تلخئ ایّام و سختئ دوراں
بُتانِ شہد لب و شیشہ خُو کی بات کریں

ہم، اہلِ فن کو جو بخشا ہے، میرِ قُدرت نے
اُس اِعتبار کی، اُس آبرُو کی بات کریں

حریمِ پیرِ مُغاں میں، پئے رُکوع و سُجود
اَب آؤ، آبِ عنب سے، وُضُو کی بات کریں

تمام دن کی کثافت کا بار ہے، دل پر
کنارِ آبِ رواں، شُست و شو کی بات کریں

خروشِ روز ہُوا ختم، اب اُٹھو، یارو
کہ دل نوازیٔ گل بانگِ ہُو کی بات کریں

چھڑی ہُوئی ہے جو، مابینِ انجم و ذرّات
بساطِ بادہ پر، اُس گفتگو کی بات کریں

محلِّ شرم ہے، صد پارگیٔ رختِ حیات
اب آؤ، سوزنِ مے سے، رفو کی بات کریں

ازل سے، ذہنِ بشر کو، تلاش ہے، جس کی
اب، اُس خیال نشیں ماہ رُو کی بات کریں

نگاہ و گوش کے حفظِ حقوق کی خاطر
رُخِ صبیح و بُتِ خوش گلو کی بات کریں

جو، مضطرب ہے، پئے منصبِ اُلوہیّت
اب آؤ، جوشؔ کی اُس آرزو کی بات کریں

....

شرابِ ناب ہے کوثر نژاد و خُلد نسب
ندیم، جامِ سفالیں اُٹھا، بشرطِ ادب

چھلک رہے ہیں معارف، اُبل رہے ہیں رموز
کھلے ہوئے ہیں، سبُو میں، ہزار ہا کُتب

خوشی تو صرف ہے، اک وضعِ فکر و طرزِ خیال
نہ ڈھونڈ، عالم خارج میں، سازِ برگِ طرب

بغیرِ شکر، عبادت روا، نہ عیاشی
بہت یہ مسئلہ ہے، اے فقیہہ، غور طلب

گیا وہ دَور کہ مَیں تھا، اَسیرِ اَرض و سما
مِری نظر کے تَصرُّف میں، کائنات ہے اَب

مجھے، شعُور نے بخشا ہے مَنصبِ اَقطاب
بغیرِ نالۂ صُبح و بِدُونِ گریۂ شب

فَضائے قُدس پر، غلطیدہ ہیں مِرے افکار
بیُمنِ آتشِ عَقل و بفیضِ آبِ عنب

سَوارِ شمس و قمر ہوں، تو کیا تعجُّب ہے
کہ حَرفِ کُن ہے مِرا جوشِ اوّلیں مَرکَب

....

○ [1]

وُہ، دَرْد کے دِن باقی نہ رَہے، دَرماں کی وُہ راتیں بیت گئیں
دِل تھام کے، جن میں روتے تھے، ہجراں کی وُہ راتیں بیت گئیں

جَب، دِل میں گھڑیاں چُبھتی تھیں، جَب دھڑکن لمحے گنتی تھی
وُہ، قَول و قسَم کے دِن نہ رَہے، پَیماں کی وُہ راتیں بیت گئیں

جَب، کِرنیں، لَے بَن جاتی تھیں، جَب تارے چَھم چَھم ہوتے تھے
شَفقوں کی وہ صُبحیں خاک ہُوئیں، اَفشاں کی وُہ راتیں بیت گئیں

جَب رِم جِھم بادَل گاتے تھے، جَب اَرض و سَما ٹکراتے تھے
جَب نَشّے، گھُپ ہو جاتے تھے، باراں کی وُہ راتیں بیت گئیں

[1] ہائے، دہلی کی وہ تاریخی رات جب کہ میں کنور مہندر سنگھ بیدی کے ساتھ، ایک کشتی میں بیٹھا، جھیل کی شبِ ماہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس وقت میں نے یہ غزل، دردناک ترنم کے ساتھ سنائی تھی، اور ہماری ایک بلا کی حسین رفیقۂ کشتی، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

نوخیز بُتوں کی انگڑائی، جب سارنگی بن جاتی تھی
آہنگ کی وہ شامیں نہ رہیں، الحاں کی وہ راتیں بیت گئیں

ان نظروں میں زنجیریں تھیں، جب ماہ وشوں کے مکھڑوں کی
وہ قید کے دن معدوم ہوئے، زنداں کی وہ راتیں بیت گئیں

جب ٹپ ٹپ آنسو بہتے تھے، چپکے چپکے کچھ کہتے تھے
جب، تکئے بھیگے رہتے تھے، حرماں کی وہ راتیں بیت گئیں

جو، سازِ ابد پر ہنستے تھے، وہ بجتے لمحے ڈوب گئے
خود، عصمت جن پر قرباں تھی، عصیاں کی وہ راتیں بیت گئیں

جب، دیرِ مغاں میں رہتے تھے، ہر بُت کو خدا جب کہتے تھے
ایماں کے وہ دن تاراج ہوئے، عرفاں کی وہ راتیں بیت گئیں

اس گردن سے مس ہونے کو، جب باہیں، اُڑ کر، آتی تھیں
جوشؔ، اب وہ کرم کے دن نہ رہے، احساں کی وہ راتیں بیت گئیں

....

○

دمِ صُبح، کل جو آئی، وہ، چمن میں، دامن افشاں
تو گلوں نے، مُڑ کے دیکھا، خمِ گردنِ ہزاراں

رُخِ تازہ پر جگائے، سحرِ جہاں کُشائی
خمِ زُلف میں لپیٹے، شبِ قدرِ گوشہ گیراں

جو، کمر، ذرا سی لچکی، تو گری صبا پہ بجلی
جو، مسک گیا شلوکا، تو پھٹا اُفق کا داماں

جو، ہنک کے، تان اُڑائی، تو، فلک نے دف اُٹھا لی
جو، دھمک کے پاؤں رکھا، تو، زمیں ہوئی غزل خواں

تنِ لالہ رنگ چٹکا، جو قبائے زر فشاں میں
تو کھنک سے گونج اٹھی، رگِ جانِ خرقہ پوشاں

جو ڈلائی، سر سے ڈھلکی، رخِ گل پہ رنگ کانپا
جو ہوا سے زلف بکھری، تو گھٹا ہوئی پر افشاں

جو گلے سے رنگ پھوٹا، تو درک گئی گلابی
جو، قبا کا بند ٹوٹا، تو الٹ گیا گلستاں

یہ کرشمہ جوشؔ کیا تھا کہ ملیں جو اس نے آنکھیں
تو بہار چیخ اٹھی کہ یہ جیب ہے، یہ داماں

....

جب سے، دُوئی کی، دِل میں کثافت نہیں رہی
دُشمن سے بھی مجالِ عداوت نہیں رہی

قول و عمل کی پُشت پہ دیکھی جو مُہرِ جبر
میزانِ روزِ حشر کی دہشت نہیں رہی

پایا قضا کو جب نہ تغیّر سے آشنا
اُس روز سے، دُعاؤں کی ہمّت نہیں رہی

دیکھیں جو نظمِ دہر کی، خُودکار گردشیں
تو، خوئے شکر و تابِ شکایت نہیں رہی

اُبھریں، قلم کی نوک سے، وہ کج کُلاہیاں
جو پھر بھی تاج و تخت کی وقعت نہیں رہی

عرشِ طلوعِ صُبح سے اُتریں وہ آیتیں
شاعر کو احتیاجِ رسالت نہیں رہی

یوں، اپنے ہی جمال کی جنّت میں کھو گیا
حوروں سے اختلاط کی فرصت نہیں رہی

کون و مکاں کو، جیب میں، جس وقت رکھ لیا
کون و مکاں کی ہم پہ حکومت نہیں رہی

اُس دل کو، ہاں نوید، نشاطِ مدام کی
جس دل میں جُستجوئے مسرّت نہیں رہی

اَے خسروانِ باذل و اے حاتمانِ شہر
اَب مہرباں نہ ہو کہ ضرورت نہیں رہی

لُطفِ بتاں کا ذکر ہی کیا ہے کہ ہم کو جوشؔ
اَب رحمتِ خُدا کی بھی حاجت نہیں رہی

○

وہم ہے، شہرتِ آئینہ و بدنامیٔ خشت
یک شعاعِ رخِ جاناں ہے، چہ دوزخ، چہ بہشت

فقط، اک امرِ اضافی ہے ضیاء و ظلمت
ورنہ، اک شے بھی، حقیقت میں، نہ زیبا ہے نہ زِشت

ہم نے پایا ہے، شراروں میں بھی شبنم کا مزاج
ہم نے دیکھی ہے، شعاعوں میں بھی نہرِ لبِ کشت

ہاں، نظر بر ورقِ گُل کُن و ایں شکوہ مکُن
کہ ہنوز، آں مہِ آفاق، بمن خط ننوشت

آگہی کے عمَلِ جُزوی و کُلّی کی قسَم
یہی دُنیا ہے جہنّم، یہی دُنیا ہے بہشت

ہاں ہوائے دلِ سَرشار و دماغِ بیدار
حجلۂ ناز، نہ کاشی، نہ کلیسا، نہ کنِشت

تحفۂ دولتِ آفاق لیے، اَے دُنیا
آئی ہے، اور مرے فقر کی سَرکار میں، ہشت

جوش، ہر ذرّۂ خاکی سے، یہ آتی ہے صَدا
مَیں ہوں بلّور نَسَب، حوُر حسَب، طوُر سرِشت

....

○

اُٹھ، مستِ ناز، صُبح کو غرقِ نیاز کر
آنکھوں کو مَل، دریچۂ بُت خانہ باز کر

رنگِ اُفق کو، پرتوِ رُخ سے نکھار دے
موجِ صبا کو، بستۂ زُلفِ دراز کر

انگڑائی لے کے، ڈوبتے تاروں کی چھاؤں میں
ہم وار، زندگی کے نشیب و فراز کر

بندِ قبا کو توڑ کر، اے موجۂ شباب
سعئ فروغِ عُقدہ کُشایانِ راز کر

نا شُستہ رُخ کے پَرتَوِ عالَم شکار سے
تکمیلِ دِل نوازیٔ آئینہ ساز کر

پلکیں، وفورِ کیف میں، جھپکا کے، بار بار
عالَم کو غرقِ زمزمۂ سوز و ساز کر

فرقِ گدا پہ کج ہو، کُلاہِ سکندری
بہرِ خُدا، وہ عشوۂ مسکیں نواز کر

بانہیں، گلے میں ڈال کر، اے جانِ آرزو
بندے کی عاجزی کو، تکبُّر گداز کر

ہاں، پڑ رہی ہے، نور و سیاہی میں طرحِ صُبح
اس وقت، مشقِ عربدہ سے احتراز کر

غُنچوں کے بند کھول رہی ہے نسیمِ صُبح
تکلیفِ دِل کُشائیِ اہلِ نیاز کر

تیرے قدم پہ جوش سا خُود سر ہے سرنگوں
اے گُل عذار، اپنے مُقدّر پہ ناز کر

○

دھوپ کھائے ہُوئے کانٹوں میں، بیابانوں کے
پھول، جُھلسے ہُوئے، ملتے ہیں گُلستانوں کے

ہونکتی آگ کے گرداب میں، پَرافشاں ہیں
گُل فشاں راگ، طرب ناک شبستانوں کے

آج وُہ، شومئی قسمت سے ہے کاشانۂ بوم
جس درِ ناز پہ، کل، غول تھے دربانوں کے

سیکڑوں شہر نکل آئے، دُہائی دیتے
کاش، پردے نہ اُٹھاتے کبھی ویرانوں کے

دوشِ اَفلاک پہ ہیں، رَقص کے خیمے غلطاں
صَرصَرِ وَقت میں، پُرزے ہیں گریبانوں کے

آج، جو، وَقت کے پتھراؤ میں ہیں گرمِ فغاں
کَل، وُہ بجتے ہُوئے گوشے تھے، صَنَم خانوں کے

بارہا شَب کی خموشی میں، کھنک اُٹھتے ہیں
لَبِ آفاق پہ، ٹکڑے مِرے افسانوں کے

دھوم سے، جن کا جَوانی نے، نِکالا تھا جُلوس
آج، کاندھے پہ، جنازے ہیں، اُن ارمانوں کے

کَل جہاں، اہلِ خَرابات کی اُتری تھی بَرات
اَب وَہاں، ڈھیر ہیں، ٹوٹے ہُوئے پیمانوں کے

اللہ، اللہ، بگولوں کے لرزتے ذَرّات
یہ، دَھڑکتے ہُوئے دِل تھے کبھی، اِنسانوں کے

گُنبدِ وَقتِ پُر افشاں میں، ابھی تک، اَے جوشؔ
بول بیدار ہیں، خوابیدہ غزل خوانوں کے

○

اہلِ طاعت سے، نہ اربابِ مناجات سے ہے
خاک میں زمزمہ رندانِ خوش اوقات سے ہے

سلب کر لے، دلِ انساں سے "مذاقِ مستی
محتسب، تو اگر اربابِ کرامات سے ہے

خدمتِ خاک نشیناں ہی سے، پوری ہو گی
وہ توقع، جو تجھے قاضئ حاجات سے ہے

اے اسیرِ حشمِ جبۂ و دستار و کلاہ
زینت انسان کی، تہذیبِ خیالات سے ہے

فِتنہ پَرداز سیاسَت کے عَلَم بردارو
وَصْلِ اَبنائے جہاں، فَصْلِ خصُومات سے ہے

بھُون دیتی ہے اُسے، آتشِ اَفکارِ جدید
رِشتہ جس قوم کا، اَقوال و رِوایات سے ہے

کاٹ دیتا ہے اُنہیں، خنجرِ ذوقِ تحقیق
جن کی تقویم، اَساطیر و حِکایات سے ہے

ذَرّہَ خاک کو، ہاں، چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
اس کی ترکیب بھی، اَجزائے سَماوات سے ہے

مَنصبِ شاعریُ و مَنزلِ اَہلِ تخیُّل
کس سے کہیے کہ رِسالت کے مَقامات سے ہے

لِلّٰہ الحمد کہ غم خوارئ نوعِ اِنساں
سُنّتِ جارِیَہ اَہلِ خرابات سے ہے

....

نکھرا، جو ایک لمحۂ سرشار، وقتِ شام
عمرِ مسیح و خضر نے، جھک کر کیا سلام

مابینِ ساتگین و صراحی، بصد نیاز
برپا ہُوا قعود، مرتّب ہُوا قیام

کھلنے لگے، دماغ میں، گُل ہائے پختہ رنگ
بہنے لگا، خیال میں، دریائے سیم خام

چمکا، فضائے ذہن پہ، وہ حرفِ تاب دار
لَو دے اُٹھے، قصورِ معانی کے سقف و بام

آئے، جلو میں، نغمۂ بُستاں لیے ہُوئے
خوبانِ برگ پیکر و ترکانِ لالہ فام

رقصاں ہُوئے، بساطِ زر افشاں پہ، دھُوم سے
اصنامِ شیشہ طبع و نگارانِ گل قوام

جھمکا، فضائے جُرعۂ اوّل پہ، ماہِ نو
دمکا، بروئے جُرعۂ آخر، مہِ تمام

صہبائے موج زن کے جیالوں سے، دفعتاً
حورانِ شرم گیں کے، اُبھرنے لگے خیام

پستی ہُوئی بلندیٔ گردوں سے ہم کنار
مستی ہُوئی نگارِ دو عالم سے ہم کلام

جانے لگے، زمین سے پھر، آسمان پر
بجتے ہُوئے خیال، کھنکتے ہُوئے پیام

جس دائرے میں، اسم کوئی چیز ہے نہ جسم
تخیلِ تُند گام نے، موڑی اُدھر لگام

باقی رہا نہ کچھ بھی، بجُز یک شعاعِ ناز
عینیّتِ وُجود کا، اللہ رے اہتمام

جھومے، بساطِ خواجگیٔ کائنات پر
یارانِ پاک طینت و رندانِ ذوالکرام

مستی بڑھی، تو جوش، اُحدیّت کی راہ میں
منزل وہ آ گئی کہ عبادت ہوئی حرام

....

ہمیں کیا، دہر اگر محرومِ سوز و ساز ہے ساقی
بحمد اللہ، کہ بابِ قصرِ مینا باز ہے ساقی

پہنچ جائیں گے اُڑ کر، ایک دن، ایوانِ مطلق تک
اگر ذہنِ رسا میں قوتِ پرواز ہے ساقی

اجازت ہو، تو، گوشِ عرش تک، یہ بات پہنچا دوں
کہ نظمِ فرش، بد انجام و خوش آغاز ہے ساقی

یہ میری طبعِ رنگیں، جس میں اربوں ماہ و انجم ہیں
نہیں معلوم، کس کی بارگاہِ ناز ہے ساقی

ارے کہہ دے کہ ذرّوں کو نہ ٹھکرا کر چلے دُنیا
کہ ہر ذرّے میں بند، اِک کائناتِ راز ہے ساقی

چھپائے پھر رہا ہوں، اپنی درویشی کو دُنیا سے
مگر مَیں کیا کروں، صورت مری غمّاز ہے ساقی

تو پھر، اِک عشوۂ موجِ ہوا ہے، کائنات اپنی
جو یہ سچ ہے کہ بُنیادِ وُجود، آواز ہے ساقی

کُلاہ قیصر و جمشید کو، ٹھکرا کے چلتے ہیں
ترے مستوں کو، اپنے فقر پر، وہ ناز ہے ساقی

زہے مستی کہ میری فکر کے ایوانِ عالی میں
فرازِ عرشِ اعظم، فرشِ پا انداز ہے ساقی

گریزاں وقت کو، دامن پکڑ کر، روک سکتے ہیں
ترے خدّام میں وہ قوّتِ اعجاز ہے ساقی

طوافِ جوش کر، اے کار گاہِ مومن و کافر
کہ یہ رند، اہرمن ایجاد و یزداں ساز ہے ساقی

....

○

دے جلوۂ پنہاں کو، اب رُخصتِ پیدائی
اَے اَنفُس و عالَم کی، پوشیدہ تُوانائی

خوابوں کے شبستاں میں، لب بستہ ہیں تعبیریں
ابلاغ کے جادے پر، لغزیدہ ہے گویائی

ہر بانگِ مُفَسّر ہے، اُلجھی ہوئی سرگوشی
ہر شرحِ معارف ہے، ٹوٹی ہوئی انگڑائی

اس گیتیِ و گردوں کی ہر چیز اضافی ہے
سرکارِ حقائق میں، پستی ہے، نہ بالائی

وُہ، تلخ ہے، یہ، شیریں، یہ ہے تو، مگر کیُوں ہے؟
اَے عشق، چہ می گوئی، اَے عقل چہ فرمائی؟

تُجھ کو نہ سہی، لیکن، مُجھ کو نظر آتی ہے
ذرّات کے سینے میں، آفاق کی پہنائی

دریائے تفکّر کے، رقصندہ حبابوں میں
ڈُوبے نظر آتے ہیں، صد گنبدِ مینائی

ذرّوں کی گرہ کھولی، تاروں کی دَمک تولی
پھر بھی نہ بھری جھولی، اَے خُود نہ شناسائی

اقرار نے، منبر پر، جس وقت زباں کھولی
انکار کے ہونٹوں پر، ہلکی سی ہنسی آئی

صدیوں کی ضرورت ہے، دُنیا کے تماشے کو
اَور تو، ہے بس اِک جھونکا، اَے عمرِ تماشائی

عشرت کے جزیرے میں یہ دف نہیں گونجی ہے
طوفاں نے بجائی ہے، گرداب میں شہنائی

نرغے میں فقیہوں کے، بیٹھے ہیں جو سر پکڑے
اُن، ذات نشینوں کی، اللہ ری تنہائی

اے دین کے معماروں، کیا خوب بنایا ہے
سیماب کی ہلچل پر، یہ قصرِ شکیبائی

اطلاق کی منزل میں پہنچا، تو کھلی دل پر
اضداد کی ہم نسلی، اعداد کی ہم تائی

اللہ کی رحمت ہو، اُن اہلِ توازن پر
جو، صبح کو مرشد ہیں، اور شام کو مینائی

اِن گھور اندھیروں میں، اِن کور سویروں میں
تو...... عشرتِ ناظر ہے، اے دولتِ بینائی

اے جوشؔ، سبو چھلکا، لے، وقت ملے دونوں
کعبے سے گھٹا اُٹھی، کاشی سے ہوا آئی

....

○

آ اَے نَدیم، طاعتِ مِینا و مے کریں
اِک جام پُر نِثار، دو صد رُوم و رَے کریں

ہو جائیں سطحِ وقت سے، آ ہم نشیں بُلند
مابینِ صُبح و شام، سَفر تا بکے کریں

بجنے لگے، دُرُود سے، مِحرابِ کائنات
اَنفاسِ روزگار سے پَیدا، وُہ لَے کریں

جس کا ہے ایک نُقطۂ اَزل، دُوسرا اَبد
اِک ہُو سے، ہم آن میں، وُہ راہ طَے کریں

آ، شورشِ مَعاش و خُروشِ مَعاد کو
غرقِ نوائے چنگ و دَف و عوُد و نے کریں

آ، خاکِ بارگاہِ قناعت پہ بیٹھ کر
تشریحِ بےنوائی کاؤس و کے کریں

قرآن کو گواہ بنا کر، بصد خروش
اعلانِ سوُدمندیٔ جرعاتِ مے کریں

اُٹھ جوشؔ، موسموں کو سمونے کے واسطے
تسخیرِ ملکِ بہمن و اقلیمِ دے کریں

....

○

اَے بادِ صُبح، گیسوئے خاطر سنوار دے
صیدِ خزاں کو، مژدۂ فصلِ بہار دے

آ، ولولوں کے قافلۂ پا شکستہ کو
موجِ خرامِ ابرِ سرِ کوہ سار دے

کس کو ہوائے چشمۂ حیوان و سلسبیل
تجھ سے جو بن پڑے تو مئے خوش گوار دے

دم ٹوٹ جائے موت کا، جس کے سواد سے
ایوانِ زندگی کو وہ سنگیں حصار دے

گھونگٹ اُلٹ کر آئے اِدھر، خُود نگارِ غیب
اِس حلقۂ شہُود کو وُہ اِعتبار دے

تسبیح و طیلساں سے نہ وا ہو سکیں گے باب
اِس دوش کو، کمانِ مشیّت شکار دے

تا ...... خاکیوں کو رَنگ ملے، نوریوں کو تاب
فکرِ حکیم و ذہنِ رسالت شعار دے

جس کی شمیمِ زُلف سے، رقصاں ہے کائنات
اُس نازنیں سے، رُخصتِ بوس و کنار دے

اَے بادِ صُبح ...... سَرد ہے کب سے، حیاتِ جوش
اِس یخ کدے کو، دَولتِ برق و شرار دے

....

○

اَے شبِ غم، وُہ اَنیسِ دل و جاں، راہ میں ہے
بادِ نرم و سحرِ عطر فشاں راہ میں ہے

جس میں تابندہ ہے، رُخسارۂ لیلائے یقیں
وُہ اِشارات لیے، پیکِ گماں راہ میں ہے

دیکھ، وُہ دوشِ ہوا پر، بہزاراں نغمات
طائرِ بختِ رسا، چرخ زناں راہ میں ہے

اَے خوشا وقت کہ وُہ صوصلہ سنجِ شہداء
بہرِ آرائشِ خونیں کفناں راہ میں ہے

مژدہ، اے کارِ فر و بستۂ دوشِ امید
موجۂ گیسوئے شب رنگِ بتاں راہ میں ہے

اے مرے دل کے، بہر سو نگراں، ذوقِ جمال
شکر کر، قافلۂ ماہ وشاں راہ میں ہے

مژدہ اے خوابِ پریشانِ تہی دستیٔ فن
بختِ بیدار و متاعِ دو جہاں راہ میں ہے

بدف و زمزمۂ و رامش و رنگ و آہنگ
تحفۂ مرحمتِ پیرِ مغاں راہ میں ہے

اے مرے، بستۂ غوغائے جہاں، ذوقِ سماع
دولتِ زمزمۂ مغبچگاں راہ میں ہے

اے تمنائیِ دیرینۂ دستورِ بہار
شکر کر، ناسخِ قانونِ خزاں راہ میں ہے

مژدہ، اے حلقۂ اندوہِ مریضانِ کہن
خسروِ شہرِ مسیحا نفساں راہ میں ہے

مژدہ، اے گلشنِ افسردۂ ذوقِ مستی
دجلۂ رنگ و خمِ آبِ رواں راہ میں ہے

زینتِ دوش کیے، رطلِ گرانِ شبِ قدر
صبحِ ناظورۂ ماہِ رمضاں راہ میں ہے

بتقاضائے حیا و پئے رفعِ تشہیر
روئے جاناں، بنقابِ دگراں راہ میں ہے

اے گدا، اٹھ، کہ ترے فقر کی پابوسی کو
منصبِ خواجگیِ کون و مکاں راہ میں ہے

اے درِ جوش، مبارک کہ بآہنگِ سجود
دھوم سے، لشکرِ اقطابِ جہاں راہ میں ہے

....

○

جو بادشاہ، پُرسشِ حالِ گدا کرے
اُس پر، کبھی زوال نہ آئے، خُدا کرے

حاصل اگر ہو، وحدتِ نوعِ بشر کا علم
تو پھر، عدوئے جاں سے بھی انساں وفا کرے

میرا بُرا جو چاہ رہا ہے، بہر نفس
اللہ، ہر لحاظ سے، اُس کا بھلا کرے

ہم ساکنانِ کوئے خرابات کی طرح
یارب، کبھی فقیہ بھی ترکِ ریا کرے

احسانِ رفتگاں کہ جو ہے آدمی پہ قرض
فرضِ نژادِ نو ہے کہ وہ قرض ادا کرے

کیا تم بھی سن رہے ہو، یہ آواز، اہلِ شہر
"بابا، کوئی غریب کی حاجت روا کرے"

زاہد، مری دعا ہے کہ ہیرِ فلاحِ عام
مقصودِ بندگی سے تجھے آشنا کرے

مائل نہ ہو سکیں گے کبھی ہم فریب پر
کہہ دو، زمانہ، ہم سے مسلسل دغا کرے

اُس کے دلِ کشادہ پہ قربان کائنات
جو، دشمنوں کے حق میں بھی، یارو، دعا کرے

کاش، اہلِ دلق پر بھی، بطورِ زکاتِ حسن
تکلیفِ یک نگاہ، وہ زرّیں قبا کرے

اِک فرد بھی رہے نہ، تہِ چرخ، دردمند
اے جوشؔ، وہ زمانہ بھی آئے خدا کرے

....

○

سمجھ میں کچھ نہیں آتی، یہ وضعِ بوالعجبی
کہ میرِ اہلِ ذکاوت ہوں، مفتیانِ غبی

سراغِ نیّتِ اربابِ شرک سے یہ کھلا
کہ یہ بھی ایک ہے تلبیسِ مدّعا طلبی

خدا گواہ کہ ارض و سما کا غوغا ہے
بس اک، خفیف سی آوازِ حرفِ زیرِ لبی

کسے خبر کہ بحکمِ قضا ہے، گرمِ ستیز
چراغِ مصطفوی سے، ہوائے بولہبی

جہاں، نظامِ کم و بیش ہے، بحکمت و عدل
وہاں ہے رسمِ دعا، بدظنیٔ و بے ادبی

مرے مذاقِ سبو پر نہ اعتراض کرو
کہ میرے دین میں ہے کفر، سوزِ تشنہ لبی

بنامِ شاہدِ غیب و بشیوۂ پاکاں
ادب کے ساتھ اٹھا جامِ بادۂ عنبی

کلیدِ گنجِ معانیٔ و بابِ عرفاں ہے
خروشِ چنگِ سحرگاہ و رقصِ نیم شبی

خوشا کہ جوش ہمیں، حُبّ نوعِ انساں نے
عطا کیا ہے مزاجِ محمدِ عربی

....

جو، مثلِ دوست، عدو کو بھی سرفراز کرے
اُس آدمی کی، خدا، زندگی دراز کرے

وہ کج نہاد ہے، آدم کا ناخلف فرزند
میانِ کافر و مومن جو امتیاز کرے

زمانہ، نشۂ سلطاں سے، کاش یہ کہہ دے
کہ آہ، گوشہ نشیناں سے احتراز کرے

جسے ہو، ایک توانائیِ عظیم کی دُھن
وہ کیا پرستشِ معبودِ خانہ ساز کرے

مری دُعا ہے کہ اے تاج دارِ ہفت اقلیم
خُدا، تُجھے بھی، مری طَرح بے نیاز کرے

گُزر چُکا ہوں مُقاماتِ آہ و شیوَن سے
زمانہ، اَب تو، دَرِ چَنگ و عوُد باز کرے

بچھے ہُوئے ہیں دِل و دِیدہ، اس تمنّا میں
کہ ایک روز وُہ مَشقِ خرام ناز کرے

ہتھیلیوں پہ لیے سَر کھڑے ہیں، اہلِ حَرَم
کہ کَب وُہ دَیر نشیں، عزمِ ترکتاز کرے

دیارِ حَرف و حکایت میں زلزلے آ جائیں
اگر وُہ لرزشِ مژگاں سے کشفِ راز کرے

بساطِ کیف پہ رَقصاں ہوں اَنفُس و آفاق
جو مشقِ زمزمہ وُہ چشمِ نیم باز کرے

وُہ بندہ مُتکبّر ہے، جوشِ طُرفہ مزاج
جو قُدسیوں کو جِھڑک دے، خُدا سے ناز کرے

....

فرشِ مے خانہ پہ، رقصِ دو جہاں، کیا کہنا
عرشِ اعظم ہے، بحسرت نگراں، کیا کہنا

پائے ساقی پہ، فرشتوں کی جبیں، صلِّ علیٰ
قدمِ فقر پہ، دیہیمِ شہاں، کیا کہنا

خذف و سنگ کے سینوں سے بھی اُٹھتے ہوئے راگ
خس و خاشاک کے مُنھ میں بھی زباں، کیا کہنا

حُسنِ طرّار کی بُرّاں نظری میں غلطاں
خوشِ تراشندگیٔ شیشہ گراں، کیا کہنا

نرگسی مُطرب و خمیازۂ نوخیزاں میں
خمِ گُل رنگ و خمِ آبِ رواں، کیا کہنا

روئے خوبانِ غزل خواں پہ، نرت کے ہنگام
چُھپھاتے ہُوئے رنگوں کی کماں، کیا کہنا

پُرفشاں عوُد کے لچھوں کی دواں لہروں میں
بوئے انفاسِ مسیحا نفساں، کیا کہنا

بے نیازانِ دو عالم کی فراغت کے حضور
سرنگوں، وسوسۂ سُود و زیاں، کیا کہنا

بول ...... دُھنکی ہُوئی تانوں کے کھنکتے بازار
جام ...... پگھلے ہُوئے سونے کی دُکاں، کیا کہنا

جلوۂ ولولۂ و مشغلۂ و رامش و رنگ
مستئ غلغلۂ بادہ کشاں، کیا کہنا

پائے گُل رنگ میں، پازیب کی جولاں جھنکار
سرِ مینا پہ، لویں رقص کناں، کیا کہنا

نگہِ شوق کی مضراب سے، آہنگ فروش
رنگِ جاں بخشِ رُخِ مُغبچگاں ، کیا کہنا

چرخِ اطلس پہ، ستاروں کے دَرَکتے ساغر
ضربت عَربَدۂ زُہرہ وَشاں، کیا کہنا

ہوئے مستانہ میں، بھرنے کو، گداز آیات
سَر پہ جبریلِ امیں چرخ زناں، کیا کہنا

جادۂ ذہن پہ، تخیُّل کی گُل کاری سے
یارِ نادیدہ کے قدموں کے نشاں، کیا کہنا

بزمِ اطلاق میں، ہم رشتۂ صَمَد اور صَنَم
طاقِ توحید میں، قندیلِ بُتاں، کیا کہنا

گرمِ پرواز، سُوئے سدرَہ و عَرش و کُرسی
تھاپ کی گونج میں، شمعوں کا دُھواں، کیا کہنا

پائے اعیانِ صُراحی پہ، وَلایت کی جبیں
فرقِ رنداں پہ، رسالت کا نشاں، کیا کہنا

گوہرِ اُنفُس و آفاق و گُلِ "ذات و صفات"
زینتِ دامنِ صاحب نظراں، کیا کہنا

اُفُقِ غَیب سے آتی ہُوئی، اِک طُرفہ شعاع
حرکت میں، سُوئے خاصانِ مُغاں، کیا کہنا

دَیر میں ہے، نہ حرم میں، یہ سُبک روحی جوش
پایۂ بارگہِ رطلِ گراں، کیا کہنا

○

کیا کیا تجھے بتاؤں، صبا کی کرامتیں
ہر صبح، آیتوں پہ اُترتی ہیں آیتیں

اُن ساعتوں سے بھی، جنہیں کہتے ہیں لوگ نحس
مَیں اَخذ کر چکا ہوں ہزاروں سعادتیں

اتنی طویل سَیف کی فہرست بھی نہیں
جتنی، قلم کے نام لکھی ہیں شہادتیں

اُتنا نہیں ہے کون و مکاں کا بھی عرض و طول
جتنی ہیں، ایک نیم نفس میں طوالتیں

اللہ، دل کی سرد انگیٹھی نہ دیکھئے
اس میں جلی پڑی ہیں کروروں حکایتیں

پرساں ہو کون، حرفِ جگر دار کا وہاں
جس شہر میں ہوں دولتِ ایماں کہاوتیں

محروم بام و در ہیں ابھی کاسہ ہائے سر
کانوں پہ بن چکی ہیں ہزاروں عمارتیں

کھولوں، درایتوں کی دکاں، کس امید پر
گلیوں میں بک رہی ہیں دھڑادھڑ روایتیں

مجہول ہی رہے گا نسب نامۂ عمل
جب تک نہ ہوں گی فکر میں پیدا نجابتیں

پاکانِ صومعہ کو خبر کیا کہ جوشؔ نے
کوئے مغاں سے پائی ہیں کیا کیا طہارتیں

....

○

حَیاتِ شور ہے، اَب جوئے شَہد و قُلزُمِ قَند
یہ کِس مَقام پہ لایا ہے، اَے دِلِ خُوْرسند؟

یہ، شاہراہِ تَاَمُّل ہے، صَحنِ کَشف نہیں
یہاں، نہ دَوڑ سکے گا، قَلَندَری کا سَمَند

قَبائے قَیصَر و تاجِ قُباد و رایَتِ جَم
یہ طُمطَراقِ سَفیہاں، مُجھے نہیں ہے پَسَند

کَل ...... آفتاب کے مانَند، جَگمگائیں گے
مِری قَبائے حَیاتِ زُبوں کے یہ پَیوَند

زمیں کے پاؤں پہ جھک جائیں، سیکڑوں خورشید
جو، اک ذرا سا چٹک جائے، ذرۂ سربند

جو، عزمِ بوسۂ کفشِ سخن وراں ہے...... تو ہاں
بلند اور ہو، اے مہر و ماہ، اور بلند

پہنچ سکا نہ کوئی، تا باوجِ گنبدِ "ذات"
ہزار مرتبہ ڈالی، پیمبروں نے کمند

مجھے یقین ہے...... اک روز، لیلئ کونین
مری نگاہ کی ہو گی مقلّدِ و پابند

یونہیں چلی جو، مرے نقشِ پا پہ، نسلِ جدید
پدر بنے گا مہ و مہر کا...... مرا فرزند

مجھے خبر ہے، بفیضِ نظر کہ آخرِ کار
یہ عبدِ خوار، بنے گا، الٰہِ پست و بلند

بنورِ فکر ہیں...... اس دور میں بھی، چند افراد
مَلک نظیر و نبی مثل و کبریا مانند

اَمینِ مَقصدِ ایماں، نہیں، دِلِ فُقہاء
مُحمّدِؐ عَرَبی کے دماغ کی سوگند

اَب، اُس فضا میں ہے، اَے جوشؔ، پَرفشاں اِحساس
جہاں، دِلوں کو پہنچتا ہے...... بوئے گُل سے گزند

....

○

کشورِ تن میں، عمل داریٔ جاں کافی ہے
فیضِ یک کوزہ و یک پارہ ناں کافی ہے

قامتِ رندیٔ و مستی کی، درازی کے لئے
کیفِ یک زمزمۂ سروقداں کافی ہے

فرقِ پیری سے، گرانے کو، مہ و سال کا بار
ایک خمیازۂ معشوقِ جواں کافی ہے

حور و غلماں کے خدوخال، بجھا دینے کو
نیم موجِ نفسِ مغبچگاں، کافی ہے

تا کُجا ذِکرِ شبِ قدر ...... کہ اہلِ دِل کو
سایۂ گیسوئے مشکیں نفساں، کافی ہے

مَردِ آگاہ کو ...... دیدارِ خُدا کی خاطر
صِرف ایک آن ...... بآغوشِ بُتاں، کافی ہے

ہاں ...... پئے معرفتِ قُربتِ "فَصلِ قوسین"
اِک ...... کھچتے ہُوئے اَبرُو کی کماں، کافی ہے

بہرِ عرفانِ مُسبّک روئ خاصانِ عنب
فقط، اِک سجدہ، سوئے رَطلِ گراں، کافی ہے

مَنصبِ خواجگئ کَون و مکاں ...... نامَنظُور
شَرفِ چاکرئ پیرِ مُغاں کافی ہے

پستئ زود یقینی سے، اُبھرنے کے لیے
ایک، جوئیندہ و بے لوث گماں، کافی ہے

دوستی، خُود سے جو کرنا ہے، تو بہرِ یک آن
خیر اندیشگئ دُشمنِ جاں، کافی ہے

جوشؔ، قرنوں کے اَندھیروں سے اَماں پانے کو
قُربِ یک لحۂ صاحب نظراں، کافی ہے

....

○

خوشا، کہ زیرِ نوا ہائے چنگ و بربط و عود
کھنک رہے ہیں پیالے، بنغمۂ داؤد

ہزار شکر، دھوئیں سے، اُبھر رہے ہیں چراغ
زہے نصیب، عدم سے، اُبل رہا ہے وجود

چمک رہا ہے، خمِ تیغ کے اُفق پہ، ہلال
جھلک رہا ہے، جبینِ زیاں پہ، قشقۂ سود

سنا رہی ہے، شبِ آب جو کے افسانے
فسوں چکیدگیٔ نرگسِ شراب آلود

کہانیاں ہیں، پر افشاں ...... جوانیاں، رقصاں
بھوئے بادکشان و بوئے عنبر و عود

چلے ہیں، اہلِ نظر...... جانبِ مدینۂ علم
بجائے کفش، پہن کر، کلاہِ چرخِ کبود

بجلوہ گاہِ دو کون و بکشورِ آیات
خدا گواہ کہ انسان ہے فقط مقصود

ادا سے، بندِ قبا کھول، اے عبودیت
کہ غلغلے ہوں بپا السّلام اے معبود

صدا یہ، عالمِ وحدت سے آ رہی ہے کہ ہاں
سوائے جوش، زمیں پر نہیں کوئی موجود

....

(۱)

لو سَرِ بام، آ گئی شبِ ماہ
مے کشانِ کرام بسم اللہ

جلد اُٹھو دامنِ خزاں[1] ہے دراز
قامتِ نو بہار ہے کوتاہ

درِ مے خانہ، کھول، اے ساقی
لبِ انساں پہ ہے، "پناہ پناہ"

بے خطر پی کہ رازِ یومِ حساب
جانتا ہے، یہ رندِ "نامہ سیاہ"

۱ ۔ فارسی میں "خزاں" مفتوح، اردو میں مکسور۔

تا بکے داستانِ حور و قصور
زہدِ مستاں نہیں ہے، اُجرت خواہ

(۲)

قصرِ لُطفِ حواس سے ہے بلند
انبساطِ شعور کی درگاہ

اے، کروروں خداؤں کے بندو
تا بکے۔ نعرہ ہائے "الا اللہ"؟

مُرشدِ مدّ ظلّہٗ العالی
آپ .. اور لافِ معرفت..... اخاہ!!

عالموں کے تمام تر حسنات
عارفوں کے دیار میں ہے گناہ

ہاں کسی فرد سے بھی خوئے گریز
خود ہے۔ اپنے وجود سے اکراہ

سطحِ مُشرک سے بھی، فروتر ہے
مُنکرِ وحدتِ بشر، واللہ

عرشِ اطلاق پر قدم رکھ کر
دیکھ...... عینیّتِ عباد و الٰہ

فقرِ اہلِ قلم میں، پیدا ہو
ذوقِ شاہی...... ارے معاذ اللہ

شاعرانِ برہنہ سر کے حضور
کانپتا ہے، غرورِ چتر و کلاہ

شاہِ آفاق ہے، مرا افلاس
اے زہے دولتِ دلِ آگاہ

میری ہستی، عدم قبول نہیں[1]
ہاں...... رہے فطرتِ وجود، گواہ

[1] عربی میں "قبول" بالفتح" اردو میں بالضم

حاجبانِ درِ قضا...... ہشیار
اہلِ معنیٰ، اُٹھا رہے ہیں نگاہ

عرش ہے، فرشِ جوش پر رقصاں
مطربِ خوش نوا...... جزاکَ اللہ

....

غرفۂ ششم
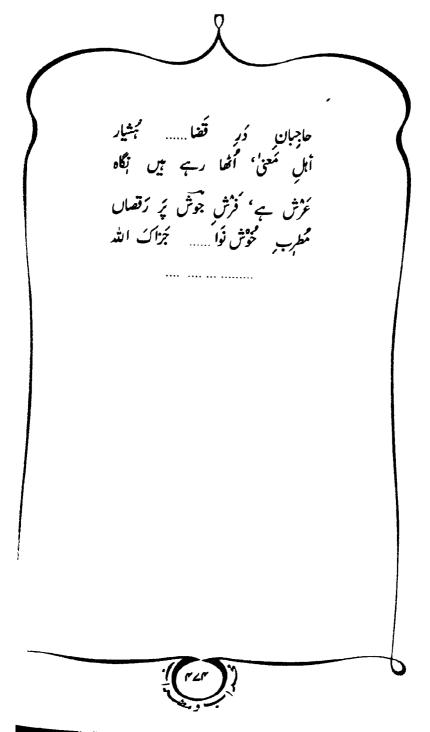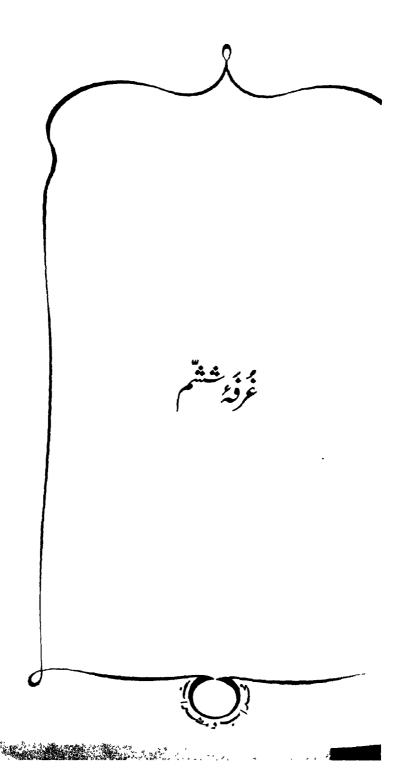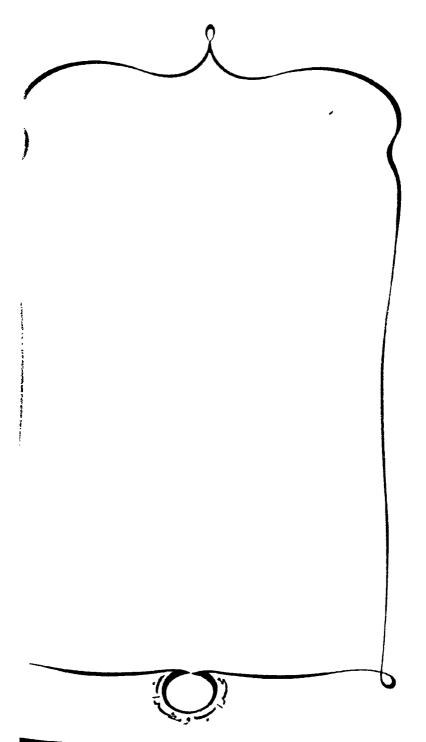
گوری اور گاگر

اَلھڑ، چنچل، پنگھٹ رانی
تَن اَلبیلا، مَن سَیلانی
اَپنے سے خُود کھینچا تانی
لَٹ میں تُلتی رَین کہانی
گھَٹ میں کھُلتی بال کمانی
آہاہا، چِت چور جوانی ..... اوہو، ہو، گھَنگھور جوانی

○

نیچے اُنڈوا، اوپر گاگر
آگ، بدن میں پانی سر پر
آنچیں، اَندر سُرخی باہر
چتون جیسے گہرا ساگر
پاؤں بہکتے چال، دِوانی
آہا، چِت چور جوانی ... اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○

گاہ سَراب و گاہے جیحوں
گاہے لیلیٰ، گاہے مجنوں
پل میں "آہا" .. پل میں "اونہوں"
وقتِ ایفاء .. رشکِ قاروں
وقتِ پیماں ... حاتمِ ثانی
آہا، چِت چور جوانی ... اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○

کالی زُلفیں، جھل جھل کنگن
گورا پنڈا، پاپی جوبن

مکھ پر چُبھتی، دِل کی دُھڑکن
پَل میں پھلیں، پَل میں اَن بَن
پَل میں شوُم، اَور پَل میں دانی
آہاہا، چِت چور جَوانی ...... اوہو، ہو، گھنگھور جَوانی

○

چھاتی کُوٹیں، تو مُسکائے
دُور رہیں، تو نَین ہِلائے
پاس جو آئیں، تو گھبرائے
آنکھ مِلے، تو سَر نیہوڑائے
ہات بڑھے، تو آنا کانی
آہاہا، چِت چور جَوانی ...... اوہو، ہو، گھنگھور جَوانی

○

دہکی چھاتی، جَلتی ہَیکل
جھُکتی پلکیں، چُبھتا کاجَل
کومَل، سُندر، چاتُر، چنچَل
اُلہڑ، اَچپَل

گُم سُم، تیکھی، چُپ، اَگھانی

آہاہا، چِت چور جوانی ... اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○

بائیں چمپا، دہنے بیلا

جوُہی لونڈی، گیندا چیلا

مستی کا وُہ مُکھ پر ریلا

سُندر بَن میں جیسے میلا

میلا، جیسے بھور سُہانی

آہاہا، چِت چور جوانی .... اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○

تال کے بَر میں جَھل جَھل زیور

لَے میں بہتی موجِ کوثر

سُر کے سَر پَر، آڑا جھومَر

پُل ہے دَھنک کا، دُھن کے اوپَر

بولی میٹھی، چولی دھانی

آہاہا، چِت چور جوانی ......اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○

آبی آنچل، سُرخ شَلوکا
جوڑا کالا، مُکھڑا لَو کا
رَنگ سُنہرا، اَنگ بھبُو کا
بال کُھلے، تو جنگل کُو کا
بات جو کی، تو برسا پانی
آہا، چت چور جوانی ...... اوہو، ہو، گھنگھور جوانی

○○○

گُل بَدَنی

کیا شعلۂ طرّار وہ اللہ غنی ہے
کیا لرزشِ تابندگیٔ سیم تنی ہے

رشکِ مہِ کنعاں ہے، غزالِ ختنی ہے
افشاں ہے کہ آمادگیٔ دُر شکنی ہے

○

تاروں میں بپا، غلغلۂ سینہ زنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے...... کیا گل بدنی ہے

○

ہر موجۂ انفاس میں، دجلے کی روانی
ہر لرزشِ مژگاں میں، نئی خواب فشانی

ہر لوچ میں بھیگی ہوئی شاخوں کی کہانی
ہر تان میں، پربت کا، برستا ہوا پانی

○

ہر بول میں، اک چشمۂ شیریں سخنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے ۔ کیا گل بدنی ہے

○

پلو ہے، یہ سینے پہ کہ اک موجِ حبابی
ماتھا کہ خنک صبح کی تنویر شہابی

پیکر ہے کہ، انسان کے سانچے میں گلابی
آنکھیں ہیں کہ، بہکے ہوئے، دو مست شرابی

○

قامت کا خم و چم ہے کہ سروِ چمنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے...... کیا گل بدنی ہے

○

زُلفیں ہیں، شبِ ماٹوا، رُخ، صُبحِ بہاراں
شوخی ہے کہ بھونچال، ترارے ہیں کہ طوفاں

عشوے ہیں کہ شمشیر، تبسّم ہے کہ پیکاں
مہندی کی سجاوٹ کہ ہتھیلی پہ گُلستاں

○

مُکھڑے کی دَمک ہے کہ عقیقِ یمنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے ..... کیا گُل بدنی ہے

○

آواز میں ہے، سلطنتِ زمزمہ خوانی
انداز میں ہے، جُنبشِ مُژگان و سنانی

ہر ایک بُنِ مُو سے، اُبلتی ہے جوانی
اُٹھتی ہے، مسامات سے اِک بھاپ سی دھانی

○

اِک چادرِ خوش بُو ہے کہ آنگن میں تنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے ...... کیا گُل بدنی ہے

○

گردن میں چنن ہار، کلائی میں ہے کنگن
کورا ہے جو پنڈا، تو، جنوں خیز ہے ابٹن

جولاں ہے، جوانی کے دھندلکے میں لڑکپن
ابھری ہوئی چولی ہے، چھلکتا ہوا جوبن

○

گل رنگ شلوکا ہے، قبا نازوَنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے...... کیا گل بدنی ہے

○

ہونٹوں میں ہے مہکار کہ ہے رات کی رانی
نقشِ قدمِ ناز ہے، یا تاجِ کیانی

کشتی کا تلاطم ہے کہ نوکار جوانی
ساحل کا خمستاں ہے کہ پوشاک ہے دھانی

○

برکھا کی خنک چھاؤں ہے، یا زلف گھنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے.... کیا گل بدنی ہے

○

بَل کھائی لٹوں میں ہے، یہ پیشانیٔ رخشاں
یا، سایۂ ظُلمات میں ہے، چشمۂ حیواں
ٹیکا ہے کہ ساگر میں، جواں چاند ہے غلطاں
ہاتوں پہ یہ مکھڑا ہے کہ ہے رِحل پہ قرآں

تِل ہے کہ دُھنوائی ہوئی، ہیرے کی کنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے کیا گُل بدنی ہے

کس لوچ سے چونکی ہے، دُھندلکے کو جگانے
اُلجھی ہوئی زُلفوں میں، دُھواں دھار فسانے
بند دُھوئے خدوخال میں، نیندوں کے خزانے
انگڑائی کی جھنکار میں، ندّی کے ترانے

رُخسار میں چُبھتی ہوئی اعضاء شکنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے...... کیا گُل بدنی ہے

تانیں ہیں کہ اک فوج ، کھڑی لوٹ رہی ہے
توڑا ہے کہ چھاتی کو زمیں کوٹ رہی ہے
بیندی ہے کہ ، پربت پہ کرن پھوٹ رہی ہے
انگڑائی کا خم ہے کہ دھنک ٹوٹ رہی ہے

○

مکھڑا ہے ، یہ قامت پہ کہ نیزے پہ انی ہے
کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے ...... کیا گل بدنی ہے

○

پہلو میں ، خموشی ہے .... شبستاں میں ، تکلّم
جلوت میں تواضع ہے ...... تو ، خلوت میں تحکّم

حجرے میں ہے تکرار ، تو ، مجرے میں ترنّم
مسند پہ ، تنک موج ہے ...... بستر پہ تلاطم

○

آغوش میں ، تلوار ہے ...... گھونگٹ میں بنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے ...... کیا گل بدنی ہے

○

پہنچا ہے، سرِ بامِ حرم، دیر کا طوفاں
رقصندہ ہے پھر وہ صنمِ فتنۂ دوراں

غزنی میں پکار آؤ کہ پھر کفر ہے جولاں
موباف کے لچھے میں ... لپیٹے ہوئے ایماں

○

اب آئے ...... جسے حوصلۂ بُت شکنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے ..... کیا گُل بدنی ہے

○

اس بن میں بھی، پڑتی ہیں، چھلاووں پہ، نگاہیں
اب بھی ہیں وہی، شوق کی، اگلی سی کراہیں
اب بھی یہ دُعا ہے کہ ملیں پھول سی بانہیں
مرجائیں ہم اے جوشؔ .. .. بتوں کو جو نہ چاہیں

○

گھُٹّی میں پڑی عاشقی و برہمنی ہے

○

کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے .. کیا گُل بدنی ہے

خطرناک جمال

ہر نفس، تازہ لن ترانی ہے
اور ابھی، راہ میں جوانی ہے

شوخیوں کی گرہ میں..... بالک پن
بے تُلا ناز...... اَن سدھی چِتون

رُخ پہ، لیل و نہار کا سنگم
جلد میں سرخیاں ...... مگر مدّھم

سینہ، پلّو کے جھول سے بے کل
جس میں، دو، ناتمام، تاج محل

لیلۃ القدر میں ڈھلے گیسو
تارِ مقیش کے بنے بازو

سُرخ ڈوروں میں ..... بولتا کاجل
گرم سینے پہ گنگنی ہیکل

روئے شیریں پہ ولولے ایسے
برگِ نسریں پہ چاندنی جیسے

دمِ رفتار .... یوں کھنکتا جسم
جیسے، گوکل میں، بانسری کا طلسم

غمزہ..... آنکھوں میں ... یوں بتاتی بھاؤ
منھ اندھیرے ..... ندی میں جیسے ناؤ

انکھڑیوں میں، رمِ غزالِ ختن
گیسوؤں کے دھوئیں میں ..... بندرا بن

چاق، چوبند، چلبلی، چنچل
کہ رُبا، کامنی، کنول، کومل

سَر پَہ، شوخی کی بدلیاں گھِر گھِر
پدمنی، رَس بھری، مدھر، اَلھڑ

سَردئی، شَب نمی، حبابی سی
چمپئی، شَربتی، گلابی سی

دیر تک دیکھیے تو شرماتی
لاجونتی، ندان، مدھ ماتی

جو گیے[1] کی لٹک، تکلّم میں
بھیرویں[2] کی رکھب، تبسّم میں

چال میں .... گھومتا ہُوا کولا
جیسے، جھولے دھنا[3] سری جھولا

ارغوانی شراب، پوروں میں
کجریاں[4] انکھڑیوں کے ڈوروں میں

موج زن ہے، بدن کا یوں کندن
جوئے زر ہے تمام پیراہن

1 ۔ 2 ۔ 3 ۔ راگنیوں کے نام۔ 4۔ برساتی گیت

سانس میں، کم سِنی کا جادُو ہے
تن میں، گدرائے پھل کی خُوش بُو ہے

گائے، تو، آس دے، نظامِ حیات
بال کھولے، تو، جھوم اُٹھے برسات

ناز سے، انکھڑیاں، ذرا جو کھلے
مے کدے کا نہ پھر چراغ جلے

جسم کو، غسل میں، جو دے کاوا
آبِ جُو سے، نکل پڑے لاوا

کُنج میں، رقص اگر نہ فرمائے
اطلسِ برگِ گُل، مسک جائے

پاؤں رکھے جو باغ میں، چھم سے
لَو نکل آئے قلبِ شبنم سے

سر سے، چادر اگر اُلٹ جائے
رگِ ابرِ بہار کٹ جائے

لب ہلیں، تو، فلک سے ہُوک اُٹھے
سر جھکے، تو، زمین کوٹ اُٹھے

بول، اگر انکھڑیوں میں جھنکائے
تو، چراغاں کی لَو، دَرک جائے

سامنے آئے...... منھ اگر تکتی
کانپ اُٹھے، دیوتاؤں کی شکتی

دِل بَری پر اگر مچل جائے
تو، فرشتوں کا دم نکل جائے

کھول دے بند اگر قبا کے تمام
چاک ہو جائیں، جامۂ اِحرام

داب کر آنکھ، اگر کمر لچکائے
نبضِ اقطاب، ڈوب کر رہ جائے

کافری پر، کبھی جو اڑ جائے
سانس، ایمان کی اُکھڑ جائے

اَور، جو مَسکے، پَھٹی ہُوئی چولی
اَولیاء، کھیلنے لگیں ہولی

اُف، یہ کافر تَجلّیوں کا وُفور
وَقِنا رَبّنا، عَذابَ النُّور!!!

....

غُرفۂ ہفتم

سانس دیکھی ...... تنِ بسمل میں، جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلّاد نے، جاتے جاتے
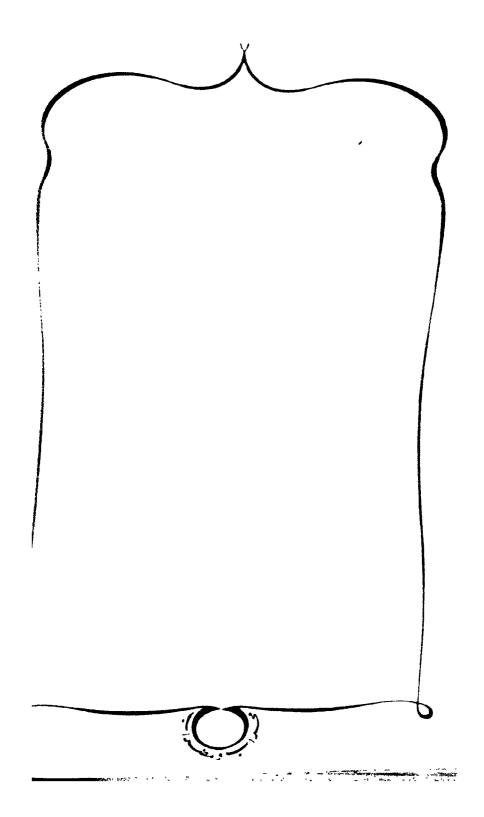
....

پیرانہ سرم۔ عشقِ جوانے بسر افتاد

گَرچہ پیرَم ... توٗ شبے تنگ بآغوشَم گیر
کِہ سَحَر گَہ ..... زِکنارِ تو ... جَواں بَرخیزَم

بالا بلند، عشوہ گرے، سروِ نازِ من
کوتاہ کرد قصۂ "فکرِ"[1] درازِ من

[1] حافظ نے "فکر" کے بجائے "زہد" کہا ہے۔

حملۂ آخر

(۱)

اکیس برس کے بعد...... بارے
پلکوں پہ، دمک رہے ہیں تارے

پھر...... اشکِ رواں سے...... بعدِ مدّت
آنکھوں نے کیا ہے غسلِ صحت

یخ ہیں، پھر ہے شرر فشانی
اُنتیسویں ہے یہ نوحہ خوانی
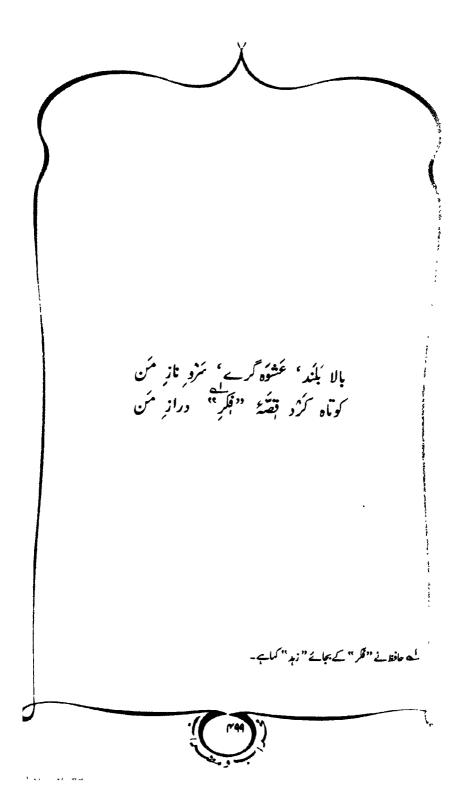
ژولیدہ ہے...... مثلِ ابرو گرداب
تخیّل کا، پھر نظامِ اعصاب

لمحاتِ رَواں میں، پھر ہے اِک دھار
ہر سانس .. بنی ہُوئی ہے تلوار

غلطاں ہے، جگر میں، پھر کٹاری
نیندیں ہلکی ہیں، رات بھاری

پھر آگ ہے، ایک ایک نس میں
جلتے کاغذ کی بو نفس میں

پیری پہ شباب کا ہے دھاوا
شب نم سے، نکل رہا ہے لاوا

سُورج کی ہے، باڑھ پر جوانی
اور سَر پہ برس رہا ہے، پانی

جو .. کال میں، کب سے، تپ رہا تھا
اس دیس میں..... آ گئی ہے بھیا

پھر، وقت..... بنا ہُوا ہے، دُشمن
ہر آن کے ہات میں ہیں..... سوگھن

فرقت میں، نڈھال ہو رہا ہوں
لمحوں کے پہاڑ ڈھو رہا ہوں

پھر...... شام کے لب پہ ہیں کراہیں
پھر...... صبح کو...... ڈس رہی ہیں آہیں

پاپی کوئل ہے، گرمِ "کو،کو"
پلکوں سے، برس رہے ہیں آنسو

انگنائی میں، دھوپ چھاؤں سی ہے
آنکھوں پہ...... رقیق جھلملی ہے

(۲)

کل...... غرقِ مسائلِ گراں تھا
گرمِ تحقیقِ این و آں تھا

میں...... خفتِ عقلِ عاشقاں کا
مدت سے...... مذاق اڑا رہا تھا

منطق کا حصار...... پیش و پس تھا
برہان بدوش...... ہر نفس تھا

طغیانِ بلا پہ مُعترض تھا
آئینِ قضا پہ مُعترض تھا

سَر...... آنچ کی لَے پہ...... دُھن رہا تھا
موتی...... شُعلوں سے، چُن رہا تھا

اولوں میں...... اَلاؤ ڈھل رہا تھا
شَب نَم سے، دُھواں نکل رہا تھا

ہَر قولِ کُہن تھا، حرف دوہا
ایماں کا...... گلا رہا تھا لوہا

اَفلاک کے قُفل، کُھل رہے تھے
پلکوں پہ، نجُوم تُل رہے تھے

نبضِ نسریں پہ اُنگلیاں تھیں
گونگی مہکیں...... فسانہ خواں تھیں

ہَر پھُول، کلام کر رہا تھا
ہَر خار، سَلام کر رہا تھا

دِل میں تھی گھُٹَن، نہ سَر میں گھُمسی
زانو، پَر تھا، نظامِ شمسی

حیراں بتعدّد ملَل تھا
جوئندۂ علّتُ العِلل تھا

گیتی کے سَرِشک، چکھ رَہا تھا
گردوں کا لہُو، پَرَکھ رہا تھا

تطہیرِ قیاس ہو رہی تھی
تہذیبِ حواس ہو رہی تھی

ہَر ذرّہ، اُبھَر، نکھر رہا تھا
قرآنِ شعُور، اُتَر رہا تھا

لرزاں تھی ...... "صفات" کی عماری
زَد پَر تھا..... وُجوُدِ ذاتِ باری

(۳)

اَوْر آج ...... شکستہ حال ہوں مَیں
دیوانۂ خدّ و خال ہوں مَیں

دِل کی ہے..... دَماغ پَر حکومت
ظُلمت کی..... چَراغ پَر حکومت

قصرِ افکار، ڈھا رہا ہوں
یُونان سے، نجد جا رہا ہوں

کس نے مارا ہے، دِل پہ، شبِ خوں
سُقراط.. بَنا ہُوا ہے، مجنوں

مُجھ سے، یہ دَماغ کہہ رہا ہے
حضرت کیُوں چُپ ہیں، بات کیا ہے؟

دِل، کیُوں ہے، لہُولہان، صاحِب
کیسا ہے مزاج، خان صاحِب؟

مَولیٰ. کس سے کہوں یہ دُکھڑا
کس کا.. پیشِ نظر ہے مکھڑا؟

اِک عُمر کے بَعد، پھر، جِگر میں
کس نے.. یہ اُتار دی ہیں، آنکھیں؟

کس نے ...... مجھ کو ...... ڈبو دیا ہے؟
مکھڑا ...... دل میں، چبھو دیا ہے؟

حکمت ...... ششدر کھڑی ہوئی ہے
پتھر میں ...... انی گڑی ہوئی ہے

(۴)

سن لو ...... اے داورانِ عالم
اے خیلِ مفکّرانِ اعظم

شاعر ...... کتنا ہی منطقی ہو
کتنا ہی عظیم فلسفی ہو

سنکے گی، جو بادِ نوبہاراں
پھاڑے گا، ضرور یہ گریباں

جب بھی ...... پروا، چلے گی سن سن
اس کا، پلٹ آئے گا، لڑکپن

برکھا کی سُنے گا، جب نفیری
بن جائے گا دفعتاً بھنیری

جَب حُسن، کَرے گا مِہربانی
دَوڑے گا، یہ جانبِ جوانی

آمادَۂ صد فَساد ہے یہ
ناقابِلِ اِعتماد ہے یہ

پاتا نہیں، جَب، یہ، زُلف کی چھاؤں
بڑھتا ہے تِری طَرف، دَبے پاؤں

لیکن ...... جَب کوئی ماہ پیکَر
رَکھ دِیتی ہے ہات، اس کے دِل پَر

پھر...... توڑ کے، فلسفے سے ناتا
پھرتا ہے یہ ...... سیٹیاں بجاتا

کُنجِ اَفسُوں ...... چمَن ہے اس کا
زُلفِ تُرکاں ...... وطن ہے اس کا

اس پَر، چھاتی نہیں، گرانی
اس کی جاتی نہیں، جوانی

اس کو پچتا نہیں، بڑھاپا
رہتا ہے یہ، عمر بھر، کھلنڈرا

جذبات کا یہ، گماشتہ ہے
حکمت فقط، اس کی داشتہ ہے

شاعر ہے، جمال کا پجاری
اے عقل غلط ہے، اس سے یاری

خود کو... نہ ذلیل و خوار کرنا
شاعر پہ، نہ اعتبار کرنا

شاعر...... کتنا ہی دوربیں ہو
کتنا ہی خموش و خودنشیں ہو

جب حسن کرے گا عشوہ کاری
اُس وقت...... بصد ہزار خواری

تجھ سے.... اے مادرِ گرامی
کر جائے گا، یہ، نمک حرامی

....

ارتدادِ عقل

اَے زمہریرِ عقلِ فراواں ...... یہ کیا ہُوا
شُعلوں کا رقص ہے، سَرِ مژگاں ...... یہ کیا ہُوا

اِک بندۂ شکستہ ...... بپاسِ بارِ ماہ و سال
پھر ...... دشتِ آرزو میں ہے جولاں ...... یہ کیا ہُوا

جس میں، وقارِ قُطب تھا ...... وُہ ذہنِ مُعتکف
گرداں ہے، مثلِ خانہ بدوشاں ...... یہ کیا ہُوا

جس میں بسے ہُوئے تھے، حکیمانِ دیدہ ور
اب، نجد ہے، وُہ خطۂ یُوناں ...... یہ کیا ہُوا

حاکم بنی ہوئی ہے، فلاطونِ عصر کی
اِک نو شعور و نورَس و ناداں ...... یہ کیا ہوا

کاہِ سُبک نہاد کی ضربِ خفیف سے
کوہِ گراں ہے، مضطر و لرزاں ...... یہ کیا ہوا

شُعلوں کی رہ گزر میں، لوؤں کی قطار میں
یخ بستگی، ہوئی ہے، خراماں ...... یہ کیا ہوا

آئی ہے ...... ڈنک اُٹھائے، مری خواب گاہ میں
پھر ...... جاں گدازئ شبِ ہجراں ...... یہ کیا ہوا

اِک کامنی کی لرزشِ مژگاں کی دھار سے
پھر ...... خون دے رہی ہے، رگِ جاں ...... یہ کیا ہوا

(۲)

سَلمائے صُبح جلوہ نوخیز ہو گئی
شاعر کے جھٹپٹے میں، غزل خواں ...... یہ کیا ہوا

رنگینئ حیاتِ خُوش آہنگ کی برات
اُتری ...... بصحنِ شہرِ خموشاں ...... یہ کیا ہوا

خاوَر بَدوش قحط کے ...... تپتے دَیار سے
نکلا جلوسِ موسمِ باراں ...... یہ کیا ہُوا

(۳)

تحقیقِ سال خوردہ و فکرِ تمل سنج
لے آئی پھر ...... جمال پر ایماں ...... یہ کیا ہُوا

جھمکی ...... برُوئے فکرونظر آیتِ بہار
اُترا' اِمام کُفر پہ' قرآں ...... یہ کیا ہُوا

اِس عمرِ نکتہ سنج میں ...... اور ارتکابِ عشق!!
اَے کردگارِ عالمِ امکاں ...... یہ کیا ہُوا

(۴)

اِک میری چشمِ نم ہی نہیں ہے' ستارہ بار
وُہ انکھڑیاں بھی ہیں' گہر افشاں ...... یہ کیا ہُوا

اِک عشق ہی نہیں ہے' شراروں کے درمیاں
خُود حُسن بھی ہے' شعلہ بداماں ...... یہ کیا ہُوا

میری ہی جیب میں نہیں، تنہا دریدگی
وہ بھی کھڑی ہے، چاک گریباں ...... یہ کیا ہُوا

برعکسِ عُمر ہائے زلیخا و ماہِ مصر
میری طلب میں ہے، وہ پریشاں ...... یہ کیا ہُوا

بُلبُل کے اشتیاق میں، پُرزے ہے جیبِ گُل
حیران ہے مُورّخِ بُستاں ...... یہ کیا ہُوا

....

طلوعِ غروب

قریب وقت ہے ...... دارِ فنا سے جانے کا
ارے ...... یہ کون سا موقع تھا، دل لگانے کا

بجھی بجھی سی فضا ہے، اداس اداس سی شام
یہ کون وقت ہے، غنچوں کے مسکرانے کا

بیاضِ عمر میں، صرف ایک صفحہ، باقی ہے
الٹ رہی ہے تمنا، ورق زمانے کا

جمی ہوئی تھیں، جو، پچھلے پہر کے تاروں پر
کسے گماں تھا ...... ان آنکھوں کے ڈبڈبانے کا
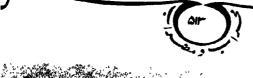
نگاہِ برق میں، جب آشیانہ ہے، ..... اُس وقت
ہُوا ہے ..... اَز سرِ نَو ..... شوق آب دانے کا

ارے ..... مژہ پہ ..... یہ کیسے دَمک رہے ہیں شرار
یہ وقت تو ہے ستاروں کے ڈُوب جانے کا

فُغاں، کہ عُمر کی اِس، پُختگی کی منزل میں
ارادہ ہم نے کِیا ہے، فریب کھانے کا

اُٹھا رہا ہُوں سُبُو ..... جشنِ شب منانے کو
چراغ کانپ رہا ہے، شراب خانے کا

رواں دواں ہیں ستارے، سُنک رہی ہے نسیم
محل، یہ کون سا ہے ..... شمعِ نَو جلانے کا

وُہ کہہ رہی ہے "مجھے نیند، اب نہیں آتی"
قصُور، مجھ سے ہُوا ہے، اُسے جگانے کا

گُناہ کاش نہ کرتا، مِرا مذاقِ سُخن
کسی کی تازہ جوانی کو، رس پہ لانے کا

جو، یہ سمجھتا، وہ آتش قبول ہے اتنی
ارادہ کرتا نہ، اُس سے نظر ہلانے کا

نہ یوں، چمن میں چہکتا..... جو یہ خبر ہوتی
کہ شاخِ گل میں ہے میلان ٹوٹ جانے کا

کہانیاں ہیں، سرِدوش، سیکڑوں، اے جوشؔ
اب ... اُن پہ بار نہ ڈال، اِک نئے فسانے کا

کَون ؟

مَوجِ دَریا پہ، چھا رَہا ہے یہ کَون
سیج پر، رَسمَسا رَہا ہے یہ کَون

صُبح...... پَنگھَٹ پہ ہو رہی ہے طُلوع
رُخ سے، کاکُل ہَٹا رَہا ہے یہ کَون

اَدھ کُھلی اَنکھڑیوں کو، مَل مَل کر
جوئے مُل میں نَہا رہا ہے یہ کَون

بوجَھل اَنفاس کے تلاطُم سے
بے صَدا جھَنجھَنا رہا ہے یہ کَون

آنچ، گویا، ہَوا میں زِیروزَبَر
نیند میں، سَنسَنا رہا ہے یہ کَون

سَطحِ دَریا پَہ چاندنی جَیسے
چَونک کر، مُسکرا رہا ہے یہ کَون

کَرَوٹوں کے گِرائے، تکیوں کو
کَسمَسا کر، اُٹھا رہا ہے یہ کَون

روئے ناشُستَہ کے دُھندَلکے میں
رَس کی بوُندیں گرا رہا ہے یہ کَون

ایک انگڑائی سے...... دوُ عالَم کو
راگنی میں جُھلا رہا ہے یہ کَون

نیند کی رَو میں...... شَمع کے مانند
صُبح کو، جھلملا رہا ہے یہ کَون

شَرم سے...... چمپئی کلائی میں
سَبز چوڑی گُھما رہا ہے یہ کَون

زیرِ صُبحِ بہار کی زنجیر
زنگِ رُخ سے، ہلا رہا ہے یہ کون

انکھڑیاں .... جلد جلد جھپکا کر
سُرخ ڈورے، بجا رہا ہے یہ کون

کردِ گارا..... مرے دَرِ دل کو
صُبح دَم..... کھٹکھٹا رہا ہے یہ کون

تیغِ دوشیزگی کے پانی سے
آگ، دل میں لگا رہا ہے یہ کون

ثبتہ کر کے، بیچ کی اُنگلی
بند مُٹھی بُجھا رہا ہے یہ کون

زیرِ دنداں، دبا کے، سُرخ انگشت
عُمر اپنی بتا رہا ہے یہ کون

جو، بہت دُور جا چُکا تھا..... اُسے
پاس اپنے بُلا رہا ہے یہ کون

عہدِ شیب و شباب کے مابین
فاصلوں کو، مٹا رہا ہے یہ کون

گُل پڑا ہے جو، اِیک مُدّت سے
اُس دیئے کو، جلا رہا ہے یہ کون

سو چُکی ہے جو، اِک زمانے سے
اُس خلش کو، جگا رہا ہے یہ کون

میری صحّت سے، بد مزا ہو کر
روگ، دِل کو، لگا رہا ہے یہ کون

اِیک مُدّت سے، جو مُتفکّر ہے
اُس کو، مُضطرب بنا رہا ہے یہ کون

مُجھ سے مغرور و بد دماغ کا، سر
اَپنے در پر، جُھکا رہا ہے یہ کون

کوری آنکھوں کے، تازہ اَشکوں سے
اِک نیا گُل کھلا رہا ہے یہ کون

سوزِ پنہاں میں ... ڈھال کر مُکھڑا
سازِ میرے، ہلا رہا ہے یہ کون

عقل کے قصرِ بے نیازی پر
ناز کے گھَن چلا رہا ہے یہ کون

میری دانش وری کے لوہے کو
تابِ رُخ سے، گلا رہا ہے یہ کون

مجھ میں ..... اِک گونہ بے رُخی پا کر
خودکشی سے ڈرا رہا ہے یہ کون

جوشؔ، میرے کھنڈر کو ..... از سرِ نو
راج دھانی بنا رہا ہے یہ کون

....

التجا

اَب، سَر پہ، کڑی دھوپ ہیں، زُلفوں کے بھی سائے
اللہ، کسی شخص کو، یہ دِن نہ دِکھائے

اَب، نالۂ جاں کاہ کی طاقت نہیں دِل میں
مُطرِب سے، یہ کہہ دو، کہ پکھاوَج نہ بجائے

اَب، کوئی، جھمکتی ہوئی، دوشیزۂ نَورَس
لِلّٰہ.... مرے گھور اَندھیرے میں، نہ آئے

کہہ دو کہ کوئی دُخترکِ خام و گُل اَندام
شانوں پہ، محبّت کی اَمانت نہ اُٹھائے

جس دیس میں ہے، زلزلۂ و سیل کی آمد
اُس دیس میں ...... کہہ دو ...... کوئی منڈوانہ چھوائے

شعلوں کا تلاطم ہے، سرِ کوئے محبت
کہہ دو، کسی الّھڑ سے کہ آنچل کو بچائے

اِک آن میں، پیمانۂ چھلکنے پہ ہے میرا
اَب کوئی، لبوں سے، مجھے، صہبا نہ پلائے

اس چرخ پر، اب کوئی نہ دمکائے ستارے
اس جام پر، اب کوئی گلابی نہ جھکائے

اَب، روح میں، آمادگیٔ خوابِ گراں ہے
اَب، میرے نگر میں، کوئی آواز نہ آئے

جاتی ہوئی دُنیا ہوں ...... چراغِ سحری ہوں
اَب کوئی، مرے طاق میں دیپک نہ جلائے

شیشے سے بھی نازک ہے دل، اُس جانِ وفا کا
اے جوشؔ، یہ دھڑکا ہے، کہیں ٹوٹ نہ جائے

....

پرچھائیں کی بیت

بالیں پہ، نیا فتنہ، اُٹھایا ہے یہ کس نے
خوابیدہ تمنّا کو، جگایا ہے یہ کس نے

جب، نبضِ حیاتِ گزراں، ڈوب رہی ہے
اُس وقت، اشارے سے بُلایا ہے یہ کس نے

بھڑنے پہ ہیں، جس وقت، ان آنکھوں کے دریچے
گھونگٹ کا سرا، مُنھ سے ہٹایا ہے یہ کس نے

اس بارگہِ شب نم و گنجینۂ یخ کو
شعلوں کی گزرگاہ بنایا ہے یہ کس نے

جو، بزمِ جہاں میں ہے، بس اِک رات کا مہمان
دل، ایسے مُسافر سے لگایا ہے یہ کس نے

جاری ہے، رگِ عقلِ مُدبّر سے، لہُو ...... جوشؔ
اس دل پہ ...... ارے تیر چلایا ہے یہ کس نے

....

شادیٔ مرگ

راہِ نامعلوم سے، اِک اجنبی، کل آئے گا
اور تجھے، اے جان، مجھ سے چھین کر لے جائے گا

جب، نئی انگنائی میں، پازیب جھنکائے گی تو،
ہائے کیا کیا، اپنے سناٹے پہ رونا آئے گا

جب، ترے چہرے پہ، رنگِ اجنبیت پاؤں گا
تیرا دورِ التفات، آنکھوں تلے پھر جائے گا

رس کی بوندیں، تجھ پہ، ٹپکائے گا جب ابرِ حیات
اس جبیں پر، موت کا ٹھنڈا پسینہ آئے گا

جب کسی، نا آشنا گوشے میں، چھپ جائے گی تو
میری تنہا زندگی کا دل بہت گھبرائے گا

جب، نسیمِ صُبحِ نو تجھ کو جگانے آئے گی
تیرا دُکھیا جوشؔ، اندھی قبر میں سو جائے گا

اَندھیر

زرا، جو ناز سے، دامَن ہلا دیا تو نے
مرا چراغِ تحمّل بُجھا دیا تو نے

جو اِعتماد تھا، فکرِ بلند پر، مجھ کو
اُس اِعتماد کو، نیچا دِکھا دیا تو نے

زبان پھیر کے ..... لعلِ نگار و شیریں پر
گلوئے عقل پہ، خنجر چلا دیا تو نے

دلِ شگفتہ و شاداں میں، دھڑکنیں بھر کر
مرے دماغ کے قلعے کو ڈھا دیا تو نے

وُہ ساز ... بھُول چُکا تھا جو، لرزش و آواز
بَس اِیک پَل میں اُسے، جھنجھنا دِیا تُو نے

نِگاہِ مہر کی ... ہلکی سی آنچ پَر، رکھ کر
مِرے جمُود کا لوہا گلا دِیا تُو نے

جو رِندِ مَست، خُدا سے بھی ناز کرتا تھا
دَرِ نیاز پَر، اُس کو جُھکا دِیا تُو نے

یہ دیکھ کر ..... کہ مُجھے ذَوقِ حُسنِ مُطلَق ہے
سِرا دُلائی کا ..... مُنھ سے، ہٹا دِیا تُو نے

وُہ، کَون سی، مِری دِیوارِ قلعَہ تھی، کمزور
نِگاہِ ناز سے، جِس کو، گرا دِیا تُو نے

وُہ، مُجھ میں، کَون سی کَل تھی، ارے فَسادِ قبُول
اَدائے خاص سے، جِس کو چَلا دِیا تُو نے

مُحیطِ فکر میں ڈُوبی ہُوئی ...... خموشی کو
دَفِ جمال پہ ...... ظالم ...... بجا دِیا تُو نے

شُعاع ڈال کر..... اپنے طلوعِ رنگیں کی
مِرے غرُوب کو دوُلھا بنا دیا توُ نے

جنھیں بکاوشِ بسیار، گُل نکالا تھا
پھر اُن مبتوں کو، حَرَم میں بسا دیا توُ نے

ارے وُہ جوشؔ..... جو، شاعر سے بن چُکا تھا حکیم
پھر اُس حکیم کو، شاعر بنا دیا توُ نے

. ...

خُودشکن مشورہ

(۱)

ہائے ..... اب تو' یہ حال میرا ہے
جُز ترے' دین ہے' نہ دُنیا ہے

تیرے مکھڑے کی روشنی کے بغیر
زندگی ...... ایک گھُپ اندھیرا ہے

میری مغرور عقل کو ..... تو نے
اپنی باندی بنا کے چھوڑا ہے

ایک اک بوند پر ہے' مُہر تری
مَیں نے' اپنے لہُو کو جانچا ہے

ہائے ... زُلفوں کی نکہتِ شیریں
میں نے، موجِ صبا کو چکھا ہے

تیرے منھ سے... نقاب اُٹھائے ہُوئے
بارہا بوئے گُل کو دیکھا ہے

اب کبھی، دل نہیں لگاؤں گا
میرا یہ عہد، توڑ ڈالا ہے

(۲)

پوچھوں اِک بات؟ اگر اجازت ہو
یہ شکایت نہیں... تقاضیٰ ہے

اِک مہینے سے، خط نہیں لکھا
میری دیوی..... یہ ماجرا کیا ہے؟

کس نے، تجھ پر، بٹھائے ہیں پہرے؟
کس نے، تیرے قلم کو روکا ہے؟

کیا، محبت کا..... جانِ من..... بھانڈا
تیری ہمجولیوں نے پھوڑا ہے؟

ہائے، کیا .... گھر میں، بات پھوٹ گئی؟
ورنہ، کیوں ..... یہ سکوت چھایا ہے

سُن کہ اس نکتہ سنج دُنیا میں
مشک چھپتی، نہ عشق چھپتا ہے

ولولے، سر پہ چڑھ کے بولتے ہیں
یہی . دل کی لگی میں ہوتا ہے

جب، چٹکتی ہے، آرزو کی کلی
اِک نیا گل ... ضرور کھلتا ہے

جب، جھپکتی ہیں، بار بار آنکھیں
بھید ...... آنکھوں میں بول اُٹھتا ہے

بھانپ لیتے ہیں لوگ، جب سر پر
پل بھر، آنچل نہیں ٹھہرتا ہے

تلخیٔ غم ...... چھپی نہیں رہتی
رنگ چہرے کا ...... جب بھی کٹتا ہے

فاش ہوتا ہے، رازِ سوزِ نہاں
جب ۔ مژہ سے ۔ دھواں نکلتا ہے

گھاؤ دل کا، چھپا نہیں رہتا
خون لہجے سے، جب ٹپکتا ہے

تاڑ جاتے ہیں، تاڑنے والے
جب، تبسم میں، دل دھڑکتا ہے

(۳)

اُف ۔ مرے تن بدن میں آگ ہے، آگ
تیرا پنڈا ..... ضرور پھکا ہے

سانس بھی ..... مجھ سے، لی نہیں جاتی
ہو نہ ہو ..... دم ترا، گھٹا سا ہے

دور پہنچے ..... کہیں، نہ رسوائی
مجھ کو ..... یہ خوف کھائے جاتا ہے

(۴)

بھاگ سکتا نہیں، کوئی انسان
اے مری دل رُبا...... یہ دُنیا ہے

یاں...... رواجِ عوام کے دَر پَر
سَرِ خاصانِ حق بھی جُھکتا ہے

اس زمیں پَر..... رُسُوم کا خنجر
ہَر گلے پَر..... ہمیشہ چلتا ہے

یہ..... کسی پَر، تَرس نہیں کھاتی
میں نے، دُنیا کو خوب دیکھا ہے

حکمِ فردا سے، تو نہیں آگاہ
مجھ کو معلوم ہے، جو ہونا ہے

تو "اکہری" رہے گی، ساری عُمر؟
یہ، تری کم سِنی کا دھوکا ہے

اپنا تابوت، اور ترا ڈولا
میں نے، دُھندلی فضا میں، دیکھا ہے

اَے' مِری شاعری کی دیوانی
کیا' مری شاعری میں رکھّا ہے

دیکھ .... آندھی' اسے نہ بننے دے
یہ جو' اِک ابتدائی جھونکا ہے

بھول جا' مُجھ کو .... ابتدا ہے ہنوز
پھیر لے مُنھ .. ابھی سویرا ہے

تو رہے' اَور ترا جمال و شباب
مَیں' جیوں .... یا مَروں' مرا کیا ہے

... . ..

فریاد

کافر شمیمِ زُلف مُشکھا دی، یہ کیا کیا
پھر، دِل میں، طُرفہ دھوم مچا دی، یہ کیا کیا

نظروں سے، پور پور میں، دوڑا دیا لہُو
پھر، اُس لہُو میں، آگ لگا دی، یہ کیا کیا

مَیں، جا چُکا تھا دُور . . . بہُت دُور، دشت میں
تو، نے، مُراجعت کی صدا دی، یہ کیا کیا

آہوں کا، جو نگر ہے، کراہوں کا جو وطن
اُس ہَول ناک بَن سے، ندا دی، یہ کیا کیا

یخ بستگی کی راہ میں، شب نم کے صحن میں
شعلوں کی، اِک قطار لگا دی، یہ کیا کیا

مجھ، عشق مجتنب کو، دیا دَرسِ آرزو
اللہ..... محتسب کو، پلا دی، یہ کیا کیا

آسودگیٔ دل کی کلائی مروڑ کر
آشفتگی کی راہ دکھا دی، یہ کیا کیا

دل کو جگا چکا تھا جو، شب زندہ دار ذہن
اُس کو...... ردائے خواب اُڑھا دی، یہ کیا کیا

رہتی تھی جو، حریم تفکّر میں، سجدہ ریز
اُس عقل کی نماز چھڑا دی، یہ کیا کیا

حکمت کی چاندنی کے، تر و تازہ کھیت میں
سوزِ جنوں کی دھوپ اُگا دی، یہ کیا کیا

آنکھوں کے حق میں، زہر ہے اب، روشنی جہاں
اُس تخلیے میں، شمع جلا دی، یہ کیا کیا

جو تیغِ حُسنِ قلعہ شکن کی نیام تھی
چٹکی سے ...... وہ نقاب اُٹھا دی' یہ کیا کیا

محرابِ زندگی میں ...... یک حرفِ اختلاط
راگوں کی اِک کمان بنا دی' یہ کیا کیا

لب ہائے جوش و موجِ تبسّم کے درمیاں
دیوارِ اضطراب اُٹھا دی' یہ کیا کیا

....

بربادیِ حسن

اُف ...... لبوں پر ہے، مری جان، خُدا خیر کرے
حُسن ہے، چاک گریبان ...... خُدا خیر کرے

ہائے، اُس دل پہ، جو شیشے سے بھی نازک تر ہے
اُف یہ پتھراؤ کا طوفان، خُدا خیر کرے

بہجومِ غمِ جاں کاہ و بافراطِ نیاز
خیمۂ ناز ہے سُنسان ...... خُدا خیر کرے

یہ، مہکتی ہوئی، نوخیز، جوانی اُس کی
یہ، دہکتے ہوئے ارمان ...... خُدا خیر کرے

یہ نکلتی ہوئی، پُر شعلہ مسامات سے، بھاپ
جس طرح آگ پہ لوبان . خدا خیر کرے

عارضوں پر، دلِ سوزاں کے دھڑکنے کی چبھن
چاندنی دھوپ سے ہلکان خدا خیر کرے

میرے، دُکھتے ہوئے شانوں کی ہوا داری میں
زُلفِ مشکیں ہے، پریشان خدا خیر کرے

اُس گدا پر کہ ہے، بے کاسۂ و بے حرفِ سوال
بر سرِ لُطف ہے، سُلطان خدا خیر کرے

"میرے ہی گھر میں ٹھہرنا . جو مرے شہر آنا"
میرے حق میں ہے یہ فرمان .. خدا خیر کرے

کھل رہی ہیں، مری دیوی کی گھنیری زُلفیں
اُڑ رہے ہیں، مرے اوسان ..... خدا خیر کرے

دشتِ افکار نے، تعمیر کیا تھا، جس کو
متزلزل ہے، وہ ایوان ...... خدا خیر کرے

عَقلِ بیدار کی، آفاق نگر، آنکھوں میں
خوابِ نوشیں کا ہے مَیلان ...... خُدا خیر کرے

کعبۂ کُفر کا دَر، توڑ رہی ہے یہ صدا
"اَب بھی ہو گا نہ مُسلمان؟" ...... خُدا خیر کرے

"شور برپا ہے کہ، اس رحمتِ بے پایاں پر"
"اَب بھی، لائے گا نہ ایمان؟" ...... خُدا خیر کرے

مُجھ کو، اَیوانِ تفکّر سے، اُٹھا دینے کا،
اُن نگاہوں میں ہے اعلان ...... خُدا خیر کرے

گھور کر، اب تو، مُجھے دیکھ رہے ہیں، وُہ بھی
جن سے، کچُھ جان، نہ پہچان ...... خُدا خیر کرے

طعنۂ اہلِ جہاں کا بھی ہے، ظنِّ غالب
خُودکُشی کا بھی ہے امکان ...... خُدا خیر کرے

حُسن، آیا ہے، رفاقت کی قسم کھانے کو،
سَر پہ رکھّے ہُوئے قرآن ...... خُدا خیر کرے

اَنکھڑیوں سے ہیں، چھلکنے ہی پہ آنسو، اے جوش
سر پہ ہے، نوح کا طوفان ...... خدا خیر کرے

....

کج دار و مریز!

آیا ہُوں پھر، نجات کا ساماں کیے ہُوئے
عزمِ طوافِ کوچۂ جاناں کیے ہُوئے

عشقِ جمال بیں کے ترانوں کی گونج میں
عقلِ جہاں نگر کو پشیماں کیے ہُوئے

شمعِ فروغِ روئے نگاریں کی آب پر
حکمت کے آفتاب کو قرباں کیے ہُوئے

با ایں ہمہ تفاخرِ آزادئ خیال
دل کو، اسیرِ گیسوئے پیچاں کیے ہُوئے

رُکتی ہے، جس کے نام سے، رُوحُ الامیں کی، سانس
اُس کعبۂ خیال کو، ویراں کیے ہُوئے

ہیم کشودِ راز کی آندھی کے سامنے
شمعِ حیات کو، تۂِ داماں کیے ہُوئے

لفظوں کو...... احتیاط کے سانچے میں، ڈھال کر
لہجے سے...... تمکنت کو، نمایاں کیے ہُوئے

سی کر...... رفوگرانِ سُبک دشت کی طرح
پوشیدہ...... چاکِ جیب و گریباں کیے ہُوئے

دامانِ رنگِ رُخ میں بھرے، خشت و خار و خس
دل کو، گُل و بنفشۂ و ریحاں کیے ہُوئے

ظاہر ہو، خطّ و خال سے، تا، احترامِ شرع
چہرے کو، رہنِ سُنّت و قرآں کیے ہُوئے

خوفِ نگاہ سنجیٔ دربانِ زشت سے،
نظروں کو، زیرِ سایۂ مژگاں کیے ہُوئے

حاضر ہُوا ہوں، جوشؔ، دیارِ حبیب میں
لب کو سیے، نفس کو غزل خواں کیے ہُوئے
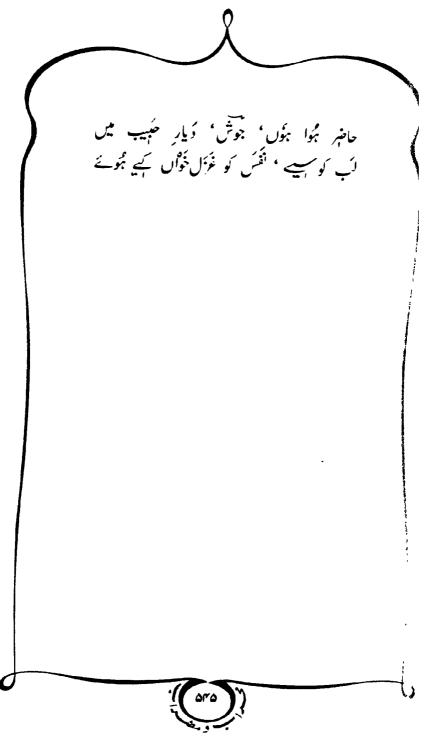
ہائے کیا کروں؟

کیوں کر چھپاؤں سوزشِ جاں ...... ہائے کیا کروں
آنکھوں سے اُٹھ رہا ہے دُھواں ...... ہائے کیا کروں

بَرما رہی ہے، دِل کو، نگاہِ کرشمہ ساز
دَر آئی ہے، جِگر میں سِناں، ہائے کیا کروں

کل، جن کی رَوشنی میں، سَفر کر رہی تھی عَقل
اب، گُل ہیں، وُہ زمان و مکاں ...... ہائے کیا کروں

مَشقِ تصوّرِ خمِ اَبروئے دِل نشیں
کَڑکا رہی ہے، سَر پہ کماں ...... ہائے کیا کروں

اِس رِشتۂ نفَس پہ، کہ نازُک ہے مثلِ کاہ
کوُہسار ہیں رَواں و دَواں ...... ہائے کیّا کرُوں

یہ ...... عَربدوں کی، ہوش رُبا، سُنگ باریاں
یہ ...... کار گاہِ شیشہ گراں، ہائے کیّا کرُوں

گُل کی شمیمِ تازہ میں، غلطاں ہے نوکِ خار
شَب نَم ہے، دِل پر شُعلہ فشاں ...... ہائے کیّا کرُوں

آئی ہے، موڑنے کو ...... دِلِ طِفل خُو کی سَمت
میرے دَماغ کی وُہ عِناں ...... ہائے کیّا کرُوں

جَب اُس سے بھاگتا ہُوں ...... تو ...... آتی ہے یہ صَدا
جائے گا، مجُھ سے بچ کے کہاں ...... ہائے کیّا کرُوں

بےشک ...... اَدَب کے حَق میں، یہ سَودا ہے سُودمَند
جی کا، مگر ہے اِس میں زِیاں، ہائے کیّا کرُوں

شہرِ فُغاں میں ...... حِکمتِ گوہَر فروش نے
کھولی ہے ...... آنسوؤں کی دُکاں ...... ہائے کیّا کرُوں

خلوَت سرائے عقل میں، بَرپا ہے شورِ عشق
کاشی میں ہو رہی ہے اُذاں ...... ہائے کیا کروں

پوشیدَہ رَہ سکے گی نَہ اَب داستانِ دِل
نظروں کو، مِل چکی ہے، زَباں، ہائے کیا کروں

بازارِ اضطِراب میں، پھر آ گئی ہے..... جوش
تمکین کی مَتاعِ گراں، ہائے کیا کروں

....

حافظۂ بر دوش نسیان

بربط نہ اُٹھا، کیفِ غنا ۔ بھول چُکا ہوں
ہر جشن کو، اے زُہرہ نوا ۔ بھول چُکا ہوں

اب، حُسن کو تکلیف نہ دے، ناز و ادا کی
مَیں، عشق کو، اے جانِ وفا.. بھول چُکا ہوں

دَر پر ترے آ کر، نہ صَدا دُوں گا کہ اب مَیں
رسمِ طَلَبِ و طرزِ دُعا.... بھول چُکا ہوں

اب کھینچ نہ مجھ کو سوئے ہیجانِ تمنّا
مَیں، کشمکشِ بیم و رجا...... بھول چُکا ہوں

رہتے ہیں، دِنوں کو بھی، جو راتوں میں لپیٹے
وہ پیچ و خمِ زُلفِ دُوتا ..... بھول چکا ہوں

لاتی تھی جو، ہر آن، مرے سَر پہ بلائیں
وہ رَوشنئ طَبعِ رَسا.... بھول چکا ہوں

نظروں میں ہیں اَب، سینۂ انساں کے بخارات
بَرکھا کی دُھواں دھار گھٹا . بھول چکا ہوں

رہتا ہے جہاں عشق، رَمائے ہُوئے دھُونی
اُس راہ کو، اے ماہ لِقا . بھول چکا ہوں

اَشکوں کے جہاں دیپ ہیں، آہوں کے جہاں ساز
اُس شہر کی، مَیں آب و ہَوا ..... بھول چکا ہوں

تلووں میں حسینوں کے، دِکھاتا تھا جو گُل زار
مُدّت ہُوئی، وہ رَنگِ حِنا بھول چکا ہوں

اب، تاب و تبِ شَفقۂ حکمت پہ نظر ہے
گُل رَنگئ نقشِ کفِ پا .. بھول چکا ہوں

تلخابۂ افکار سے، یوں ربط بڑھا ہے
شہدِ لبِ خوباں کا مزا، بھول چکا ہوں

تعمیلِ فرامینِ بتاں کیا ہو کہ اب میں
پابندیٔ احکامِ خدا بھول چکا ہوں

پیوست ہیں یوں، عقدۂ اسرار میں ناخن
کلیوں کے چٹکنے کی ادا بھول چکا ہوں

مجھ کو نہ بلا، جانبِ جولاں گہِ مستاں
وارفتگیٔ لغزشِ پا...... بھول چکا ہوں

اب، محوِ صریرِ قلم، اتنا ہوں کہ اے جاں
پائل کے جھنکنے کی صدا...... بھول چکا ہوں

اِک نقش ہے تیرا، کہ مٹائے نہیں مٹتا
ہر چند کہ سب کچھ، بخدا...... بھول چکا ہوں

....

خشک آنسو

کل، وقتِ سفر، عجب سماں تھا
اُس کا مُکھڑا دُھواں دُھواں تھا

رنگِ رُخ میں، پریدگی تھی
کورے پنڈے میں کپکپی تھی

لوگوں سے، بچا رہی تھی آنکھیں
چھپ چھپ کے اُٹھا رہی تھی آنکھیں

اس ڈر سے کہ بات کھُل نہ جائے
مبہوت کھڑی تھی، سر جھکائے

ضَبطِ فریاد سے، مُسلسل
بَرپا تھی، گلے میں، اِیک ہلچل

چھاتی، غم سے، اُبل رہی تھی
شِیوَن کی صَدا نِکل رہی تھی

آنکھوں میں، وِداع کا تلاطُم
ہونٹوں پہ، کراہتا تبسُّم

سِسکی کو دبائے مُسکراہٹ
فریاد و فُغاں کی، لَب پر آہٹ

مُکھڑے کی سَحَر پہ، جُھٹپُٹا پَن
سونے کے وَرَق پہ، مَلگَجا پَن

کانٹوں پہ رَواں، بَصَد گرانی
پھولوں سے لدی ہُوئی جوانی

تمکیں میں، تپیدگی کے پہلو
پَلکوں کے سِروں پہ، خُشک آنسو

اَللہ، وہ اَنکھڑیوں کا عالَم
ڈوروں میں بَپا، خَموش ماتَم

چُہلیں بھُوکی، اَدائیں پیاسی
خال و خَد پر، گھَنی اُداسی

جھونکوں سے، بَرَس رہے تھے پتّھر
تِتلی کے پَروں کی دھاریوں پَر

عِشووں کی زَبان پَر دُہائی
رُخسار کی چاندنی دُھنوائی

ماتھے پَہ، لَٹوں کی بے قَراری
بِکھری زُلفوں میں، سوگ واری

رُوئے تاباں پَہ، حُزْن طاری
قَندِیل کی لَو پَہ، بَرْف باری

صَرصَر کا خَروش، گُلستاں میں
اَخگَر، دامانِ پَرنیاں میں

جلتی ہوئی...... ناز کی دکانیں
ٹوٹی ہوئی رنگ کی کمانیں

اللہ، یہ دردِ بے نوائی
بے قصد، مڑی ہوئی کلائی

زلفوں کی مہک...... بجھی بجھی سی
پائل کی جھنک، رندھی رندھی سی

موتی...... اشکوں میں، ڈھل رہے تھے
شبِ نم سے، شرر نکل رہے تھے

آرا...... صندل پہ چل رہا تھا
سوئن میں، الاؤ جل رہا تھا

نظروں سے، نکل رہی تھیں، آہیں
پلکوں کی جھپک میں تھیں کراہیں

ہے ہے، یہ حسن کی تباہی
پھر بھی، میں زندہ ہوں، الٰہی!!

....
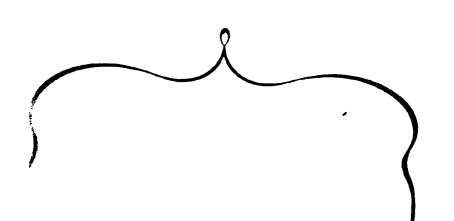
فَرار و فشار

مُنھ اَندِھیرے، کلی، جو گدرائی
سَب سے پہلے، اُسی کی یاد آئی

لہجہ اُس کا، جو کان میں چٹکا
راگ دِیوی نے، زُلف چھٹکائی

کوُک اُٹھّی، خَیال میں، کوئل
گوُنج اُٹھّی، فضا پہ، شہنائی

رُوئے تابندہ کے تَصوّر نے
گھُپ اَندِھیرے میں، شمع جھمکائی

دوشِ تخئیل پر، دُھندلکے میں
زُلفِ قدسی فریب، لہرائی

سَر جُھکا کر، جو سانس لی گہری
اُس کے انفاس کی مہک آئی

پھر، وہ پہلو میں آ گئی گویا
ہٹ گیا اضطرابِ تنہائی

خون کے ایک ایک قطرے کو
مل گئی، قلزموں کی گہرائی

گوشۂ دل میں، ہو گئی محصوُر
آسمان و زمیں کی پہنائی

صُبح کے، ڈوبتے ستاروں نے
رَنگ برسائے، بھیرویں گائی

(۲)

اُسی عالم میں، دفعتاً، اے جوش
عقل کی، ہائے یہ صدا آئی

تج دیا مجھ کو، اے وفا دشمن
اور تجھے، شرم بھی نہیں آئی

یہ ترے تجربے، یہ نادانی
یہ ترا سن، یہ ناشکیبائی

جادۂ انتہا پر، اے نادان
ابتدا کی، یہ گام فرسائی

دم آخر.... یہ آرزو مندی
صبح دم، اور یہ شب آرائی

تو...... خراب و شکستہ و مجروح
وہ.. شراب و جمال و برنائی

دیکھ، اس دورِ پختگی میں، نہ بن
خام و آشفتہ کار و سودائی

آفریدی پٹھان بنتا ہے
اور یہ ذلت جبیں سائی

نہ کہیں، پاش پاش ہو جائے
یہ، جو تجھ کو ہے زُعمِ دانائی

نہ بنا لے کہیں غلام تجھے
اُس فسوں کار کی زلیخائی

ثبت ہو کر، کہیں نہ رہ جائے
لوحِ عالم پہ، تیری رُسوائی

اس صدا نے، ہلا دیا مجھ کو
اور میں نے یہ پھر قسم کھائی

کہ اُسے، یک قلم، بھلا دوں گا
زُہنا شاہد..... وقارِ دانائی!

(۳)

یہ قسم کھائی تھی، کہ وہ الھڑ
میرے دل کے نگر میں، در آئی

اور، قسم کا یہ ہو گیا عالم
میٹھ سے، چھٹ جائے، جس طرح کائی

یا، شعاعِ قوی کی بُرّش سے
جیسے کٹ جائے تارِ بینائی

جیسے جل جائے، برق سے، خرمن
ٹوٹ جائے، جھجک سے انگڑائی

لرزشِ بے پناہِ مژگاں سے
اُس نے، میری قسم، دھنکوائی

اُف وہ آنکھیں، لٹوں کے سائے میں
بن میں، گویا، غزالِ صحرائی

یوں، جوانی کی، عارضوں پہ نمی
جیسے، شب نم کی، گل پہ، رعنائی

وہ خم و چم، وہ آب جوئے خرام
جیسے، آڑی جھڑی میں، پروائی

میچ کر آنکھ...... کور جب کھُلی
ابروؤں پر، دھنک اُتر آئی

اُس کے مُکھڑے کی خُسرَوی کے حضُور
چل سکی، عقل کی نہ دارائی

(۴)

حُسنِ کافر کے ان کرشموں سے
آنچ سی، رونگٹوں میں لہرائی

عقل چلّائی ...... بھاگ اے مورکھ
حُسن ہے، دُشمنِ شکیبائی

اس سے، جو بھی گھُلا مِلا، اُس کو
وقت سے پیش تر ہی موت آئی

سُن کے یہ عقل کی صدا میں نے
جی کڑا کر کے، سانس ٹھہرائی

پر، ہُوا جب، فرار پر طیّار
لبِ گُل رنگ پر، ہنسی آئی

تیر کی طرح، بھاگنے جو اُٹھا
اُس نظر نے، کمان کڑکائی

مُنھ پہ، چھڑکا، جو عقل نے پانی
اور مُکھڑے نے، آگ بھڑکائی

ہوش آنے لگا، جو کچھ مجھ کو
انکھڑیوں نے، شراب چھلکائی

مَیں، جو لپکا، شگفتگی کی طرف
اُس کے رُخ پر، فسُردگی چھائی

جب بجھانے اُٹھا، چراغِ طلب
اُس کے مکھڑے کی جوت، سنولائی

فکر اُٹھی جب مجادلے کے لیے
عربدوں کی، وہ فوج، لے آئی

شوق کا دم، جو ٹوٹتے دیکھا
اُس نے، باتوں سے کی مسیحائی

آئی، سر پر مرے، جو فکر کی دھوپ
چاندنی، عارضوں سے چھٹکائی

حلقۂ چاکری سے، جب بھاگا
اُس نے پھینکی کمندِ آقائی

جیسے، اُڑنے کو، میں نے پَر تولے
توڑ دی، مجھ پر، اُس نے انگڑائی

مجھ پہ، ہونے لگی جو صُبح طلوع
اُس نے آنکھوں سے، رات برسائی

مَیں نے چاہا کہ پھیر لوں نظریں
اُس نے، مُنھ سے، نقاب سرکائی

میرے لہجے میں، پائی جب خشکی
آنکھ، دوشیزگی کی بھر آئی

مجھ پہ طاری ہوئی جو خاموشی
اُس نے، پائل، تڑپ کے جھنکائی

مَیں، جو زنجیر کاٹنے کو جھکا
اُس نے، گھبرا کے، زُلف بکھرائی

مَیں نے، خُود کو، جو کھینچنا چاہا
خُودکشی تک پہ وہ اُتر آئی

لَیلائے قَیس طَبع ...... کیا کہنا
عَقل سے، چھین لی توُانائی

خُود، گُلِ نَوبہار و خُود، بُلبُل
خُود، تماشاوَ، خُود تماشائی

اَے زَوالِ خِرَد، چہ می گوئی؟
اَے جمالِ مُصر، چہ فرمائی؟

....

خرقِ عادت

خبر نہ تھی کہ مجھے بے قرار ہونا ہے
جمودِ برف کو، برق و شرار ہونا ہے

زمانِ شیب کو مڑنا ہے، سوئے دورِ شباب
حکیمِ پختہ کو، پھر خام کار ہونا ہے

سکون بخشیٔ عقلِ صلاح پرور کو
بلائے عشق سے، پھر ہم کنار ہونا ہے

مرے دماغ کو بننا ہے پھر، مصاحبِ دل
دلِ شگفتہ کو پھر، سوگ وار ہونا ہے

بشکلِ کاہ .. مرے کوہ نکتہ سنجی کو
ہوا کے دوش پر، اِک دِن سوار ہونا ہے

خرد فروش و حقائق بدوش منزل میں
خرابِ نرگسِ افسانہ بار ہونا ہے

کسے خبر تھی کہ خاموشئ تفکّر کو
فروشِ عابدِ شب زندہ دار ہونا ہے

سرورِ ذہن کو تج کر، پئے نشاطِ حواس
حضورِ عقل، مجھے شرم سار ہونا ہے

کسے گمان تھا اس کا، کہ ایک نورس کو
مرے دیار میں، پھر شہریار ہونا ہے

صباحِ دانش و روزِ فراغِ خاطر کو
شبِ گزندہ و شامِ فشار ہونا ہے

غرورِ جودت و پندارِ پختہ کاری کو
شعارِ عاجزئ و انکسار ہونا ہے

بایں تصوّرِ اطلاق و زعمِ آزادی
اسیرِ سلسلۂ اشک بار ہونا ہے

زوالِ عمر میں...... اکسیرِ علم و عرفاں کو
غبارِ پیچ و خمِ کوئے یار ہونا ہے

کسے خبر تھی کہ دامانِ علم و حکمت کو
بفرطِ ذوقِ جنوں...... تار تار ہونا ہے

جو ناقدِ گہرِ علم ہیں...... اُن آنکھوں کو
کسی کی یاد میں، یوں اشک بار ہونا ہے

بایں شعورِ عقوباتِ ہستی و مستی
دوبارہ تشنۂ بوس و کنار ہونا ہے

مزاج سنجِ نسرین و لالہ کے باوصف
فریب خوردۂ رنگِ بہار ہونا ہے

ارے، یہ وہم بھی، مجھ کو نہ تھا کہ آخرِ کار
کسی نظر کو، مرے دل کے پار ہونا ہے

دراز دستیٔ محبوب کوتہ بن کے لیے
طویل عمر سے، مجھ کو، دوچار ہونا ہے
پہنچ چکی ہے یہاں تک تو پائے مالیٔ جوش
اب، اور کیا، مرے پروردگار، ہونا ہے؟

....

ڈوبتے کی پکار
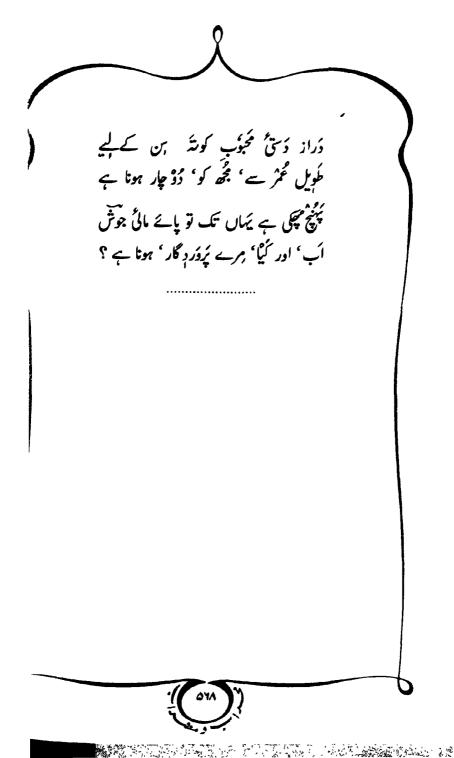
کل، فکر یہ تھی، کشورِ اسرار کہاں ہے
اب، ڈھونڈ رہا ہوں کہ درِ یار کہاں ہے

پھر، حُسن کے بازار میں، بکنے کو چلا ہوں
اے جنسِ تدبّر کے خریدار، کہاں ہے

پھر، روگ لگایا ہے، مرے دل کو، کسی نے
اے چارہ گرِ خاطرِ بیمار، کہاں ہے

پھر، برسرِ تخریب ہے، اِک جلوۂ کافر
اے، کعبۂ حکمت کے نگہ دار، کہاں ہے

ہنگامہ ہے پھر، دل میں بپا، سُود و زیاں کا
اَے تجربۂ اَندک و بسیار، کہاں ہے

پھر، عشق کے خُورشید کی، سَر پَر ہے کڑی دھوپ
اَے عقل...... تِرا سایۂ دِیوار کہاں ہے

پھر، مائلِ دَریُوزہ ہے، خُود داریٔ شاعِر
اَے جُزر و مَدِ غیرتِ فن کار، کہاں ہے

پھر، چرخِ تفکُّر پہ ہیں، زُلفوں کی گھٹائیں
اَے فاتحِ اقلیمِ شبِ تار، کہاں ہے

پھر، خواب کے گرداب میں، غلطاں ہے دلِ زار
اَے کشتیٔ اَندیشۂ بیدار، کہاں ہے

راتوں کے اَندھیروں میں ہے پھر، اَشک فشانی
اَے رَوشنیٔ طَبعِ گہربار، کہاں ہے

اِدراک سے، پھر عشق، بغاوت پہ ہے طیّار
اَے، فکر کی، چلتی ہُوئی، تلوار، کہاں ہے

پائلِ کے کھنکنے میں ہے پھر، دعوتِ زنجیر
اے، بربطِ اطلاق کی جھنکار، کہاں ہے

پھر، خون میں غلطیدہ ہے، زیرِلب و رُخسار
اے قاطعِ زہرِلب و رُخسار کہاں ہے

آوارہ ہے پھر، دشت و بیاباں میں، دلِ جوش
اے تمکنتِ گوشۂ افکار، کہاں ہے

....

ایک شکست خوردہ کی طرف سے مبارکباد

آسودگیٔ عشوۂ ترکانہ مبارک
اے شمع، جگر سوزیٔ پروانہ مبارک

تیرے کفِ گل رنگ کو، اے تازہ جوانی
میرا، یہ چھلکتا ہوا پیمانہ مبارک

اک مردِ ادا سنجِ حقائق کے لبوں پر
افسونِ تمنّا کا یہ افسانہ مبارک

طاقوں میں درخشاں ہیں، مرے خون کے دیپک
اے حسن، یہ آرائشِ کاشانہ مبارک

اس کاسۂ سَر میں کہ تاَمُّل کا وطن ہے
یہ فکر کا اندازِ غریبانہ مُبارک

نقّادِ گُہر ہائے مَعانی کی طَرف سے
اُمڈے ہُوئے اَشکوں کا یہ نذرانہ مُبارک

دَر پَر تِرے لائے ہَیں مجُھے...... لوگ، یہ کہتے
یہ، عَقل میں ڈُوبا ہُوا، دیوانہ مُبارک

رَقصاں ہے خرابات میں خُود مُحتَسِبِ شَہر
ساقی ...... یہ ظَفر مَندئ مَے خانہ مُبارک

یُونان ہُوا، مَملکتِ نجد میں، شامل
یہ فتحِ مُبیں، جَلوَۂ جانانہ مُبارک

چَوکھٹ پر، مَہ و مِہر ہیں، قدموں پہ، سَرجوش
یہ دَبدَبہ یہ شوکتِ شاہانہ مُبارک

....

تباہی کے آثار

حُسن ...... افسُردَہ و حیَراں ہے ...... خُدا خیَر کرے
نوکِ مژگاں پہ چراغاں ہے ...... خُدا خیَر کرے

کاوشِ آہِ فرو بستہٗ و پاسِ ناموس
رنگِ رُخسار پہ لرزاں ہے ...... خُدا خیَر کرے

شامِ صَحرا کی اُداسی کو لیے ...... مکھڑے پر،
اِیک کوندا سا، پرافشاں ہے ...... خُدا خیَر کرے

سَطحِ عارِض کی، مچلتی ہُوئی رنگینی سے
دِل کی ہر ضَرب نُمایاں ہے ...... خُدا خیَر کرے

پابہ زنجیر ہے شوخی، سپر انداختۂ ناز
عشوہ ..... انگشت بدنداں ہے ..... خدا خیر کرے

خیمۂ زمزمۂ و حجلۂ عود و نے میں
گریۂ گوشۂ نشیناں ہے ..... خدا خیر کرے

بےنیازی سے مری ..... تندِ جوانی اُس کی ــــ
بیعتِ ناز کی خواہاں ہے ..... خدا خیر کرے

اُفقِ دل برئ و صبحِ فسوں کاری پر
سایۂ شامِ غریباں ہے ..... خدا خیر کرے

حرف آئے نہ، کہیں، دولتِ آزادی پر
زلف ..... پھر سلسلہ جنباں ہے ..... خدا خیر کرے

شورشِ تیشہ مناسب ہے کہ گل بانگِ قلم؟
قوّتِ فیصلہ، حیراں ہے ..... خدا خیر کرے

شکنِ ابروئے افسردۂ جاناں کے حضور
زیرِ شمشیر، رگِ جاں ہے ..... خدا خیر کرے

نرگسِ مست کی سُرخی میں ...... پئے دعوتِ کیف
لشکرِ بادہ فروشاں ہے ...... خدا خیر کرے

ایک گُل طبع و گُہر طینت و شب نم اندام
تُند شعلوں پہ، خراماں ہے ...... خدا خیر کرے

تار تھے، دامنِ بُلبُل کے، ہوا پر، کل تک
آج، گُل، چاک گریباں ہے ...... خدا خیر کرے

جوش ...... پھر، پنجۂ وحشت میں ...... بفرمانِ جمال
دامنِ عقلِ گریزاں ہے ...... خدا خیر کرے

....

دعوتِ نسیاں

آؤ، اب، کیفِ وصال و کربِ ہجراں، بھول جائیں
تم، نگاہیں پھیر لو ...... ہم، سوزِ پنہاں، بھول جائیں

تم، ادائے خندۂ صبحِ بہاراں چھوڑ دو
ہم ...... شعارِ انتشارِ جیب و داماں، بھول جائیں

باندھ لو بندِ قبا تم ...... کھول لیں ہم، بابِ عقل
انکھڑیوں کو، تم، جھکا لو ہم گلستاں، بھول جائیں

تم ...... کنارِ شوق سے، اٹھ جاؤ، جوڑا باندھ کر
ہم، سرورِ نکہتِ زلفِ پریشاں، بھول جائیں

آؤ، راہ و رسمِ حُسن و عشق سے، مُنھ موڑ کر
داستانِ جبرِ مصر و قیدِ کنعان، بھول جائیں

آنسوؤں کے دیپ، آنکھوں میں بجھانے کے لیے
آؤ، ہم دونوں، تمنّائے چراغاں، بھول جائیں

....

دیوانگی

مَیں ... غُرفۂ شب .. وقتِ سحر کھول رہا ہُوں
ہنگامِ سفر ...... زادِ سفر کھول رہا ہُوں

اس منزلِ آسودگیٔ شب نم و یخ میں
آغوش ..... سُوئے برق و شرر کھول رہا ہُوں

اُس وقت کہ جب یاس مُسلّط ہے فضا پر
مَیں، طائرِ اُمّید کے پَر کھول رہا ہُوں

جب، آیۂ "وَالشّمس" سے، جُنباں ہے لبِ صُبح
مَیں، بابِ شبستانِ قمر کھول رہا ہُوں

صَد حَیف ...... پئے مُقدّمِ اَصنامِ خِرَد سوز
مَیں، کَعبۂ اَندیشہ کا دَر کھول رَہا ہُوں

آتے تھے، جِدَھر سے، کَبھی، ہَیجان کے لَشکَر
پھر ...... دُھوم سے ...... وُہ راہ گُزَر کھول رَہا ہُوں

جَب ...... خوابِ اَجَل کی طَرَف آنکھیں ہَیں رَوانَہ
اُس وَقت ...... دَرِ ذَوقِ نَظَر کھول رَہا ہُوں

ہاں، دِید کے قابِل، یہ تماشا ہے کہ اَے جوشؔ
مَیں، کُوچ کے ہَنگام، کَمَر کھول رَہا ہُوں

....

انتظارِ بازگشت

پھر سوئے عقل، جوشِ سخن داں، کب آئے گا
کنعاں کی سمت، یوسفِ کنعاں، کب آئے گا

صبحِ وطن کے، خیمۂ افسردہ کی طرف
وہ، پائے مالِ شامِ غریباں، کب آئے گا

پھر...... نجدیوں کے دشت سے، یونانیوں کی سمت
وہ شاعرِ مدبرِ دوراں، کب آئے گا

سونی پڑی ہے، سلطنتِ علم و آگہی
پھر اس طرف، وہ خسروِ عرفاں، کب آئے گا

کچھ تو بتا، شعور کی تاریک رہ گزار
اس سمت، پھر، جلوسِ چراغاں، کب آئے گا

پھر، کوئے موشگافیٔ اسرار کی طرف
وہ، تو اسیرِ زلفِ پریشاں، کب آئے گا

بلقیسِ ذہن ..... کب سے ہے مغموم و پابہ گِل
دوشِ ہوا پہ، تختِ سلیماں، کب آئے گا

ذرّوں کو بخشتا ہے جو، دستورِ آفتاب
سوئے گدائے راہ، وہ سلطاں، کب آئے گا

تجھ پر، اُتارتا تھا، جو، آیاتِ سرو و گل
اے خاک ..... وہ رسولِ بہاراں، کب آئے گا

جس رحلِ دل پہ، مصحفِ روئے صنم ہے آج
اُس پر، دوبارہ، عقل کا قرآں کب آئے گا

وہ جوش ..... درسِ ہوش، جو دیتا تھا، دہر کو
خود ہوش میں، وہ میرِ دبستاں، کب آئے گا

....

دریوزۂ رہائی

درد سے آسودہ ہوں ...... تدبیرِ درماں چھوڑ دے
رسمِ تیمارِ گدا، اے بذلِ سلطاں، چھوڑ دے

حسن کی دیوی ...... مرے افکار پر دھاوا نہ بول
نجد کی رانی ...... خیالِ فتحِ یوناں، چھوڑ دے

جب، قدم اٹھے ترا ...... سینے پہ گھن پڑنے لگیں
یہ، ٹھمکتی چال، اے سروِ خراماں، چھوڑ دے

گونجتا ہے جس سے، پیری میں، جوانی کا خروش
وہ لگاوٹ، اے شبابِ تند و جولاں، چھوڑ دے

یہ مرا، وقتِ سفر ہے، اے طلوعِ خدّوخال
اَب تو دامانِ غروبِ خفتہ ساماں، چھوڑ دے

ڈس چکا ہے بارہا، اس دل کو، انجامِ بہار
یہ اشارے ...... سوئے آب و رنگِ بستاں، چھوڑ دے

آنسوؤں کی اب سکت ہے، اب نہ آہوں کا دماغ
میرا پیچھا... اے جلوسِ بادوباراں، چھوڑ دے

تا ...... نہ بننے پائے، عجزِ بندہ ...... کبرِ ذُوالجلال
اس قدر مشقِ نیاز ... اے نازِ جاناں، چھوڑ دے

اُٹھ رہا ہے دشتِ عقل، اپنے گریباں کی طرف
میرا داماں، میرا داماں، میرا داماں، چھوڑ دے

دارِ حکمت میں ..... غریبِ شہر ہو جاؤں گا مَیں
یہ شعارِ مرحمت، یہ خوئے احساں، چھوڑ دے

اے جوانی کی کلی، اے تازگی کی کم سنی
یہ اُداسی، یہ پریشانی، یہ حرماں، چھوڑ دے

اَے گُلِ نَو خیز...... ناموسِ تبسُّم کی قسم
اِتّباعِ بُلبُلِ ناشاد و نالاں، چھوڑ دے

اُف، تِری آنکھوں کے ڈوروں میں ہے، رنگِ خونِ دِل
یہ شعارِ گریۂ خلوت نشیناں، چھوڑ دے

ایک مُدّت سے ہے، شاخِ سدرہ، جس کی مُنتظر
اپنے اُس قیدی کو اب، اے شاہِ تُرکاں، چھوڑ دے

بَرف کے سانچے میں، تا، ڈھل جائے بَرقِ اشتیاق
بَن پڑے تو، عادتِ ایفائے پَیماں، چھوڑ دے

مُنتظِر ہیں...... گُلشنِ جمعیّتِ خاطر کے پھُول
اَب مُجھے...... اے نکہتِ زُلفِ پریشاں، چھوڑ دے

جو، گرا دیتی ہے، رِحلِ سَر سے، قُرآنِ شعُور
وُہ اَدائے کُفر...... اُے آشوبِ ایماں، چھوڑ دے

جوش کے خونِ رگِ جاں سے، نکل آئے نہ لَو
کور کا...... اُف یوں کھٹکنا...... دُشمنِ جاں، چھوڑ دے

....

دُعائے اَسیری

صَیّاد، دامِ زُلف سے، مجُھ کو رِہا کرے
وُہ دن، تمام عُمر نہ آئے، خُدا کرے

لے دے کے، رہ گیا ہے، یہی ایک آسرا
اَیسا کبھی نہ ہو کہ وُہ تَرکِ وَفا کرے

مجُھ بےنَوا کے ناز، اُٹھائے وُہ نازنیں
سُلطان، اور کاوشِ قُربِ گدا کرے

دامانِ بوئے کاکُلِ شَب رَنگ چھوڑ دے
یارَب، کبھی یہ ظُلم، نہ بادِ صَبا کرے

جس کے مرض پہ، صحتِ عالم نثار ہو
کس طرح، وہ مریض، دعائے شفا کرے

بت، جس پہ ملتفت ہو، بحدِ سپردگی
زندیق ہے، اگر وہ خدا سے دعا کرے

عمرِ دراز و پختگیٔ فکرِ نکتہ سنج
کہتی ہے خام کار مجھے، ہاں کہا کرے

اس روئے دل نشیں پہ، نگاہیں جمی رہیں
فریاد کر رہی ہے بصیرت، کیا کرے

اب دامِ حسن و عشق سے نکلوں نہ تا بمرگ
گھر جل رہا ہے عقلِ رسا کا...... جلا کرے

حکمت، نمک حرام ہوں، بے شک، ترا، مگر
جس پر، پڑے یہ وقت، وہ بیچارہ کیا کرے

یارب، حصارِ نجدؔ سے، اب اٹھ سکے نہ جوشؔ
یونان، دے رہا ہے دہائی، دیا کرے

پھر وہی روگ

پھر وُہی دل ہے، وُہی دَرد کی بیماری ہے
اور کس وَقت؟ کہ جب کوچ کی طیّاری ہے

قیدِ ہستی سے، رہائی کی تمنّا ہے مجھے
اور وُہ، بَرسرِ تدبیرِ گرفتاری ہے

خلوتِ مسئلہ سنجی میں...... بپا ہے کہرام
لیلیٰٔ عقلِ جہاں بیں پہ...... غشی طاری ہے

کس کو سمجھاؤں کہ اس دَورِ سکوں خواہی میں
کرمِ یار، مرے حق میں، ستم گاری ہے

پھیر لے، اے مِرے غم خوار، نگاہیں، مجھ سے
کہ اب اِس دِل کا مداوا، تری بیزاری ہے

نوکِ مژگاں پر، اُٹھاتا تھا، کبھی ہفت افلاک
پردۂ چشم پر اب رنگِ سمن بھاری ہے

غرق رہتا ہوں، تصوّر میں، کسی کے شب و روز
گو سمجھتا ہوں کہ یہ، ذہن کی بیماری ہے

دِل دھڑکتا ہے، تو گھبرا کے، یہ کہتا ہے دماغ
اے جہاں باختہ، یہ عقل سے غدّاری ہے

حیف، اِس دَور میں بھی ہے، وُہی طفلانہ مزاج
اب بھی، اِک تازہ کھلونے کی طلب گاری ہے

کل، ٹپکتے تھے، دمِ حرف و حکایت، آنسو
آج، آواز کی پلکوں سے، لہُو جاری ہے

ہائے، پھر، کشورِ قرطاس و قلم میں، اے جوشؔ
خدّ و خالِ رُخِ رنگیں کی عمل داری ہے

ڈکیتی

وُہ آئی، وَلولوں کو جگا کر چلی گئی
بیدار تجربوں کو سُلا کر چلی گئی

اُڑ جائیں، جس کے نشّے سے، جبریل کے حواس
ہونٹوں سے، وُہ شراب پلا کر چلی گئی

خس خانۂ دماغ سے، اُٹھنے لگا دُھواں
اس طرح، دل میں آگ لگا کر چلی گئی

میرے کتاب خانۂ ہفتاد سالہ کو
ایوانِ رنگ و رقص بنا کر چلی گئی

موجوں میں جو دَر آئے' تو' قُلزُم کَراہ اُٹھیں
وُہ بُوند' اَنکھڑیوں سے' گِرا کر چلی گئی

روئے صَبیح و گوشۂ چشمِ سیاہ سے
حُرفِ خِرَد کو' بول بَنا کر چلی گئی

تا دِیر' آسمان و زمیں گونجتے رہے
پازیب' اِس لَٹک سے' بجا کر چلی گئی

شاعِر' ہَر ایک دَور میں' رہتا ہے طِفل خُو
یہ شَرم ناک بات بَتا کر چلی گئی

رَگ رَگ سے' مُغبچوں کے' نِکلنے لگے جُلوس
وُہ یُوں' لَہُو میں' دھوم مچا کر چلی گئی

دانِش کَدے کی مَشعَلِ عالَم فَروز کو
اِک لَرزِشِ نَظَر سے' بُجھا کر چلی گئی

اَفکار نے' جو نِصف صدی میں' بَنائے تھے
پَل بھر میں' وُہ نُقُوش ہٹا کر چلی گئی

حکمت کی بارگاہ کے سنگیں حصار کو
عشوے کی، ایک ضرب سے، ڈھا کر چلی گئی

فکر و نظر کے طرۂ طرفِ کلاہ کو
انداز کی انی پر اُٹھا کر چلی گئی

وہ، جوشؔ، غزنوی کی طرح، آئی، اور مجھے
بشکستہ سومنات بنا کر چلی گئی

قُربتِ جاناں

پیشِ نگاہ، وہ رُخِ تاباں ہے آج کل
رحلِ نظر پہ، دولتِ قرآں ہے آج کل

اِک ماہِ نَو طلوع کی تابِ جمال سے
ایوانِ زندگی میں چراغاں ہے آج کل

فیضانِ زُلفِ یار سے...... موجِ نسیم میں
بوئے قبائے حجلہ نشیناں ہے آج کل

ہر ریگ زار و ہر خزفستانِ بے سواد
دولت سرائے لؤلؤ و مرجاں ہے آج کل

ہر موجِ ابر قبلۂ و ہر تختۂ سمن
ظلِ ہما و تختِ سلیماں ہے آج کل

ہر لحۂ شگفتۂ و ہر آنِ شادماں
رقصان و گل چکان و غزل خواں ہے آج کل

ہر ضربِ دل ہے، ایک جلوسِ نواگراں
ہر گام، ایک جشنِ بہاراں ہے آج کل

ہر خار ...... چوب خیمۂ رقصِ شکر لباں
ہر گل ...... دکانِ بادہ فروشاں ہے آج کل

انگڑائیوں کے لوچ سے، بانہوں کے رنگ سے
بانکی دھنک پہ، طبع پرافشاں ہے آج کل

اللہ ری، جسمِ تازہ کی خوش بوئے کم سنی
میری ہر ایک سانس گلستاں ہے آج کل

رم جھم برس رہی ہیں، وہ درماں کی بدلیاں
دردِ حیات، سر بگریباں ہے آج کل

اس کافرئ و رندئ و مستی کے باوجود
میری جلو میں، رحمتِ یزداں ہے آج کل

ہر رونگٹے میں، خون مچائے ہوئے ہے دھوم
شہ رگ پہ، جوش ..... یوں وہ خراماں ہے آج کل

....

عذابِ جمیل

صبا سے، نکہتِ زُلفِ نگار آئی ہے
شمیمِ گُل میں ڈھلی، نوکِ خار آئی ہے

جرَس کا غُلغُلہ، جب آسماں پہ ہے، اُس وقت
صدائے بربط و چنگ و ستار آئی ہے

فغاں، کہ، جانبِ شب نم، انی جھکائے ہوئے
شُعاعِ مہر، سوئے لالہ زار آئی ہے

یہ کیا طلسم ہے، یارب، کہ وقتِ صبحِ اجل
شبِ دمیدہ بوس و کنار آئی ہے

مَدَد، کہ پھر رگِ جاں کے قریب، اے معبود
کسی کی موجِ تبسّم کی دھار آئی ہے

مرے فسُردہ بیاباں میں ...... خیمہ زن ہونے
سپاہِ لالۂ و سَرو و چنار آئی ہے

بَنا رہی ہے، مرے واسطے، وُہ، قصرِ نشاط
حیات، جَب کہ قریبِ مزار آئی ہے

فُغاں کہ، وقتِ سَفَر، قہرِ آخری بَن کر
نَوَیدِ رَحمتِ پَروَردِگار آئی ہے

مجُھے، دُوبارہ جہنّم میں ڈالنے کے لیے
ہَوا کے دوش پہ، جنّت سَوار آئی ہے

سلام، بالش و بستر، کہ میری بالیں تک
دَریچے توڑ کر، آڑی پھُوار آئی ہے

خزانِ جوش، مُبارک، کہ بال بکھرائے
ترے سلام کو، بنتِ بہار آئی ہے

....

قتلِ جمیل

صوٗرِ محشر سے، نہ ظالم نے، درا سے مارا
ہم کو...... شیشے کے دَرکنے کی صدا سے مارا

دیکھ کر یہ، کہ جفا کی ...... تو، اُچٹ جائے گا وار
حُسنِ کافر نے مجھے، مشقِ وفا سے مارا

مَسلکِ سَرکشیٔ و رَسمِ بغاوت کے عِوض
یار نے...... شیوۂ تسلیم و رضا سے مارا

جو، کبھی، حُسن کی زَد پَر نہیں آنے دیتی
دوٗر کر کے مجھے...... اُس عقلِ رَسا سے...... مارا

شورشِ پیرِ زنِ دہر سے، غافل کر کے
لحنِ دوشیزگیٔ تازہ نوا سے مارا

میری احسان پرستی کو پرکھ کر ...... اُس نے
وضعِ بخشندگی و خوئے عطا سے مارا

جس میں تھا شوق ہم آغوشیٔ و رنگِ شوخی
اُس نئی شرم سے، اُس طرفہ حیا سے مارا

پونچھ کر، نرگسِ شاداب سے .... بہتے آنسو
اپنے بھیگے ہوئے پلّو کی ہوا سے مارا

رنگِ بیگانگیٔ و چینِ جبیں کے بدلے
اپنے مکھڑے کی اُداسی کی ادا سے مارا

ہاں، بجائے خمِ شمشیر و خمِ زہر، اُس نے
ہم کو، آبِ خضر و موجِ صبا سے مارا

اللہ اللہ، یہ قدرِ دہن و پاسِ مشام
کہ ہمیں، قندِ لب و عطرِ قبا سے مارا

اس سَلیقے کی کوئی حَد ہے...... کہ ظالم نے...... مجھے
سُرخیٔ بَرگِ گُل و رَنگِ حِنا سے مارا

نَرم بانہیں...... مری گَردن میں حمایل کر کے
دِلِ نازُک کے' دھڑکنے کی صَدا سے مارا

جوشؔ 'لاوے کے شَراروں سے بَچا کر...... اُس نے
ہَم کو' بَرسات کی گھَنگھور گھٹا سے مارا

....

انگاروں میں پھول

ہائے، یہ پژمردگی تیری، بہارِ کائنات
اے گلِ بلبل سرشت و لیلیٰ مجنوں صفات

حسن کے سینے میں، برپا ہو، تلاطم عشق کا
شمع کے لب پر، شرر افشاں ہو، پروانے کی بات

رہ گزارِ سنگ میں ہو، آبگینے کی دکاں
ضربتِ محمود کی زد پر ہو، قصرِ سومنات

اشتیاقِ دیدِ موسیٰ میں ہو لرزاں، شمع طور
التہابِ تشنگی سے، زرد ہو، روئے فرات

اُس کی آنکھوں میں چُبھے، یارَب، کسی کا انتظار
حورٗ و غلماں کے پرے ہوں، جس کے خیمے کی قنات

اُس کے دِل میں، اور مَرگِ ناگہاں کی آرزو
جس کی ہر موجِ نفَس ہو، چشمۂ آبِ حیات

اُس کے سینے کو ڈَسیں، محرُومیوں کی تلخیاں
جس کے ہونٹوں پر تصدّق، جوہرِ قند و نبات

جس کی اِک چشمِ کرم کا مُنتظِر ھوں، آفتاب
ہائے وُہ دوشیزہ، اور ذرّے سے مانگے اِلتفات

جس کے ڈوروں سے چھنے، لَعل و گُہر، سلمائے صُبح
آنسوؤں میں غرق کر دے، ہائے اُن آنکھوں کو رات

....

چند رُباعیاں، بَبارگاہِ فِتنۂ آخرُالزماں

عُمرِ خوابیدہ کو، جگانے کے لیے
دِل کو ...... سوئے گُداز، لانے کے لیے
اَللہ نے بھیجا ہے تجھے، اے گُل فام
میری شَبِ غم سے، لَو اُٹھانے کے لیے

اَے، تائبِ عشقِ مہ جبیناں، کہیئے
اَے معتقدِ عقلِ فراواں، کہیئے

کس نے، دِل میں چُبھو دِیا ہے مُکھڑا؟
کیا حال ہے؟...... شبّیر حسَن خاں، کہیئے!

○

(۱)

آخر...... یہ بھید کیا ہے، اربابِ نگاہ
مجھ بندۂ حیراں کو بتاؤ للّٰہ

کیا موئے سفید پر...... کبھی رِیجھی ہے
دُنیا کے کسی دَور میں بھی زُلفِ سیاہ؟

○

کیا طُرفہ رَوش ہے، یارِ جانی، تیری
دُنیا، نہیں بھُولے گی، کہانی، تیری

کانٹے کے لیے، خُون ہو، اَور پھُول کا دِل
مجھ پَر مائِل ہو، اَور جوانی، تیری!!

○

یہ سانحۂ غریب ...... اللہ کی شان
تاریخ سراسیمہ ہے، دُنیا حیران
میری گردن ہے، اور تیری باہیں
آغوشِ ہلال میں ہے، بشکستہ کمان!!

○

اس، تیری ذکاوت سے، مری عقل ہے دنگ
یہ عُمر تری، اور یہ ہجومِ فرہنگ
شاید، تری جودت کو پسند آیا ہے
میرے رُخ پر ہے، یہ ذہانت کا جو رنگ

○

کیا کام کیا ہے، یارِ جانی، تو نے
چھیڑی ہے، محبت کی کہانی تو نے
شاید...... مرے چہرے میں...... چھُو کر نظریں
پا لی ہے، مرے دل کی جوانی، تو نے

○

اَللہ، یہ اَنکھڑیوں سے بہتے، آنسو
یہ رَنگ اُڑا ہُوا، یہ بکھرے گیسُو

کیا تجھ کو، کوئی آن مری بھائی ہے؟
یا، میرے کَلام نے کیا ہے جادُو؟

○

حیرت ...... اَرض و سَما پہ مَنڈلاتی ہے
گُتھّی ہے کہ کھولی ہی نہیں جاتی ہے

تجھ کو، مجھ سے ہو...... اَور مَحبّت اتنی
یہ بات، سَمجھ ہی میں نہیں آتی ہے

○

میں بھی ہوں تَباہ، اور تو بھی ہے تَباہ
ملتی ہی نہیں، عَقل کو، اس راز کی تھاہ

رُوحوں کا یہ اِتّصال...... حیرت اَنگیز
عُمروں کے یہ فاصلے...... عَیاذاً باْللہ

○

(۲)

لرزاں پلکوں سے، بھر کر آہیں، اُس نے
تیرائیں، مرے دِل میں کراہیں، اُس نے

نظروں کی وساطت سے ...... دمِ کربِ وداع
ڈالیں، میرے گلے میں، باہیں، اُس نے

○

تھرّائی زمیں، چرخِ کہن کانپ اُٹھا
گویا، بجلی گری ...... چمن کانپ اُٹھا

سیٹی دے کر ...... زرا جو گاڑی رینگی
دِل اُس کا، وہ دھڑکا کہ بدن کانپ اُٹھا

○

رنگِ رُخ پر ...... وہ دِل، بدلتا پہلو
اَللہ، وہ ہچکیاں کہ ہلچل میں گلو

گھن بن کے، مرے دِل پہ گرے ......وقتِ سفر
اُس روئے صبیح کے ڈھلکتے آنسو

○

اَللہ غنی، اشک فشانی اُس کی
غم سے پامال، زندگانی اُس کی

اَے یارِ خدا ...... اُداسیوں میں ڈُوبے!
کچّی، کومَل، مدھر جوانی اُس کی

○

اِک لرزہ ہُوا، میرے بدن پر طاری
مکھڑے کی اُداسی نے، چلا دی آری

دُہرا ہو کر، میں رہ گیا، وقتِ وداع
برچھی ...... تری آہ نے، وہ ہَن کر، ماری

○

رینگے میری طرف شبِ ہجر کے سائے
اُڑتے ہُوئے لمحات، بڑھے، ڈنک اُٹھائے
اُس راہ سے، مَیں اُٹھا .... جنازے کی طرح
مولیٰ، کسی دُشمن کو بھی، یہ دِن نہ دکھائے

○

کڑکی ...... وُہ کڑی کمان . .. اَب کیا ہو گا
نَینوں کے چلّے' وُہ' بان ...... اَب کیا ہو گا

وُہ آ گئی ...... لیجیے ...... بر اَفگندہ نقاب
خانِ والا نشان . . اَب کیا ہو گا؟

○

نظّارہَ صُبح کا' نہیں ہے امکان
بڑھتی ہے' تو' بڑھ جائے' ستاروں کی دُکان

وُہ' سامنے بیٹھی ہے' پکارو نہ مجُھے
آنکھیں' اِس وَقت' پڑھ رہی ہیں قرآن

○

(۳)

تیرے جلووں نے' زندگانی بخشی
یا خُفتہ اُمنگوں کو' روانی بخشی

یوُسف نے' زلیخا کو بنایا تھا جواں
تو نے ...... یوُسف کو' نوجوانی بخشی

○

دَورِ ماتم نے، شادمانی پائی
رشیون نے، متاعِ نغمہ خوانی پائی

نکلی، ترے لب سے "قُم باذنی" کی صدا
اور میں نے، دوبارہ زندگانی پائی

○

سانچے میں، نئے دَور کے، ڈھالا تو نے
احساس میں، کر دیا اُجالا تو نے

اس دل میں، جو تھا عُمر کا خونِ فاسد
پل بھر میں، اُسے نکال ڈالا تو نے

○

تو نے بخشی، مجھے، حیاتِ ثانی
بیساکھ میں، گُنگُنائی بَرکھا رانی

باندھی پھر، شاعری نے، ساری زرّیں
پہنی پھر، زندگی نے، چولی دھانی

○

اُس شوخ نے تیرگی سے، کاجل پارا
دَریائے مہ و سال کا، موڑا دھارا

پایا جو مجھے سَرد ...... تو، میرے دل پر
لچکا کے، بھری کلائی ... نشتر مارا

○

(۴)

کل، رات کے ہنگام .... دمِ بوس و کنار
جب نیند سے ہو چکا تھا گونگا سنسار

اُس بوئے نفس نے، یوں اُٹھائی مضراب
میرے، ہر رونگٹے سے، نکلی جھنکار

○

سنکی، اُس کے بدن میں، پُروا، سَن سَن
کھنچ کر..... آنکھوں تک آئی، دِل کی دھڑکن

کافر نے ..... بیک جنبشِ اعصابِ گلو
نگلی، جو مرے حرفِ تمنّا کی چبھن

○

اَللہ، یہ تُند بوسہ...... شوقِ کم ہیں!
اِس حملۂ سخت کی، اُسے تاب نہیں

کچّے شیشے سے بھی، وُہ نازُک تر ہے
ضَرباتِ نَفَس سے، نہ دَرک جائے، کہیں

○

بکھرے مرے شانے پہ، جو اُس کے گیسوُ
دہکا، سینے میں خُوں، چٹکا پہلوُ

رَگ رَگ سے، اُبل پڑے، لوؤں کے لشکر
ہونٹوں سے جو پی، گرم لبوں کی خوشبوُ

○

کچھ اَور بڑھی، رنگ فشانی اُس کی
رُت ہو گئی اور بھی سُہانی، اُس کی

اِس جوش سے، آغوش میں بھینچا، میں نے
پَل بھر میں، چٹک گئی، جوانی اُس کی

○

(۵)

جو بن تیرا، میانِ بیداریٔ و خواب
چٹکی ہوئی کم سنی ...... رواں سوئے شباب

تیرے سازِ وجود میں ہے، بے چین
آمادگیٔ قبولِ ضربِ مضراب

○

کومل، الھڑ گھٹا کے سائے کی پلی
آواز میں گھومتی سی، مصری کی ڈلی

مکھڑے میں...... صنم کدوں کی صبحیں غلطاں
سینے پہ ...... چٹکتی ہوئی، جوبن کی کلی

○

خاموش فضا میں، بول، کورے کھنکے
بازارِ جمال میں، کٹورے کھنکے

میری نظروں نے، جب اٹھائی مضراب
اس شوخ کی انکھڑیوں کے ڈورے کھنکے

○

اے لالہ گزیں ...... برقِ وطن، ماہ نشیں
گُل وَلولہ ...... آبگینہ خو ...... قوس جبیں

وہ شعلہ، جو لرزاں ہے، پسِ روئے جمیل
تصویر میں کھنچ آئے ...... یہ ممکن ہی نہیں

○

اے شام اَدا ..... صُبح نفس ...... نغمہ خرام
مینا قامت ..... سفینہ خو ...... بادہ قوام

تلخابۂ زندگی کو، شیریں کر دے
اے یارِ شکر چہرہ و شب نم اندام

○

پلکوں کی جھپک میں ہے ...... تکلّم تیرا
آنکھوں کی دمک میں ہے ...... ترنّم تیرا

شام لبِ تسنیم ہیں ...... آنکھیں تیری
صُبحِ شبِ قدر ہے ...... تبسّم تیرا

○

مُچلا، خدوخال پر، سُنہرا دھارا
اِیک آن میں، چڑھ گیا، اَدا کا پارا
رُخسار کی آگ، اَور بھڑکی ۔۔ دَمِ صُبح
اُس نے پانی کا جب چھپکّا مارا

○

گوہر، سوسَن، قمر، شرارا، مُکھڑا
بجلی کی جھمک، صُبح کا تارا، مُکھڑا
کچھ سے ۔ میرے جگر میں چبھ جاتا ہے
نیزے کی اَنی ہے کہ تمھارا مُکھڑا

○

شوخی میں تری، اُدھم ہے بالک پَن کا
باتیں ..... گویا، گلے میں، ساغر کھنکا
مُکھڑا ہے کہ پربت پہ، دُھندلکے کا نکھار
آنکھیں ہیں کہ جھٹپٹا ہے، سُندر بَن کا

○

پُروا کی سُنک ہے، خوش بیانی تیری
پربت کی دھنک ہے، راج دھانی تیری

رم جھم، رم جھم، برس رہے ہیں عشوے
برکھا رُت ہے، ارے جوانی تیری

○

اللہ، یہ حرفِ انکشافی، آنکھیں
جھکتی، اُٹھتی، رواں، زِحافی، آنکھیں

احساس پہ، گر پڑی، کڑک کر، بجلی
کافر نے، اُٹھائیں، یوں، غلافی، آنکھیں

○

بالوں کا یہ اُلجھاؤ، یہ پنڈے کا گُٹھاؤ
جوبن کا یہ دھمال، یہ سینے کا تناؤ

گالوں پہ، بنی ہوئی شعاعوں کا یہ روپ
کُرتے کا یہ جھول، یہ دوپٹے کا ڈھلاؤ

○

جلوے سے، اُبل رہا ہے، پیہم جلوا
مکھڑے پر، اُتر رہا ہے مَنّ و سلویٰ

اَے جان، شلوکے کی شکن کے نیچے
اُفوہ، یہ ہو رہا ہے کیسا بلوا

○

تن میں، موجِ بہار، ہلکی ہلکی
من میں "پی ہو" پکار، ہلکی ہلکی

بادِ سحری سے...... بے دُھلے مکھڑے پر
گنگا جمنی پھوار...... ہلکی ہلکی

○

کیا، صبح کو ہوتی ہیں خماری آنکھیں
ڈھلتی ہیں، گلابیوں میں، پیاری آنکھیں

ڈوروں میں جھلکتا ہے، جو، انگڑائی کے وقت
اُس رنگ سے بجتی ہیں تمہاری آنکھیں

○

دُھندلا پچھلا پہر ہے، سویا، سویا
گُل زار ہے، بھیرویں میں، کھویا، کھویا

اُس کے ہونٹوں پہ کٹ رہے ہیں، یُوں بول
مُقیش پہ، نغمہ زن ہے، قینچی گویا

○

کانوں کو...... برستے ہُوئے، ہُن دیتی ہے
اِحساس کو، راگنی کی دُھن دیتی ہے

اُس لعلِ نگاریں پہ...... مچلتی لکنت
آواز کی چُندریوں کو، چُن دیتی ہے

○

مَیں، آنک چُکا ہوں، کہکشان و پروین
قوس و ناہید و زُہرہ و ماہِ جبیں

تیرے نقشِ قدم پہ، کس کو واروں
ان میں...... اس منزلت کی، اِک شے بھی نہیں
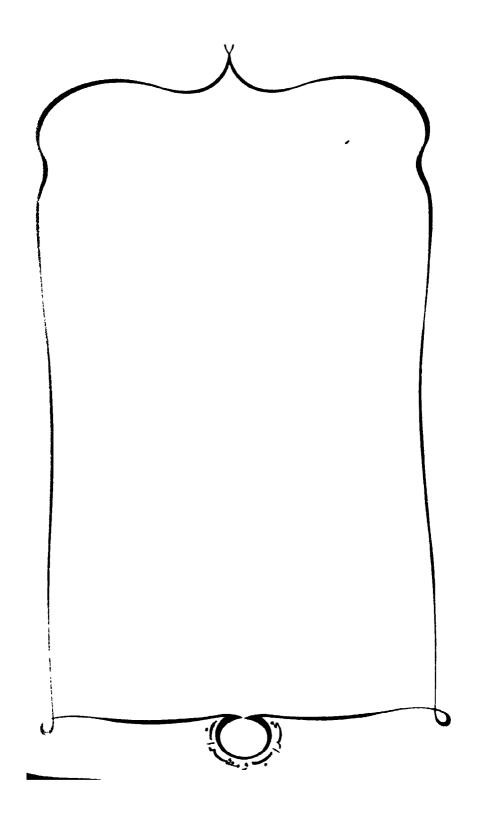
○

غُرفۂ ہشتم

(رُباعیاتِ گوناگوں)

میرے آباء تھے، خُسروانِ پیکار
جاں بازو بہادُر و دِلیر و جرّار

اے جوش.... قلم میں ڈھال لی ہے، میں نے
دشتِ اجدادِ صف شکن کی، تلوار

○

میری ہر سانس ہے، بمیدانِ شعُور
مدّ و جزر سنین و طوفانِ شہُور

یک لمحۂ فکر و طولِ صد عُمرِ مسیح
مجھ سے نہ اکڑ، اے ابدیّت کے غرُور!

○

جلتی نہ کبھی، قلم کی قندیلِ عظیم
ہوتی نہ، مسائلِ سُخن کی تحکیم
مَیں، بھاگ کھڑا...... بڑی خیر ہُوئی
قسّامِ ازل، بخش رہا تھا دیہم

○

اَللہ ری، مِری دولتِ بے حدّ و قیاس
میری اُترَن ہے...... بادشاہی کا لباس
شرمندہ ہے، لیلئِ متاعِ دارین
حاصل ہے مجھے، وہ متموّلِ افلاس

○

ہر سانس میں...... اصنام کے، لاکھوں رُخسار
ہر گام پہ...... مصر کے، کروروں بازار
اَے شاہ...... تجھے بھی، کاش حاصل ہوتی
یہ دولتِ تخیّلِ گدائے فن کار

○

عشرت سے نہ بدمست، نہ عسرت سے نڈھال
سودائے عروج ہے، نہ پروائے زوال
تشویشِ زیاں ہے، نہ طلب گاریٔ سود
شاعر کا وطن ہے، زیرِ شمشیر و ہلال

○

"تجدیدِ سخا کروں؟" ...... نہیں، اے معبود
"نعمت کو ہوا کروں؟" ... نہیں، اے معبود
"اس وقت، مرا بحرِ کرم، جوش پہ ہے،
کچھ اور عطا کروں؟" ...... نہیں، اے معبود

○

لے جا، لے جا، یہ طمطراقِ محدود
یہ خلعتِ جمشید...... یہ تاجِ محمود
انعام میں، دے رہا ہے، فرِّ شاہی!!
میں جوشؔ ہوں ...... مسخرا نہیں ہوں، معبود

○

اَے، خِطّۂ ایشیا کے، یارانِ کبار
آخر، یہ کَون سا انوکھا ہے شعار
فَن کار پہ...... تابمرگ...... پتّھر برساؤ
مَرنے پہ بناؤ، سَنگِ مرمر کا مزار!!

○

یہ اہلِ جہاں، قدر نہیں جانیں گے
اَربابِ ہُنر کو، نہ کبھی مانیں گے
یہ مُردہ ہیں، زندوں سے انہیں کیا سروکار
جب مُردہ بنو گے...... تو یہ پہچانیں گے

○

جب تک، کوئی نکتہ سنج بے جان نہ ہو
حاصل اس کا، کسی کو عرفان نہ ہو
یہ حکم ہے...... جب تک کہ نہ آ جائے اَجل
شاعِر کی پیمبری کا اِعلان نہ ہو

○

— حیران و پریشان و تپاں ہوں، اے جوش
اِک عُمر سے، ہر سُو، نگراں ہوں، اے جوش

یہ...... "مُردہ بدشتِ مُردہ" کی بات نہیں
میں...... زندہ، بدشتِ مُردگاں ہوں، اے جوش

○

ہم...... برف میں، برق کا لگاتے ہیں سُراغ
ٹوٹے شیشوں سے، ڈھال لیتے ہیں ایاغ

گرداب سے، ہم تراشتے ہیں کشتی
بپھری ہُوئی آندھی کو، بناتے ہیں چراغ

○

طاقِ جاں کو، سراج بخشا، ہم نے
خس کو، گُل کا مزاج بخشا، ہم نے

ٹھنڈی آہوں کے دائرے میں، لا کر
صَرصَر کو، صبا کا تاج بخشا، ہم نے

○

ہَر جَنگ کو، آشتی بَنا دِیتے ہَیں
ہَر سَنگ کو، پنکھڑی بَنا دِیتے ہَیں
تخیُّل کے زانو پہ سُلا کر، اے جوشؔ
ہَم ...... دُھوپ کو، چاندنی بَنا دِیتے ہَیں

○

اَنفاسِ بُتاں سے، پھُول چُنتا ہُوں میں
چشمِ خوباں سے، بول سُنتا ہُوں میں
ہاں، لرزشِ مژگانِ سیہ چشماں سے
نغمات کے تار و پوُد بُنتا ہُوں میں

○

سینچا ہے .... کڑی دُھوپ نے، گُلشن میرا
بجلی نے، بَنایا ہے، نشیمن میرا
بخشا ہے، کراہوں نے، ترانوں کا جُلوس
شُعلوں نے سیا ہے، جوشؔ، دامن میرا

○

میرا ہر شعر ہے، طلسمی جھالا
ہر لفظ۔ مۂ پیمبری کا ہالا
چٹکی سے، نہ اُٹھ سکیں گے میرے معنیٰ
ناخن سے اُٹھائیے، جنابِ والا

شاہی کا عَلَم بادِ حوادث کا شکار
شاعر کا قلم دوشِ حوادث پہ سوار
نسیان کے گرداب میں تاجِ سُلطاں
تاریخ کی محراب میں۔ کفشِ فن کار

گیتی پہ ہوئی، جو، زلزلے کی یلغار
باقی نہ رہے، قصور و ایوان و حصار
ہاں... سایۂ دیوارِ قلم میں، لیکن
ٹوٹے ہوئے زلزلوں کے دیکھے انبار

یوں ..... قلعہ گرا کہ پھر نشاں ہی نہ ملا
برباد ہوئی، بارگہِ سیم و طلا
پر ..... زلزلۂ تند کے، جزر و مد سے،
یہ حرفِ قلم تھا کہ ہلائے نہ ہلا

○

اڑتے ہیں ..... سرِ حروف ..... معنیٰ کے نشان
قرطاس پہ، کھلتی ہے، جواہر کی دکان
جب، معرضِ رفتار میں، آتا ہے قلم
تلوار کی ..... منھ سے نکل آتی ہے ..... زبان

○

اس جادۂ ذہن پر ..... بصد جوش و خروش
اضداد ہیں سرگرمِ سفر، دوش بدوش
میرے در پر ..... ازل سے ہیں، سربسجود
کفر و ایمان و فکر و بدمستیٔ و ہوش

○

حرفِ جاں دار کا ہو، کیوں کر بیوپار
ہر موڑ پہ، بک رہی ہے، اوچھی گفتار
شایستۂ کلام کی دکانیں، دو اِیک
لُقّے الفاظ کے، کروروں بازار

○

جس کے ڈر سے، نجوم کا سر، نہ اُٹھے
سجدے سے کبھی، جبینِ کوثر نہ اُٹھے
لرزاں ہے، مری نوکِ مژہ پر، وہ بوند
قاموس سے، جس بوند کا لنگر نہ اُٹھے

○

انگنائی میں، لاکھ بار، جھومی دنیا
سینے سے لگائی، اور نہ چومی، دنیا
دنیا میں، رہے تو جوش، لیکن، اس طرح
سینے میں خیال کے، نہ گھومی دنیا

○

یہ فرصتِ کوتاہ..... یہ غم ہائے دراز
اَللہ..... یہ کربِ سوز..... یہ ضربِ گداز

ساحل پہ گرا، جو ایک آنسو میرا
قُلزُم کے، کراہنے کی آئی آواز

○

اِک عُمر سے ہُوں، بستۂ زنجیرِ جھول
مُدّت سے ہُوں، ایک، سانس لیتا، مقتول

قارُون بھی دیکھے، تو پسینہ آ جائے
اس علم کا، دے چُکا ہُوں..... اتنا محصُول

○

سرکارِ سخن سے، پائے ہیں، یہ درجات
سَر، مہبطِ وحی..... دل، حرمِ آیات

وَاللہ کہ اِک فرد بھی، مُفلس نہ رہے
اس دولتِ فکر کی، نکالوں جو زکات

○

اُس وَقت کہ جَب دِل کو غذا دیتا ہُوں
اور، فِکر کو، لفظوں کی قبا دیتا ہُوں

جتنی ہے، زمین و آسماں کی قیمت
اُتنے کا تو لوبان جَلا دیتا ہُوں

○

جَب، دَہر میں، پہنائی نہیں پاتی ہیں
اظہار کی آرزوئیں، گھُٹ جاتی ہیں

انگڑائی جو لیتے ہیں، خیالات مرے
تو، کہنیاں ...... قطبین سے، ٹکراتی ہیں

○

جَب ...... ذِہن میں، اَفکار، اُبَل جاتے ہیں
تو ...... قامتِ اطلاق میں، ڈھل جاتے ہیں

دِیکھا ہے کہ، بارہا خیالات کے پاؤں
آفاق کی چادر سے، نکل جاتے ہیں

○

ہم ... بند کیے، دِل کے تقاضوں کی دُکان
تُم ..... رُوح پہ لادے ہُوئے، اَربوں اَرمان

تُم ..... کثرتِ دَولت کی بنا پَر ہو .. گدا
ہم ... قلّتِ حاجات کے بَل پَر .. سُلطان

○

تختِ یاقوت دے، نہ تاجِ زر دے
مسکن ہو، جو علم کا، مجھے وُہ سَر دے

اَسرارِ دُوعالم کا تمنّائی ہُوں
داتا ... مُجھ، بےنَوا کی، جھولی بھَر دے

○

کب سے، دَرِ جُستجو، پہ ہوں، سَربسجُود
بابِ اَسرار ہے، ابھی تک مسدُود

کُچھ میں نے، خُدائی تو نہیں مانگی تھی
پُوچھا تھا فقط سرِّ اَزَل، اَے معبُود

○

خُود اَپنے اَلاؤ، تاپتے ہیں شاعِر
آہوں سے، حیات ناپتے ہیں شاعِر
نوحوں کے مَطابِع میں...... بَحُکمِ فِطرَت
نغموں کی کِتاب چھاپتے ہیں شاعِر

○

صَد شکر کہ طے ہوئے، جوانی کے حدود
نظروں سے گِری، وضعِ ایاز و محمود
کل تھا..... دیرِ بتاں میں...... ناقوس بلب
اب...... کعبۂ اندیشہ میں ہوں، سر بسجود

○

ــ پھل ذہن کا ہے، ڈال کا ٹپکا، اب تک
آنکھوں کو، جمال کا ہے لپکا، اب تک
چہرے پہ ہے جُھرّیوں کی جالی...... پھر بھی
تخیُّل کے ماتھے پہ ہے چَھپکا، اب تک

○

کربِ تکمیلِ فن

(۲)

ہر لفظ کی جستجو...... چِلاتی ہوئی گھن
ہر سانس، فشارِ قبر...... ہر آن اُلجھن
ہر خون کے قطرے میں، کروروں شُعلے
اَللّٰہ غنی...... عذابِ تہذیبِ سُخن!!

○

چُپ چاپ سُنا، ہر اِک اُلہنا، ہم نے
سیکھا برسوں، اُداس رہنا، ہم نے
جب پھونک دیا، عروسِ ہستی کا سنگھار
بخشا تب، شاعری کو گہنا، ہم نے

○

جَب، دِل پہ، ہَر اِک بات کا لینا آیا
رَنگوں میں، سُخَن کو ڈوب دِینا آیا
تڑپے ...... تو مِلی دَولَتِ صَبْر و تمکیں
ڈُوبے...... تو، بھَری ناوٗ کا کھینا آیا

○

دِل ڈُوب گیا ...... دَرْد جہاں تک پالا
آہوں کو ...... بجا بجا کے ڈھولک، پالا
جَب، گھال مُچکے، عُمْر کا سارا جوبَن
تہذیبِ سُخَن کا، ایک بالک، پالا

○

خَنجَر، جو رگِ جاں پہ، چلایا، ہَم نے
اَفکار کو، گُل بار بنایا، ہَم نے
نغموں کی کمَر میں لوچ بھَرنے کے لیے
نَوحوں کو، کلیجے سے لگایا، ہَم نے

○

جَب، پاؤں تھکے ...... قدم اٹھانا آیا
ڈوبے، تو، سفینے کا، ترانا آیا
آیا جو کمَر میں خم، کماں اور چڑھی
لَب زَرْد ہُوے، تو مُسکرُانا آیا

○

خُوْد کو، نیزوں کی سَمت، رِیلا ہم نے
وُہ کَون سا دُکھ تھا، جو نہ جھیلا ہم نے
برسوں تنہا رَہے..... تو، صَحنِ دِل میں
دِیکھا...... شمس و قمَر کا میلا ہم نے

○

بَرسوں، جَب، خون، چَشمِ نَم سے ٹپکا
تو، قطرۂ مَے، اَبرِ کرَم سے ٹپکا
شہ رَگ پہ چلائی، جَب مُسَلسَل، تلوار
تَب ...... قُلزُمِ رَنگ و بُو، قلَم سے ٹپکا

○

دَم ٹوٹ گیا، تو، گُنگُنانا آیا
آہیں جو بھریں، بول بُنانا آیا

کاٹا جب ہچکیوں سے تارِ انفاس
تَب، نامِ خُدا...... ساز ہِلانا آیا

○

جَب، تابگُلو...... جان ہماری آئی
زِنداں میں، نَویدِ رُستگاری آئی

کانٹوں کو پِلا چُکے لَہُو...... جب بَرسوں
تَب...... صَحن میں...... پھُولوں کی سَواری آئی

○

آفات میں...... اِیک عُمر...... خُود کو رانڈھا
غَم کے پَتھّر، وُہ ڈھوئے...... ٹوٹا کانڈھا

اَشکوں کو پِرو کے تارِ جاں میں...... ہم نے
پیشانیٔ شاعری پہ، سِہرا باندھا

○

کاہیدہ ہُوئے، تو، کہکشاں تک پُہنچے
پیرے جو لہُو میں، گُلستاں تک پُہنچے

جَب...... سَر میں، بَسا لیے، کَروروں پتھراؤ
تَب...... کارگہِ شیشہ گراں تک پُہنچے

○

سَب کھیت جَلا دیے، تو بونا آیا
جاگے، جی بھَر کے جَب، تو، سونا آیا
ہنسنے کے سلیقے سے، نہ آگاہ ہوئے
جب تک...... نہ جگر تھام کے، رونا آیا

○

اَفکار

(۳)

بَزمِ فُقَہاء میں، جو حقائق آگاہ
بیٹھا ہو...... جمائے، سَقفِ گَردُوں پہ نِگاہ

وُہ، گوش و دہن بستہ...... یہ کس طَرح بتائے
تنہائیِ ذِہن...... کس قَدَر ہے جاں کاہ

○

ہَر لمحہ، وَبال بَن گیا ہے، اَے جوشؔ
ہَر ذرّہ، سُوال بَن گیا ہے، اَے جوشؔ

ہَر چیز کی لِم کُریدنے کا، لپکا
جی کا جَنجال بَن گیا ہے، اَے جوشؔ

○

پتھّر کو تراشا، تو، نزاکت[1] نکلی
اَوشائی مُلاحت، تو، صَباحت نکلی

جب، وُحدت و کثرت کے لہُو کو جانچا
تو، کعبۂ و کاشی میں قرابت نکلی

○

عشرت کدۂ گُل ہے کہ غم خانۂ خار؟
راگوں کا وطن ہے؟ یا کراہوں کا دیار؟

آخر...... تو، اے حیاتِ انساں کیا ہے؟
بیداریٔ خوابیدہ؟ کہ نومِ بیدار؟

○

اِیک آن میں اُستخواں ہے، ایک آن میں پوشت
پل میں "ہمہ ہیچ" ہے تو پل میں "ہمہ اوشت"

مومن ہے جو صُبح کو...... تو...... مُلحد سرِ شام
یہ عقل کا ہے سُوءِ تنفّس، اے دوشت

○

1۔ یہ فُصحائے اردو کا تصرّف ہے۔ ("نازکی" ہونا چاہیے تھا)

تحقیق نہیں...... تو، شہر معنیٰ، سنسان
اندیشہ نہیں...... تو، ذہنِ انساں، ویران

عقل بزدل ہے...... دشتِ بے آب و گیاہ
علم بے فکر ہے...... کباڑی کی دکان

○

وہمِ فردا میں جو گھلا کرتے ہیں
نا آمدہ حرماں پہ بکا کرتے ہیں

بیم افسردگی سے، رہتے ہیں اداس
بے قرض لیے...... قسط ادا کرتے ہیں

○

کچھ وہم گداؤں کا ہے، کچھ شاہوں کا
کچھ وسوسہ محلوں کا ہے، کچھ راہوں کا

اس طبع شدہ شور کو تاریخ نہ کہہ
یہ تو فقط، اک تودہ ہے، افواہوں کا

○

پڑتا نہیں، تہلکے میں کوئی دانا
جاتے نہیں عاقل سوئے میدانِ وغا
کہتے ہیں جسے بہادری وہ اکثر
ہوتی ہے جہالت کے شکم سے پیدا

○

اِک سمت ہو موت...... زندگی سے خوش تر
اِک سمت ہو زندگی...... متاعِ اکبر
نادان و بہادر ہو سپاہی...... لیکن
دانش ور و بزدل ہو امیرِ لشکر

○

تہذیب...... اِک جاں گداز عیاری ہے
فطری جذبات کی نگوں ساری ہے
گلگونہ و غازہ ہی نہیں ہیں تلبیس
حد یہ کہ لباس بھی ریاکاری ہے

○

دیتا ہے، رُخِ بشر کو، جو تابشِ ماہ
وہ، شیوۂ اعتدال ہے بس...... واللہ

حد میں جو رہے، تو شر بھی، سرمایۂ خیر
حد سے گزرے، تو، مشقِ طاعت بھی گناہ

○

پچھتاؤ گے...... تابمرگ...... یارانِ کبار
ہاں، عورت و دولت سے...... خدارا ہشیار

عورت...... چاندی کی، اک درخشندہ چھری
دولت...... سونے کی، اک دو دھاری تلوار

○

شمشاد و بنفشہ و گل و خار و گیاہ
ذرات و نجوم و خزف و جوہر و کاہ

حیوان و طیور و حشرات و انساں
اک کوکھ نے...... ان سب کو جنا ہے، واللہ

○

رحمت کے رباب، بےصدا ہو جائیں
جبریلِ امیں ...... رشتہ بپا ہو جائیں
ہم ...... فرش نشینوں کی، جو بپتا سُن لے
تو ... عرش کے اوسان خطا ہو جائیں

○

مُفلس ...... "کچھ بھی نہیں" کے خنجر سے فگار
مُنعم ... "کچھ اور" کی ہوس میں بیمار
وُہ قلتِ روزی سے ...... جہنم واصل
یہ ...... کثرتِ لقمہ ہائے تر سے ... فی النّار

○

صد حیف ...... باایں وُسعتِ اِدراک و عُلوم
انسان، ابھی تک ہے، جہول اور ظلوم
نکہت، کیوں جاں فزا ہے، کیوں، بو ہے عذاب
اب تک، یہ بات بھی نہیں ہے معلوم

○

سُن ہو گئے کان ..... تو، سماعت پائی
گُل ہو گئیں آنکھیں ...... تو بصارت پائی

جب، علم کے، سب، کھنگال ڈالے قلزم
تب ..... دولتِ عرفانِ جہالت[1] پائی

○

ہو جائے گی جب فکرِ بشر کی تکمیل
ذہنوں پہ، کھلے گا، علمِ عقلِ جلیل

ہو جائیں گے، اُس وقت، سراسر معدوم
قاضیٔ و سپاہ و شحنۂ و شاہ و وکیل

○

ہر جسم میں ...... سانس لے رہے ہیں اجداد
ہر خون کے قطرے میں ہیں ...... صدیاں آباد

پایا نہ، کسی بشر کو تنہا، اب تک
دیکھے، ہر فرد میں ...... کروروں افراد

○

[1] عربی میں "جہل" بالفتح، لیکن اردو میں فصحاء کے تصرف کی بنا پر 'بالکسر ہے۔

جس وقت ...... بفیضِ مشقِ فکرِ جولاں
انسان ...... آفاق کا بنے گا سلطاں

مجھ کو نہ ہلا...... تو...... اے نگارِ کونین
بچ کر ...... مری اولاد سے ...... جائے گا کہاں

○

زر دار کا خنّاس، نہیں جاتا ہے
"کچھ اور" کا وسواس، نہیں جاتا ہے

ہوتا ہے...... جو...... شدّتِ ہوس پر مبنی
تا مرگ ...... وہ افلاس، نہیں جاتا ہے

○

ہر سانس ہے...... ایک گام...... ہر آن...... اِک راہ
اشغال کے قاموس کی ملتی نہیں تھاہ

"حضرت کیا کر رہے تھے؟" "جی کچھ بھی نہیں"
یہ "کچھ بھی نہیں" ہے، غیرِ ممکن واللہ

○

تو، نے ...... پۓِ انتقام ...... مُردِ کج ہیں
دِل میں، بھڑکائی ہے، جو یہ آتشِ کیں
اِس آگ سے...... مُمکن ہے کہ دُشمن بچ جائے
لیکن...... تو، بچ سکے...... یہ مُمکن ہی نہیں

○

دِل میں، جو دَرِ عِناد کھولا، ہَم نے
کاندھے پہ لیا...... مَوت کا ڈولا، ہَم نے
دُشمن کی عَداوت، جو رگوں میں تیَرائی
خُود اَپنے لہُو میں، زہر گھولا، ہَم نے

○

دِل کی آسوُدگی کو، غارَت نہ کرو
خاطِر کو، رَہینِ صَد عُقوبَت نہ کرو
اَپنے تُم، اگر دوست ہو، یارانِ کرام
تو...... دُشمنِ جانی سے بھی نفرَت نہ کرو

○

تا دُور ...... کلیجوں کی تڑپ جاتی ہے
گیتی کے مسامات میں' کُھپ جاتی ہے

یارو...... ہر سانس' ہر اَدا' ہر آواز
اَوراقِ دَر و بام میں چھپ' جاتی ہے

○

پایندہ ہے' ایک ایک شرارا' تیرا
ہر لمحہ...... نکل رہا ہے' دھارا تیرا

زیرِ فلکِ اطلس و بالائے زمیں
محفوظ ہے' ایک ایک اشارا تیرا

○

ارمان کی ہر پھانس ...... نکل جاتی ہے
اَشکال میں' آرزو' بدل جاتی ہے

پکتی ہے...... دلوں میں جو تمنّا...... صدیوں
اِک روز ...... حقیقت میں وہ ڈھل جاتی ہے

○

کس طرح...... بشر کو...... دامِ طینت سے چھڑائیں
اُلجھی ہُوئی تقویم کو، کیُوں کر سُلجھائیں

اس طاقِ مَعاص میں...... جلانے کے لیئے
عصمت کا چراغ...... ہم کہاں سے لائیں

○

انسان ہے، فطرتاً، ظلوُم، اور جہُول
ہیجان ہے...... شہریارِ اقلیمِ عقُول

ہوتا نہ اگر نجس...... قوامِ آدم
بہرِ تطہیرِ نفس...... آتے نہ رسُول

○

یہ، کیُوں ہے، ازل سے، جوئے شر میں طوفان
سوچو...... کیُوں خیر کا ہے، اب تک فُقدان

کیا کیا نہ کیے، خیر سے، نبیوں نے، جتن
اور ڈھل نہ سکا...... مرضیٔ حق میں انسان

○

مُدّت سے بپا ہے، زیرِ گردوں، کہرام
قبضے میں، خواص ہیں، نہ قابو میں، عوام
صد حیف کہ یہ ...... خُدا کے نائب صاحب
"اَحسن" آغاز ہیں، اَور، "اَسفل" اَنجام

○

ہَر آن، تلاطُم بغاوت آگیں
ہَر لمحہ خروشندگیٔ نفسِ لعیں

رہ رہ کے ... عناں کھینچ رہا ہے، اَللہ
اَور، رَخشِ گُناہ ہے کہ رُکتا ہی نہیں

○

رَنگِ رُخسارِ خیر پھیکا کیُوں ہے؟
شَر میں ...... یہ جمالِ عالَم آرا کیُوں ہے؟

اِنسان ...... شریر ہے...... یہ مانا میں نے
لیکن، یہ سُوال ہے کہ ایسا کیُوں ہے؟

○

ہر ذرّہ ہے' اِک گنبدِ رازِ تکویں
ہر قفل ہے یوں بند کہ کُھلتا ہی نہیں

یہ ضربِ خُدا جوئی' یہ کرب تحقیق
اَے جوش' کلیجہ...... شق نہ ہو جائے کہیں

○

یہ' جلوۂ مُفرد و مُرکّب' کیُوں ہے
یہ' جلوتِ روز و خلوتِ شَب' کیُوں ہے

کچھ تو بولو...... اَرے' خُدا کے بندو!
یہ سب کیٰا ہو رہا ہے؟ یہ سَب کیُوں ہے؟

○

ضُعفِ پیری نے' جب اُڑائے اَوسان
کڑکائی' سرِ شیب پہ' آباء نے کمان

افکار نے' خالی جو کیا' خانۂ ذہن
اَقوال نے' لے لیا' کرائے پہ مکان

○

ٹھہرے افواہ، کیا، دلیلِ مطبوع
کیا ہو...... اُفقِ گماں سے، ایقان طلوع

تفصیل سے...... قانونِ شہادت، جو پڑھا
تو...... خیر سے...... ماں باپ بھی نکلے مسموع

○

تابانیٔ قندیلِ تدبّر نہ رہے
جولانیٔ شب دیزِ تفکّر نہ رہے

بجھ جائے اگر، شمعِ دماغِ انساں
بت کیا ہیں، خدا کا بھی تصوّر نہ رہے

○

جمعیّتِ خاطر ہے، جہاں میں، نایاب
ہر صبح، نزولِ قہر...... ہر شام، عذاب

شرّیتِ نیم تند خو، کو...... ہم لوگ
خیریّتِ بےکراں کا دیتے ہیں خطاب

○

گیتی پہ...... مسرّت کی نہیں کوئی سبیل
انسان، ہوس سرشت...... قدرت ہے بخیل

اُس آن کو...... قرنِ شادمانی سمجھو
جب، دفترِ غم میں...... اِک نفس ہو تعطیل

○

بے شک، بے دین ہوں، سیہ کار ہوں میں
ہر نوع کے طنز کا، سزاوار ہوں میں

لاکھوں، سوتے ہوؤں کے حلقے میں...... ندیم
میرا یہ قصور ہے کہ بیدار ہوں میں

○

اقوال و اساطیر سے...... بے حدّ و حساب
نازل ہے، سرشتِ نوعِ انساں پہ عذاب

گویا...... بجلی کڑھا رہی ہے، پانی
اور...... چوبۂ قصّاب پہ ہے، فطرت آب

○

جب تک کہ تجھے، موت نہیں آئے گی
گرداب ہوس میں، روح چکرائے گی

پی لے، سو بار، ہفت قلزم...... پھر بھی
انسان...... تری پیاس نہیں جائے گی

○

کس طرح...... مطالباتِ فطرت بدلوں
کس طور سے...... ماحول و وراثت، بدلوں

احکامِ پیمبراں...... سر آنکھوں پہ...... مگر
کیوں کر، اپنا، قوامِ طینت، بدلوں

○

آوازۂ[1] "کُن" نشترِ فصّاد نہیں
اک ذرّہ بھی، پروردۂ ارشاد نہیں

ممکن ہی نہیں...... عدم سے، پیدا ہو وجود
عالم...... فقط اظہار ہے، ایجاد نہیں

○

[1] حسب روایات۔

پہلے ہی سے موجود تھا، ہستی کا رباب
حرفِ "کن" نے، کیا ہے، کارِ مضراب
یہ حکم نہیں..... اصل میں..... وہ چٹکی ہے
جس نے..... رخِ رنگیں سے الٹ دی ہے نقاب

○

بے کاوشِ جاں گداز و بے فکرِ دقیق
تا چند، روایاتِ کہن کی تصدیق
اے، یخ کدہ یقیں کے رہنے والو
جم کر، کہیں رہ جائے نہ ذوقِ تحقیق

○

ہر جفت کا، ہر طاق کا سودائی ہوں
نظارۂ اطلاق کا سودائی ہوں
کل..... عارض و رخسار کا شیدائی تھا
اب..... انفس و آفاق کا سودائی ہوں

○

سوسن کا، نہ سنبل کا تمنّائی ہوں
بلبل کا...... نہ اب گل کا تمنّائی ہوں

مطلوب ہے، عینیّتِ ذاتِ مطلق
اجزاء کا نہیں...... کُل کا تمنّائی ہوں

○

ہوتے ہیں، بہت بلند، حکمت آگاہ
فردوس کی آرزو...... عیاذاً باللہ

اربابِ جزا طلب...... تمھارے حسنات
اقطابِ نظر کے دائرے میں ہیں، گناہ

○

آسایشِ جسم...... ابلہوں کی مقیاس
آسودگیٔ روح...... اکابر کا لباس

ہاں، کیفِ شعور، وہ حرم ہے...... جس میں
ہوتے نہیں باریاب، لذّاتِ حواس

○

کیا طُرفہ عذاب ہے، عیاذاً باللہ
رکھوں، فطرت......؟ یا شریعت پہ نگاہ
دربارِ پیمبری میں...... حکمِ تقویٰ
سرکارِ سرشت میں...... تقاضائے گناہ

○

جی...... خیر سے، انسان، چُراتا کیوں ہے
کیا بات ہے، شر کے ناز اُٹھاتا کیوں ہے

اس اَمر کی عِلّت سے بھی، واقف ہیں جناب
ہم کو...... یہ بدی میں لُطف آتا کیوں ہے

○

سازِ عجم و لحنِ عراقی...... سب ہیچ
طنبورہ و چنگ و جام و ساقی...... سب ہیچ
واللہ کہ زیرِ سایۂ چرخِ کبود
دولت ہے، تو اِعتدال، باقی...... سب ہیچ

○

مَعلوؔل کو، کب، نَظَر میں، تولا نہ گیا
قُفلِ عِلّت...... کسی سے کھولا نہ گیا

"کس طرح؟" کے مسئلے میں کیا کیا چھکے
"کیُوں" کی جو چھڑی بات...... تو بولا نہ گیا

○

اَیوانِ گمُانِ تشنگانِ مَئے راز
مَبنی ہے، بَسَنگ و آہَن فِکرِ دَراز

تیرے ایقان کی عمارت، لیکن
قائِم ہے، باموَاج حُرُوف و آواز

○

آرام، کسی طَور، نہیں مِل سکتا
کِتنے ہی سَہے جوَر، نہیں مِل سکتا

مُدّت سے، تڑَپ رہا ہے، جس کی خاطر
نادان...... وُہ "کچُھ اَور" نہیں مِل سکتا

○

دل ہو جو غنی...... تو...... کوہ بھی ریشۂ کاہ
آسودہ گدا کا نقشِ پا، افسر شاہ

غم کو، جو کلیجے سے لگا کر، خوش ہو
انسان نہیں، وہ دیوتا ہے، واللہ

○

خارج سے، تمنّائے فراغت نہ رہے
جویندگیِ جنس و مسرّت نہ رہے

پیدا، باطن میں، خودکفیلی ہو، اگر
دنیا میں، کسی شے کی ضرورت نہ رہے

○

اَللہ غنی...... یہ کھدبداتے ارمان
یہ، بھونتے، پھونکتے، جھلستے ہیجان

جب تک، نہ مطیعِ عقل ہوں گے جذبات
تا حشر...... جہنّم میں رہے گا انسان

○

ہم ... جب، نہ رہے ... بذوقِ رازِ کونین
ترساو مجوس و مسلم و ہندو و جین

جب .. توڑ دیے، تمام ذہن اصنام
حاصل ہوئی ..... تب ..... فکرِ نجیب الطرفین

○

ہر در ہے ... بجز درِ مشیت، مسدود[1]
بس میں، نہ ہبوط ہے .. نہ قابو میں صعود
اس بندۂ مجبور و مقید کے گناہ
کس کی فردِ عمل میں لکھوں، معبود؟

○

بارانِ اساطیر ہے، وہ طوفانی
اوہام کے دریاوں میں ہے طغیانی
چھلنی ہیں چھتیں ذہن کی، اور صحن میں بھی
گھٹنوں گھٹنوں کھڑا ہوا ہے پانی

○

1 ۔ حسب روایات۔

اس کار گہِ دہر کے، اربابِ کمال
با محنتِ بسیار و بصد استقلال
وحشت کدۂ مزاجِ انساں کے لیے
باہر سے منگا رہے ہیں، تہذیب کا مال

○

اخلاص کی آنکھوں میں ہیں آنسو..... اب تک
اخلاق ہے، زرد و سر بزانو..... اب تک
سنتے ہیں، برس چکی ہے چھاجوں، خوش بو
انساں کے قوام میں ہے بدبو..... اب تک

○

آیاتِ "صفات" کی تلاوت نہ کرو
جوئیندگی "ذات" میں غفلت نہ کرو
لفظِ "اللہ"..... پردہ ہے، جلوہ نہیں
اس حرفِ غلافی پہ قناعت نہ کرو

○

بِھرے اَجداد کی صَدائیں آئیں
قَلبِ اَقوال پَر گھٹائیں چھائیں

جَب، فِکر اُٹھی...... دوُدھ بڑھائی کےلیے
کیا کیا نہ، عَقائِد نے پچھاڑیں کھائیں

○

ہَر طاق میں، بوسیدہ کھلونے دیکھے
ہَر سَمت، مِٹھائیوں کے دَونے دیکھے

بد خانۂ کَم قَداں میں، رکھّا جو قَدَم
تو...... خیَر سے، دِیوتا بھی، بَونے دیکھے

○

دُنیا کو بَلاؤں سے، اماں دو، یارو
اَوراد کو، ہونٹوں پہ تَکاں دو، یارو

طوُفاں، ٹَل جائے گا دُعائیں مانگو
آندھی، تھَم جائے گی اَذاں دو، یارو

( )

"میری اُنگنائی میں، دَر آیا سَیلاب"
"سَب ڈُوب گئے بَس ایک میں خانہ خراب"

"تُم نے، اَللہ کو پُکارا ہوتا"
"مَیں نے، اَللہ کو پُکارا تھا، جَناب"

○

لَعل و خَزَف و سَوسَن و خاشاک و گیاہ
نَجْم و گُہر و ذَرّہَ و خار و خَس و ماہ

جب، پَردَہَ اشکال اُٹھایا تو، کُھلا
میرے ہی یہ سَب نام ہیں، اَللہ اَللہ

○

مخفی رہتا نہیں، جہاں میں کوئی راز
بنتی ہیں، خیالات کی موجیں غَمّاز

چھنتی ہے، سُکوت سے بھی، اِک صَوتِ خفی
ہوتا ہے، تَفکُّر کا عَمَل بھی آواز

○

ذہنی امراض سے، تمدّن ہے تباہ
ملتی ہی نہیں، فَساد و نفرَت سے پناہ

نَسل و وَطن و دِین و زَبان و تہذیب
بس کی گانٹھیں ہیں، اس زَمین پر واللہ

○

رُنگارنگ

(۴)
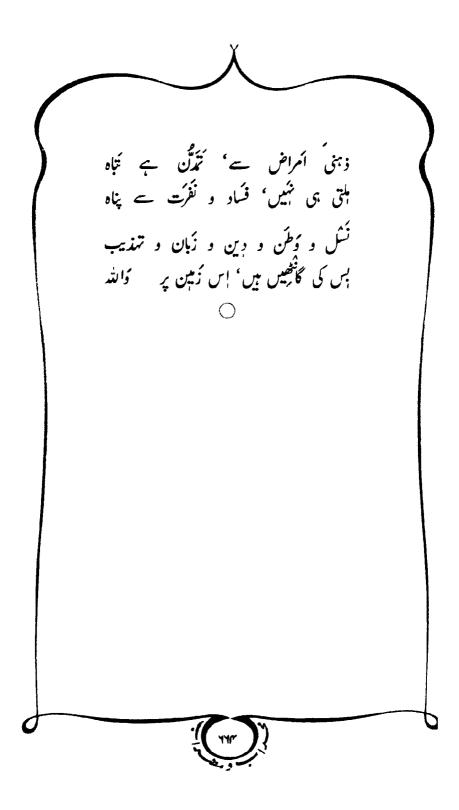
"کہیے ... کس فکر میں ہے، زانو پہ جبیں"؟
"کیا میں نے، کبھی، آپ کو دیکھا ہے کہیں"؟

"میں، آپ کا یارِ غار ہوں، حضرتِ جوشؔ"
"یہ، جوشؔ ہے کون شخص؟ معلوم نہیں"

○

تا دُور ... بجز، ہولِ شبِ تار نہیں
گردوں پہ، کہیں، لرزشِ انوار نہیں

اے، شام سے، کروٹیں بدلنے والے
سو جا ..... کہ ابھی صبح کے آثار نہیں

○

تاریکیٔ شب ... دوشِ زمیں پر ہے..... سوار
گم سُم ہے فضا..... بند پڑے ہیں بازار
جیسے..... دلِ مایوس پہ... عکسِ اُمّید
گلیوں میں ہے، روشنی کی اس طرح قطار

○

دُنیا کو... ہر آن...... بدلتے دیکھا
روز... ایک نئے رنگ میں ڈھلتے دیکھا
پرسوں، آیا تھا، جس دُلھن کا ڈولا
آج..... اُس کے جنازے کو نکلتے دیکھا

○

نرمی سے..... جگر کا زخم، بھر جانے دے
سختی نہ برت..... چین سے مر جانے دے
اے گھور ندی..... ذرا سی، ہلچل میں کمی
اُس پار، مسافر کو اُتر جانے دے

○

ہر موڑ پہ ...... اوہام کے ہرکارے ہیں
ہر گام پہ ...... اقوال کے بھٹیارے ہیں

مسند پہ ڈٹے ...... درسِ جنوں کے بھکوے
آنگن میں کھڑے ...... عشق کے ہلیارے ہیں

○

"اے گل ...... تو" ...... کس قدر ہے شوخ و رنگیں"
"احسان ہے آپ کا" یہ حرفِ تحسیں"

"میں ...... شام کو بھی آؤں گا" تیری جانب"
"سرکار ...... میں شام کو تو ملنے کا نہیں"

○

ہر شام کو" پھول ...... سر پٹکتے ہی رہے
غنچے ...... ہر صبح کو چٹکتے ہی رہے

چھاتی پیٹا کیا دما دم ...... ہر دن
طبلے ...... ہر رات کو" کھنکتے ہی رہے

○

سَو قحط پڑے ...... چشمہ اُبلتا ہی رَہا
جھونکے بپھرے ...... چراغ جلتا ہی رَہا

نکلا ہی کیے روز ...... جنازے لاکھوں
اَوْر ...... قافلۂ حیات' چلتا ہی رَہا

○

سَر پر منڈلائیں' وارداتیں' لاکھوں
چونکائیں فضا نے خُفتہ راتیں لاکھوں

گُزرا جب مقبرے سے دُولہا کا جُلوس
لوحوں سے نکل پڑیں براتیں لاکھوں

○

کل شام کو' مقبرے میں اے محرم راز
مَیں گرمِ خرام تھا بصد سوز و گداز

اتنے میں جب اِک بام پہ کھنکا گُھنگرو
قبروں سے کراہنے کی آئی آواز

○

ویرانہ، چمن . سراب، دریا بن جائے
خس، رشکِ سمن مُردہ، مسیحا بن جائے

غلطاں ہے . بگولے میں ... جو بالائے ہوا
یہ خاک..... جو گندھ جائے، تو سلمیٰ بن جائے

○

رقصندہ تھی، بادِ صُبح..... حسبِ معمول
گُل زار پہ، ہو رہا تھا، جلووں کا نزول

پھُوٹی، پتلی کرن ..... تو، شب نم نے کہا
لے، ہم تو چلے..... خدا کو سونپا، اے پھُول

○

دامن ہُوے، یوں چاک کہ پھر سِل نہ سکے
مُرجھائے دِل، اس طرح کہ پھر کھِل نہ سکے

اِک آن کو بھی، جُدا نہ ہونے والے
بچھڑے ایسے کہ پھر کبھی مِل نہ سکے

○

گُلشن ہیں، ابھی ہَرے بھَرے، دیر نہ کر
رَقصندہ ہیں، پَریوں کے پَرے، دیر نہ کر
ساقی ...... یہ رُت ہے، اِک نَفَس کی مہمان
ہاں جَلد بڑھا سُبُو ...... اَرے دیر نہ کر

○

آ، یار ...... ذرا دیر لہَک رلیں، ہم بھی
مَے خانۂ ہستی میں بَہک لیں، ہم بھی
اس سے پہلے کہ شورِ ماتم ہو بپا
آ ...... شاخِ حیات پر، چہک لیں، ہم بھی

○

بَرکھا کی، چڑھی کمان، اُتر جائے گی
رِم جھم کی بَرات ہے، گُزر جائے گی
جلد آؤ، گلستاں میں کہ ہم بھی گا لیں
پَل میں ...... یہ بَندھی جھڑی، بکھر جائے گی

○

اَیوانِ بہاراں میں، خزاں رَقصاں ہے
اَلوان میں، خونِ رَگِ جاں رَقصاں ہے
تابندہ چراغوں کی لَوؤں میں...... یارو
جَلتی ہُوئی عُمر کا دُھواں رَقصاں ہے

○

سَب، کُنج میں، ہَنس بول رہے ہیں، اَے جوشؔ
چُپ ہونے کو، لَب کھول رہے ہیں، اَے جوشؔ
کِتنے ہیں کہ اُڑ چُکے ہیں، شاخِ گُل سے
کِتنے ہیں کہ پَر تول رہے ہیں، اَے جوشؔ

○

آنکھوں سے ٹپک رہے ہیں، تَن کے شیرے
دَھڑکَن سے، دَرَک رہے ہیں، مَن کے ہیرے
اَور سانس کے ساگروں میں، جیون نَیّا
سُہمی ہُوئی، بَہ رہی ہے، دِھیرے، دِھیرے

○

سازوں میں بھی، سوز کا تلاطُم، دیکھو
آہوں سے، چھِدا ہُوا، تَرَنُّم دیکھو

غلطیدہ مِٹھاس میں ہو جس طرح کھٹاس
دُکھیا انسان کا تبسُّم دیکھو

○

بے صَرفہ، کہیں، نہ زندگی گزُرے
غفلت میں، نہ عُمر کام رانی گزُرے

ہاں جلد اُنڈیل، جلد .... بہتی ہُوئی آگ
اس سے پہلے کہ سَر سے پانی گزُرے

○

یہ نغمہ، جو، سرمایۂ جاں ہے، یارو
جھنکار کے بھیس میں، فُغاں ہے، یارو

جس لَو سے.... جبینِ شب پہ، غلطیدہ ہے نور
وہ لَو نہیں...... مشتعل دُھواں ہے یارو

○

اے جوشؔ، یہ مشقِ گُل فشانی، کب تک
یہ، بزمِ سُخن میں، شعر خوانی، کب تک
اس قُلزُمِ لمحات کی طُغیانی میں
یہ رقصِ حبابِ زندگانی، کب تک

○

ایّامِ شباب، ٹھوکریں کھاتے ہیں
جذبات، رگوں میں، آگ بھڑکاتے ہیں
جب، شیب میں..... جینے کا فن آ جاتا ہے
تو..... فضلِ خدا سے..... لوگ مر جاتے ہیں

○

شاخِ احساس پر، شراروں کے مچان
معمورۂ آرزو میں، شعلوں کی دُکان
دیکھے، اگر، انسان کے سینے کا تنور
تو..... منھ سے نکل پڑے، جہنّم کی زبان

○

ہر شام...... رہینِ کرب...... ہر صُبح...... تباہ
ہر لمحہ...... خروشِ نالہ...... ہر آن...... کراہ

یہ دل کے دھڑکنے کے...... مُسلسل ضربات
یہ سانس کی دھونکنی...... عیاذاً باللہ

○

انصاف، انصاف، اے خُدائے قہّار
کب تک، آخر، یہ کربِ پیہم، یہ فشار

اس سر پہ...... جو شیشے سے بھی نازک تر ہے
اِک عُمر سے...... ڈھو رہا ہُوں...... اربوں کوہسار

○

اِک شیشہ دل پر...... اور اتنا پتھراؤ
اِک حلقۂ جاں...... اور یہ پُر شور الاؤ

اِک سانس کے ڈورے پہ...... یہ آہوں کے پرے
اِیک آن کی چھاتی پہ...... یہ قرنوں کا دباؤ

○

یہ عُمرِ دُو روزہ ...... اور، یہ بارِ محَن
اِک شمعؔ ...... اوَر، اتنی آندھیوں کی پلٹن

تتلی کے یہ پَر...... اور یہ سنگین کی نوک
بالوُ کے یہ سقف و بام...... لوہے کا یہ گھَن

○

اِک موجِ نفَس پہ، لوگ اِتراتے ہیں
اس کھوکلے پَن پہ، ناز فرماتے ہیں
سانس آئے تو "جسم" سانس رُک جائے تو "لاش"
کیا، آن میں، الفاظ بدل جاتے ہیں

○

دُکھیا انسان پَر، نہ آئے جوش، کراہ
تاکَئے، یہ فُغان و ماتَم و شیوَن و آہ

اَللہ، بہُت بڑا ہے، رحمت والا
اَللہ کرے گا "رحم"...... جی ہاں، اَللہ!

○

اَللہ ری، نزاکتِ دلِ اہلِ نیاز
غُنچے کی چٹک سے ...... ٹوٹ جاتا ہے، یہ ساز

پتّوں سے، ٹپکتی ہے، جو، ایک اوس کی بوُند
آتی ہے، مرے کان میں، گھُن کی آواز

○

گُل زار میں، جب بادِ خزاں آتی ہے
ایک ایک کَلی، خوَف سے، تھرّاتی ہے

پڑتی ہے، رُخِ گُل پہ، جو ہلکی سی شکن
دھرتی ماتا کی سانس رُک جاتی ہے

○

کھُرپا...... جب، خاک کو بناتا ہے مہین
ذرّات سے جھانکتا ہے، بُت خانۂ چین

گرُنے لگتے ہیں جب، گلُوں کے تھالے
"میرے بچّوں کی خیر" کہتی ہے، زمین

○

تَپتی ہے، تو، لاکھوں کو تپاتی ہے، زمین
پانی نہ پیئے...... تو، آگ کھاتی ہے، زمین

چلتا نہیں، جب، سینۂ ذرّات پہ ہَل
روٹی کے عوض ...... بھوک اُگاتی ہے، زمین

○

اَللہ ری، دہقاں کی، عرق افشانی
پہنی..... بھوری زمیں نے، چولی دھانی

چولھوں کی طرف ...... بڑھی، تھرکتی ہوئی آگ
کھیتوں میں ..... جو گنگنا کے ...... دوڑا پانی

○

اربابِ سخا سے، بد کلامی نہ کرو
اعلانِ سُبک سَری و خامی نہ کرو

روٹی دیتے ہیں، تم کو، ہم...... اے ''حکّام''
دیکھو...... ہم سے نمک حرامی نہ کرو

○

کس درجہ، کراچی ہے، الٰہی، ویران
احباب کا قحط، عاقلوں کا فقدان
اونگھے مرغے کی طرح ...... گردن ڈالے
بیٹھا رہتا ہوں، غم کدے میں، لغلان

○

ہر چیز سے، روئے زندگانی پھر جائے
ہر زمزمہ، سوئے نوحہ خوانی، پھر جائے

ہر، ذہنی و مادّی توانائی پر،
چولھے کی بجھے آگ ...... تو پانی پھر جائے

○

ہر موڑ پر، ایک دار و گیر من و تو
ہر گام پر، اک معرکۂ تیغ و گلو

جنگ ...... اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی
جو ...... "امن" کے میدان میں بہتا ہے لہو

○

انسان ہے، آج تک، سَراسَر، طاقی
جاری ہے، وُہی رُشم و رَہِ قزّاقی

گو...... دوُدھ کے دانت، گر چُکے ہیں، پھر بھی
خنزیر کے نیش ہیں، ابھی تک باقی

○

چلتے ہُوئے گرَدَنوں پہ خنجر، دیکھو
بِپھرے ہُوئے، خوُن کے سمَندَر، دیکھو

لکھنا ہے اگر، دَرِندگی کی تاریخ
بَن میں نہیں...... بستیوں میں جا کر دیکھو

○

پیری سے، اُدھڑ گیا، جو تانا بانا
اَوہام سے پَٹ گیا، دماغِ دانا

بیوی کے اَثر نے بھی اُٹھائی کف گیر
باوا کے عقایِد نے بھی، ڈنڈا تانا

○

یہ...... صحنِ اساطیر و فسوں کے تھکنے
منطق کے حضور، کیوں کر آئیں، جھکنے

ہاں..... ان کو پکارو نہ..... درایت کی طرف
یہ تو ہیں، روایات کے یارو چھکنے

○

کیا، کیا، پیہم، جھگڑ رہی ہے چڑیا
اپنے ہی پر بگڑ رہی ہے چڑیا

انسان سے، انسان کی پیکار کی طرح
آئینے میں...... خود سے لڑ رہی ہے چڑیا

○

اربابِ غزل گر ہیں، مجاذیبِ کرام
تخئیل آوارہ و پراگندہ کلام

فرقِ بے مغز میں، کباڑی کی دکان
لب پر...... متضاد ولولوں کا نیلام

○

"حضرت[1] یہ گھٹن ہے کیوں خلافِ معمول؟"
"رفتارِ نسیم کیوں ہے، اتنی مجہول؟"
پیہم ...... یہ غٹرغوں کی ہے، کیسی آواز"؟
"اوراد میں ہیں، والدِ ماجد، مشغول"

○

میں نے، پچھلے پہر ...... دمِ فکرِ سخن
سلگا کر، اگر ...... بآرزوئے روشن
جیسے ہی گھمائی ...... شعلہ افشاں تیلی
دیکھا، کہ تھرک رہے ہیں، لاکھوں کنگن

○

پتلی ...... بے نور ہے، نگینوں کو نہ دیکھ
دہکے مکھڑوں، بلند سینوں کو نہ دیکھ
آوازِ رحیل، آ رہی ہے، اے جوشؔ
اے خانہ خراب، اب تو، حسینوں کو نہ دیکھ

○

1 ۔ یہ رباعی، اس وقت، تاروں کی چھاؤں میں نازل ہوئی تھی، جب کہ میں قیصر باغ (لکھنؤ) میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا، اور، ایک بند کمرے سے کبوتروں کے بولنے کی سی آواز آ رہی تھی۔

اَب ...... اَنجُمنِ زُہرہ جَبیناں ہے، جحیم
لے کر آئی ...... یہاں تک ...... اے عُمرِ لَئیم!

یہ بھی کہنا پڑا کہ "بیٹی، خُوش باش"
یہ بھی سُننا پڑا کہ "بابا، تسلیم"

○

وُہ گاگریں ...... وُہ گیت ...... وُہ گاتیں ہیں کہاں
وُہ بول، وُہ بَدرَتے ...... وُہ باتیں ہیں کہاں

مَولیٰ، وُہ تھِرَکتی ہُوئی شامیں ہیں کدھر
اَللہ، وُہ بجتی ہُوئی راتیں ہیں کہاں

○

جھِل جھِل مُکھڑوں کے وُہ نگینے ...... ہے ہے
رِم جِھم بَرکھا کے وُہ مہینے ...... ہے ہے

بولوں کی ...... وُہ، مُڑتی ہُوئی قوسیں ...... توبہ
تانوں کے ...... وُہ ترشے ہُوئے زینے ...... ہے ہے

○

جاگی ہُوئی تقدیر...... نہ سونے پائے
ہَنسنے پہ تُلی رات ..... نہ رونے پائے

اِک جشن کی طَرح، پڑ رہی ہے، پھر آج
اَللہ کو مَعلوم نہ ہونے پائے

○

اَیّام[1] تَقیدُ کی کمر ٹوٹ گئی
نَبضِ دورِ فِتادگی چھوٹ گئی

زنجیرِ مُلازمت، جو، ٹوٹی جھَن سے
کھَن سے...... اُفُقِ نَو پہ، کِرن پھوٹ گئی

○

1 ۔ یہ رباعی اس کہنی کی چوٹ کے وقت جو پل میں فراموش ہو جاتی ہے، نازل ہوئی تھی جب کہ خود ساختہ فیلڈ مارشل صاحب، یعنی ایوب خاں نے، مجھ کو ملازمت سے برطرف کر دیا تھا. اور، میری غرور شکن خودداری کی بنا پر مجھ سے ناخوش ہو جانے والے الطاف گوہر صاحب اور حقی صاحب کے گھروں میں، گھی کے چراغ جلائے گئے تھے. اللہ ایوب خاں، الطاف گوہر، اور حقی کو، دنیا کے تمام آفات سے محروم رکھے اور یہ اکابرِ ثلاثہ تمام عمر خوش رہیں۔

دوران بقا، چو باد صحرا بگزشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگزشت
پندار ستم‌گر کہ جفا برما کرد برگردن او بماند و برما بگزشت

آنسوؤ دے کر، دُرِ عطا لیتے ہیں
اَللہ سے، انعامِ بُکا لیتے ہیں
تقلیدِ حُسینؑ سے، ہمیں کیا سروکار
ہم تو، فقط آہوں کا مزا لیتے ہیں

○

لیلائے بیاں، سر کرہ جبیں ہے، اب تک
سلمائے زباں، خاک نشیں ہے، اب تک

اربوں ہیں، وہ مادّی و ذہنی اشیاء
جن کا، کوئی نام ہی نہیں ہے، اب تک

○

معدے کی، جب آنچ، تن میں لہراتی ہے
الحاد پر، انسان کو اُکساتی ہے

اے شیخِ شکم سیر...... وہ کافر ہے، یہ بھوک
ایمان کو، جو، بھون کے، کھا جاتی ہے

○

اَللہُ غنَی ...... گرُسنگی کا ہیجان
ہر موئے بدَن میں، ہوُنکتا ہے عُدوان

جمشید و فریدُوں کی حقیقت کیا ہے
لیتا ہے، خُود اَللہ سے ٹکّر انسان

○

بیگانۂ اَفراد و مِلَل ہے، وُہ شخص
ناواقفِ اَسباب و علَل ہے، وُہ شخص

بےصَرفہ..... جو، ریلوں میں، لدا پھرتا ہے
سیّاح نہیں ہے، پارسَل ہے، وُہ شخص

○

بزمِ عُقلاء میں، ہمہ تن گوش رَہو
لیلائے سکوت سے، ہم آغوش رَہو

مُنھ میں ہوں، اگر لاکھ زبانیں..... پھر بھی
کہنے کی نہ بات ہو، تو خاموش رَہو

○

کرتی ہے، بدن سے، روحِ عالم، پرواز
آدھی راتوں کا...... الاماں، سوز و گداز

جب، خاک پہ، کروٹیں بدلتے ہیں غریب
آتی ہے، زمیں سے، ہچکیوں کی آواز

○

شہرِ مطرب سے، کل...... بایوانِ شراب
بل کھا گئی تار پر، جو، اُلٹی مضراب

یوں تان اُدھڑ گئی کہ چیخے، در و بام
یوں بول درک گئے کہ چیخی محراب

○

یہ قد...... یہ تن و توش دکھاتے کیوں ہو
فدوی کے بدن کو تھرتھراتے کیوں ہو

اک فیل سے، اک مور نے، کل یہ پوچھا
ہاتی صاحب، ہمیں ڈراتے کیوں ہو؟

○

یہ زمزمہ ...... ہچکیوں میں کھو جائے گا
یہ عقد کا ساز ...... گنگ ہو جائے گا

آنے پہ ہے، وہ دن بھی کل، اس جوڑے پر
اک روئے گا ...... اور، ایک سو جائے گا

○

دل کو، منجدھار میں ڈبو دیتا ہوں
پل میں ...... ہوش و حواس کھو دیتا ہوں

سینے میں ...... ابوالبشر کا دل ہے شاید
دشمن کی اداسی پہ بھی رو دیتا ہوں

○

ہاں ...... نوعِ بشر میں ہے، وہ ہمت، وہ شان
صد لشکرِ اعجاز ہو، جس پر قربان

ہر سانس ہے گو، ایک دُو دھاری تلوار
پھر بھی، قادر ہے، قہقہوں پر انسان

○

بَنتا ہے، تَواتُرِ عَمَل، وَجہِ نَجات
دِن بھی، ناکارَہ کا ہے، بیمار کی رات

غفلت میں گُزارتے ہو، لمحاتِ عَزیز!
افسوس ہے، اَے نَمَک حرامانِ حَیات

○

تو، ہے، اَے شَخْص اِک اَنوکھا اِنسان
تاریک اِرادہ .. اور تابِندَہ زَبان

تیرے وعدوں سے کیا مَسَرّت ہو، کہ تو
قاروں ایفاء ہے.... اور حاتَم پیَمان

○

ہَر سانْس پہ، مامُور ہیں، ہَرکارے
تا...... کوئی گُناہ کا نہ کاجَل پارے

شَیطان کے چِہرے کی بَشاشت نہ گئی
کیا کیا نہ پیَمبَروں نے تھپّڑ مارے

○

دِل کے اَمراض سے بچّے کیُوںؔ انسان
ہَر آن ...... اِک ہَول، ہُوک، ہلچل، ہیجان

دِل کا یہ شیشہ...... اور، اُس پَر، ہمہَ وَقت
یہ، گزر ِبَدشت و ِسَنگ اَفگَن ارمان

○

یہ..... دائرۂ سوز ہے..... یا...... حلقۂ ساز؟
گُل بانگِ حقیقت ہے، کہ غوغائے حجاز؟

جھنکار ہے..... یا...... گزمِ تکلُّم ہے کوئی؟
کانوں میں، یہ آ رہی ہے، کیسی آواز؟

○

اَللہ ری، نحُوستِ ہجُوم اَولاد
اَمراض، افلاس، شور، غوغا، فریاد

باوا کی تجوریوں کی چاندی ...... غائب
اَمّاں کے خدوخال کا سونا...... برباد

○

جَب، روز ہو، اِیک زِندگانی پَیدا
کیُوں ..... مَوت کی ہو، نہ سَرگرانی پَیدا

لو، بچّہ ہُوا، خَیر سے نازِل ایک اور
اِیک اور ہُوا، دُشمَنِ جانی پَیدا

○

تاچند...... ڈَسے گی، نامُرادی، مجُھ کو
کب تک رُونڈے گی، بےسَوادی، مجُھ کو

تجُھ سے، تنگ آ چُکا ہوں...... سَفّاک حیَات
بخشے گی کب، اَے حرام زادی، مجُھ کو؟

○

اَپنے کو سَمجھتا، نہ ذَلیل و اَوباش
دِل میں، پڑتی نہ، خُودستائی سے خَراش

مَیں نے، اِک بےنَوا کی خِدمَت کی ہے
خُود مجُھ کو بھی...... مَعلوُم نہ ہوتا یہ کاش

○

جھینپے، جھینپے، کھڑے ہیں، شادی کے خیام
دولہا، نہ براتی، نہ دف و چنگ، نہ جام

جس طرح، گدائے راہ ..... پیشِ سلطاں
یوں ..... شب کا چراغاں ہے، سحر کے ہنگام

○

اِک خار نے ..... مالن کو، جو، برچھی ماری
اُنگلی سے ہوئیں، خون کی بوندیں جاری

مالن سے، یہ، گڑگڑا کے، مٹی نے کہا
میرے بچے پہ، جی نہ کرنا بھاری

○

جس وقت کہ تو ..... غیظ میں، بل کھاتا ہے
میرا دل ..... اے حریف ..... بھر آتا ہے

مجھ پر، جس درجہ، غصہ آتا ہے تجھے
اُتنا ہی مجھے ..... تجھ پر، ترس آتا ہے

○

دِل مَیں ہے گُداز ...... اَوْر، وفا کوش نہیں
گو، نشّے میں ہے..... پھر بھی، تجھے ہوش نہیں

اَے، صُحبتِ دُشمن سے، بدکنے والے
یہ، سُنّتِ اَولیائے مے نوش نہیں

○

یہ آج ہے کیاؔ بات .... بتا، گردشِ جام
ذرّوں پہ دَمک رہے ہیں، تاروں کے خیام

یہ کَون چہک رہا ہے، میرے سَر میں
یہ، کس کی زبان سے ہُوں، سَرگرمِ کلام

○

سینے کو، ارے، لَوچ رہا ہے، یہ کَون
بالوں کی جڑیں، نوچ رہا ہے، یہ کَون

اِس وَقت ...... مرے کاسۂ سَر میں، بَیٹھا
اَے بارِ خُدا ...... سوچ رہا ہے، یہ کَون؟

○

آیا، کل ...... اِک غبی، جو، اَے مَحرمِ راز
اُف، رشتۂ گفتگوئے پُرخار و دراز

اس طرح ... گھٹن میں ڈوبتا دِل ..... چیخا
جیسے ..... بھرتے ہوئے گھڑے کی آواز

○

واقف ہوں ...... بدی سے نہیں شرمایئے گا
ہر آن ..... مری کاٹ کیے جایئے گا

لیکن، جو ..... نصیبِ دشمناں ..... وقت پڑے
للّٰلہ ..... مرے پاس چلے آیئے گا

○

آئے نہ ترے حال پہ، کیوں کر رونا
تیرے دیوار، کھا رہا ہے لونا

چاندی کی ہوس کی بھٹیوں میں، کم بخت
خونِ دل کا، جلا رہا ہے سونا!!

○

حیراں ہُوں کہ یہ وَضع، تجھے بھاتی ہے
دُکھیاروں پہ، کیا نظر نہیں جاتی ہے

لاکھوں، بےکَفَش...... اور تو...... مَشتِ کُلاہ
اَے شاہ...... تجھے، شَرم نہیں آتی ہے؟

○

مُطلَق نہیں دِل...... بُغض و حَسَد سے آگاہ
دُشمَن کی طَرَف بھی، پِدَرانہ ہے نِگاہ

ہَم...... خلوَتیانِ حَضَرتِ پیرِ مُغاں
مِنجُملۂ آیاتِ خُدا ہیں، واللہ

○

اب دھوپ...... نہ سَر پہ چاندنی ہے...... آ جا
دل...... شام کی، سُست رَو نَدی ہے...... آ جا

میرے، اِس اُداس جُھٹپُٹے میں...... اَے دوست
اَب، وَقتِ غُرُوبِ زِندگی ہے...... آ جا

○

مکھڑوں پہ تکرّرِ نظر...... نامحمود
اور...... جم کے جو دیکھ لیں...... تو ٹھہریں مردود

یا...... حُسن سے، اِس کرّے کو، خالی کر دے
یا...... بھاڑ میں جھونک دے یہ آنکھیں، معبود

○

شاخیں تھرکیں...... ہوا پہ مچلے کو کو
توڑا لے کر، گھٹا بجائے گھنگرو

اس رُت میں، جو ہم اُٹھیں پئے رامش و رنگ
تو...... غیظ سے، کھول جائے، مُلّا کا لہو

○

اوْدی اوْدی گھٹائیں، پائل جھنکائیں
آڑی، ترچھی ہوائیں، کجری برسائیں

رِم جھم، رِم جھم بجے ستارِ باراں
اور ہم...... جو لہک اُٹھیں تو شہدے کہلائیں

○

فرمانِ قضا ہے، دِل کے طعنے سہیے
بھولے سے، نہ جوئے سرخوشی میں بہیے

آفاق کو...... اذنِ رقص و مستی ہے، مگر
گھگھو کی طرح، جناب بیٹھے رہیے

○

کوڑے لچکیں..... اگر اُٹھا لے، کوئی، ساز
دُرّے برسیں .... جو لَے پہ دوڑے آواز

بدھنیں چیخیں..... اگر چلے جامِ شراب
داڑھے گرجیں..... اگر کھلے زُلفِ دراز

○

اُٹھلائے گھٹا..... بور کی خوش بو..... لہرائے
چھاجوں برسے شراب..... مستی چھائے

ہر ذرّہ پیے..... اور، ہمارے منھ کو
کچّو داڑھی کا محتسب، سونگھنے آئے

○

برکھا میں...... حوّاس، دشت و دریا، کھوئیں
جھونکے...... متوالیوں کی چولی ٹوئیں

لہکے، چہکے...... نظامِ قدرت سارا
اور ہم...... خوفِ خدا سے، بھوں بھوں روئیں

○

پھولوں میں بسی رات، بُری لگتی ہے
گاتی ہوئی برسات، بُری لگتی ہے

ت کا تقاضیٰ نہ کرو...... اے بندو
اللہ کو، یہ بات، بُری لگتی ہے

○

طلوعِ صبح

کیا، جلوۂ صبحِ ابر آگیں ہے، شگرف
سنگِ موسیٰ پہ کندہ، یاقوت کے حرف

چاندی کے، دھنوائے رُخ پہ، سونے کے نقوش
کاجل کی پہاڑیوں پہ، اَلماس کی برف

○

برسی شب کی سحر، جمیل و شاداب
اَلوان کی تازگی، براَفگندہ نقاب

گوکُل بَن کی فضا پہ، ہولی کا گُلال
کُندَن ساگر میں ...... جوئے مے کے گرداب

○

یہ، صُبحِ مُبیں کی خُوش جمالی...... آہا
مُکھڑے پہ...... یہ باڈلے کی جالی...... آہا

کرنوں کی، جھنجھنگتی ہُوئی پائل...... اوہو
کُندن کی، اُبھرتی ہُوئی تھالی، آہا

○

کیا، قُلزُمِ الوانِ سحر ہے مَوّاج
کج ہے، فرقِ اُفُق پہ، یاقُوت کا تاج

اُبھری ہے، ابھی، نصف، جبینِ خُورشید
گویا...... بالائے عَرش، قوسِ معراج

○

ما قبلِ طلوُع...... طُرفہ افسُوں کاری
دوشیزۂ صُبح کے پپوٹے، بھاری

گورا پنڈا...... سفید رِشم کی ردا
مُکھڑے پہ اسجَل، دوُدھ جیسے پَن کی دھاری

○

کل صُبح...... شمیم یاسمن سے، لبِ جُو
لپٹے آ کر، جو نغمہ ہائے "پی ہُو"
تو، دُور کے اک شہر سے...... مجھ تک آئی
اِک لعل شکر فشاں کی میٹھی خوش بُو

○

جب، رنگِ سحر کی ناؤ کھیتا ہوں میں
آنکھوں کو، نئی اُڑان دیتا ہوں میں
اُٹھ کر جھکتے ہیں، یوں، نگاہوں کے خطوط
اَپنے چہرے کو دیکھ لیتا ہوں میں

○

جب، صُبح، سرِ کوہ، چٹک جاتی ہے
دِل میں، کوئی پائل سی، جھنک جاتی ہے
پڑتی ہے کبھی، وہ ضرب، بوئے گُل سے
سینے میں، کوئی چیز، دَرک جاتی ہے

○

تاروں پہ، سحرؔ بدل رہی ہے پہلو
انگڑائی سے، چھلکا ہوا مکھڑے کا سُبُو

ماتھے پہ، سراسری کی لڑیاں، جھل جھل
سَر پر، ململ کی اوڑھنی کا پلّو

○

اُٹھ ...... قبلِ طلوعِ صُبح ...... او خانہ خراب
ہاں، خوابِ سحرگاہ ہے، اِک طرفہ عذاب

ہشیار ...... کہ اوّلیں شعاعِ زرّیں
بستر پر آئی ہے ...... بوستاں میں اضطراب

○

انوارِ سحر سے، ابر ہے، گرمِ جدل
کلکوں سے بپا ہے، اِک بلا کی ہلچل

ڈرتا ہوں کہ ٹوٹ کر نہ رہ جائے کہیں
دوشیزۂ صبح کی سنہری ہیکل

○

جَب صُبح، بصَد زَمزَمہ، اٹھلاتی ہے
یوٗں، ذِہن میں، آگہی کی لہر آتی ہے
کانٹوں کا لَب ولہجہ سَمجھ لیتا ہوٗں
پھوٗلوں کی، مُجھے زَبان آ جاتی ہے

○

ہَر صُبح ہے..... اِک مَرحلۂ کوہ کَنی
ہَر شام ہے، اِک سِلسِلۂ سینہ زَنی
ہَر سانس میں..... سیکڑوں جنازوں کے جُلوٗس
کَیا رَحمتِ بے کَراں ہے، اَللہُ غَنی

○

خاک..... اَپنی طَرَف بُلا رہی ہے، مُجھ کو
میٹھی لوری، سُنا رہی ہے، مُجھ کو
میری بالیں سے، شمعٗ و پیمانۂ و چَنگ
لے جاؤ کہ نیند آ رہی ہے، مُجھ کو

○

دل، نقدِ حیات، کھو رہا ہے، اَے جوشؔ
بیڑا اپنا ڈبو رہا ہے، اَے جوشؔ

ہونے ہی پہ ہے پاک، حسابِ مہ و سال
کھاتا، اب بند ہو رہا ہے، اَے جوشؔ

○